تذکرہ جمیل

۱۳۰۸ھ

حضرت حجۃ الاسلام مولانا شاہ محمد حامد رضا خاں صاحب قادری رضوی بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

کی

سوانح حیات

اور نعتیہ اشعار پر مبنی مایہ ناز منفرد کتاب

نگارش

حضرت مولانا محمد ابراہیم خوشتر صدیقی القادری رضوی سنی رضوی اکاڈمی ماریشس

بانی سنی رضوی سوسائٹی انٹرنیشنل ماریشس افریقہ

تکمیل آرزو

حضرت علامہ مولانا مفتی تقدس علی خاں صاحب قبلہ علیہ الرحمہ

ترتیب جدید

ادیب شہیر شمس الحسن حضرت شمس بریلوی

نظر ثانی

صدر العلماء حضرت علامہ مولانا الحاج الشاہ مفتی محمد تحسین رضا خاں صاحب قبلہ

شیخ الحدیث جامعہ نوریہ رضویہ بریلی شریف

بسعی واہتمام

مولانا قاری الحاج محمد عرفان الحق قادری

مکتبہ برکات المدینہ

جامع مسجد بہار شریعت بہادر آباد کراچی

Ph: 021-34219324, Cell : 0321-3531922

www.barkatulmadina.com

E-mail : barkatulmadina@gmail.com

نام کتاب : تذکرہ جمیل
نگارش : حضرت مولانا محمد ابراہیم خوشتر صدیقی قادری رضوی
سن اشاعت : شوال المکرم ۱۴۳۳ھ بمطابق ستمبر ۲۰۱۲ء
صفحات : 296
تعداد : 1200
قیمت : -/250روپے
ناشر : مکتبہ برکات المدینہ، جامع مسجد بہار شریعت، بہادر آباد، کراچی
فون:0213-4219324 0321-3531922
Website: www.barkatulmadina.com E-mail: barkatulmadina@gmail.com

ملنے کے پتے

ضیاء القرآن پبلی کیشنز، اردو بازار، کراچی۔ فون:021-32212011
مکتبہ غوثیہ، پرانی سبزی منڈی، کراچی۔ فون:021-34926110
مکتبہ قادریہ، پرانی سبزی منڈی، کراچی۔ فون:021-34944672
جیلانی پبلشرز، فیضان مدینہ، کراچی۔ فون:021-34911580
مکتبہ رضویہ، آرام باغ، کراچی۔ فون:021-32627897
شبیر برادرز، اردو بازار، لاہور۔ فون:042-37246006
زاویہ پبلشرز، دربار مارکیٹ، لاہور۔ فون:042-37248657
مکتبہ جمال کرم، دربار مارکیٹ، لاہور۔ فون:042-37324948
مکتبہ نوریہ رضویہ، دربار مارکیٹ، لاہور۔ فون:042-37313885
فرید بک سٹال، اردو بازار، لاہور۔ فون:042-37224899
کتب خانہ امام احمد رضا، دربار مارکیٹ، لاہور۔ فون:0313-8222336
مکتبہ بہار شریعت، دربار مارکیٹ، لاہور۔ فون:0322-4304109
صراط مستقیم پبلیکیشنز، دربار مارکیٹ، لاہور۔ فون:042-37115771
دار النور، دربار مارکیٹ، لاہور۔ فون:042-37247702
مکتبہ اعلیٰ حضرت، دربار مارکیٹ، لاہور۔ فون:042-37247301
پروگریسو بکس، اردو بازار، لاہور۔ فون:042-37352795
ادارہ رضائے مصطفیٰ، چوک دارالسلام، گوجرانوالہ۔ فون:055-4217986
مکتبہ مہریہ کاظمیہ، نیو ملتان۔ فون:061-6560699 مکتبہ نبویہ، گنج بخش روڈ، لاہور

شاہ حامد رضا پیشوائے زمن
ذکر اس کا ہے اب بھی چمن در چمن

نام تھا اس کا حامد وہ محمود تھا
ذات تھی اس کی تنہا اک انجمن

آئینہ عکس بندیاں

تعارفِ مصنف

از مولانا محمد شہاب الدین رضوی بہرائچی

ماخوذ از "مفتی اعظم اور ان کے خلفاء"

ولادت

سیاح عالم حضرت علامہ مولانا الحاج الشاہ محمد ابراہیم خوشتر رضوی بن محمد صدیق مرحوم اعلیحضرت امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہٗ کے وصال پر ملال ۲۵ صفر المظفر ۱۳۴۰ھ کے ۸ سال ۸ ماہ چھ دن بعد ۲ شوال المکرم بروز ہفتہ ۱۳۴۸ھ مغربی بنگال چوبیس پرگنے کے ریلوے جنکشن بنڈیل میں پیدا ہوئے۔

تعلیم و تربیت

علامہ مولانا محمد ابراہیم خوشتر رضوی کی تعلیم کا آغاز مشہور ریلوے ورکشاپ شہر جمال پور ضلع مونگیر بہار سے ہوا۔ ابتدائی تعلیم اردو فارسی حساب و کتاب کے علاوہ حفظ قرآن مجید کی تکمیل یہیں حافظ نصیر الدین سے کی۔ علامہ خوشتر کے زندگی کی صرف دس بہاریں گذری تھیں کہ حفظ قرأت و تجوید کی سعادت لازوال سے مالا مال ہو گئے۔

علامہ محمد ابراہیم خوشتر مولانا احسان علی رضوی مظفر پوری کی معیت اور اُن کی سرپرستی میں بریلی شریف آئے اور یہاں پر دار العلوم منظر اسلام، دار العلوم مظہر اسلام بریلی میں تعلیمی وابستگی اختیار کی۔ حدیث، اصول حدیث، فقہ، اصول فقہ، نحو، صرف وغیرہ علوم و فنون میں کمال حاصل کیا۔

مولانا غلام یزدانی رضوی اعظمی کے ایماء پر آپ جامعہ رضویہ مظہر اسلام فیصل آباد پہنچے۔ اور وہاں محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد رضوی کی خدمت میں حاضر ہو کر خصوصیت کے ساتھ کتب حدیث کا دورہ کیا، اور مظہر اسلام فیصل آباد سے سند فراغت حاصل فرمائی۔

اساتذہ کرام

علامہ خوشتر رضوی کے اساتذہ میں وہ آفتاب و ماہتاب زمانہ ہیں جنکا چرچا آج عالم میں ہو رہا ہے۔ جو علم و فضل، زہد و تقویٰ، ریاضت و عبادت اور میدان افتا میں کامل و اکمل ہیں۔

۱۔ شہزادۂ اکبر اعلیحضرت حجۃ الاسلام مولانا مفتی محمد حامد رضا قادری بریلوی۔

۲۔ تاجدار اہلسنت مفتی اعظم مولانا الشاہ مصطفےٰ رضا نوری بریلوی۔

۳۔ ادیب عصر ابو المعانی مولانا ابرار حسن رضوی تلہری مدیر ماہنامہ یادگار رضا بریلی

۴ - بحر العلوم حضرت مولینا مفتی سید محمد افضل حسین رضوی مونگیری

۵ - محدث اعظم بریلی علامہ مولینا ابو الفیضان محمد احسان علی رضوی مظفر پوری

۶ - نبیرۂ اعلیحضرت مفسر اعظم ہند مولانا محمد ابراہیم رضا جیلانی بریلوی

۷ - محدث اعظم پاکستان مولانا ابو الفضل محمد سردار احمد رضوی بانی جامعہ رضویہ مظہر اسلام فیصل آباد

۸ - استاذ العلماء مولانا مفتی تقدس علیخاں رضوی بریلوی شیخ الحدیث جامعہ راشدیہ پیر جو گوٹھ

۹ - حضرت علامہ مولینا غلام یزدانی رضوی اعظمی سابق مدرس دار العلوم مظہر اسلام بریلی

۱۰ - ادیب شہیر مترجم کتب متعددہ علامہ شمس الحسن شمس بریلوی مقیم کراچی

درس و تدریس

علامہ ابراہیم خوشتر ۱۹۵۵ء میں بریلی شریف سے فیصل آباد پہنچے اور تدریسی زندگی کا آغاز گوجر خاں ضلع راولپنڈی سے کیا۔ پھر ساہیوال میں ۱۹۶۲ء تک قیام پذیر رہے اُن شہروں میں خطابت وامامت کے ساتھ دار العلوم رحمانیہ گوجر خاں، جامعہ شرقیہ رضویہ ساہیوال کے اہتمام اور درس و تدریس کی خدمت بھی متعلق رہی۔

علامہ خوشتر ۱۹۶۳ء میں خطیب کی حیثیت سے کولمبو (سیلون) تشریف لے گئے، یہاں پر صرف چند ہی ماہ میں خانقاہی فتوحات کا دروازہ کھل گیا۔ یہاں پر بھی تدریسی سلسلہ شروع کیا۔ آپنے حلقۂ ذکر و فکر کا غلغلہ بلند کیا۔ اور بہت سے افراد کو سلسلہ رضویہ میں داخل فرمایا۔

بیعت و خلافت

علامہ محمد ابراہیم خوشتر بڑی خوبیوں کے حامل ہیں۔ آپنے محدث اعظم پاکستان مولانا محمد سردار احمد رضوی کی معیت میں پہلا حج کیا۔ کراچی کے زمانہ قیام میں حکیم الاسلام مولینا حسنین رضا رضوی بریلوی کی صحبت و خدمت حاصل رہی۔ مدینہ طیبہ میں قطب مدینہ مولانا ضیاء الدین احمد مدنی رضوی کی خدمت میں ۴۰ دن حاضر رہ کر فیض باطن اور اجازت بیعت سے مالا مال ہوئے۔ کولمبو (سیلون) سے واپسی پر بریلی شریف کی حاضری سے شرفیاب ہوئے اور حضور مفتی اعظم مولانا مصطفیٰ رضا نوری بریلوی قدس سرہ نے اپنی اجازت و خلافت سرا پا کرامت عطا فرمائی اور سند خلافت پر ولد اعز الکرم نشان منزل بھی دیا اور اپنا دیا ان "سامان بخشش" بھی علامہ خوشتر کو عطا فرمایا۔

علامہ خوشتر کو حجۃ الاسلام مولانا مفتی محمد حامد رضا بریلوی نے بھی اجازت عطا فرمائی اور قیام کراچی کے دوران مفسر اعظم ہند مولانا محمد ابراہیم رضا بریلوی نے بھی آپکو سلسلہ قادریہ رضویہ حامدیہ میں اجازت سے سرفراز فرمایا۔

عالمی سیر و سیاحت

حضرت علامہ محمد ابراہیم خوشتر رضوی ۱۹۶۳ء میں کولمبو اور ۱۹۶۵ء کو مارشیس سرواد اور مذہبی حیثیت سے مقیم رہے۔ جامع پورٹ لوئس مسجد (افریقہ) میں امامت وخطابت کے ذریعہ رشد و ہدایت، تبلیغ و اشاعت کا شاندار آغاز کیا ــــــــ امام احمد رضا بریلوی کے نام کا تعارف اور کام کی ہمہ گیر اشاعت آپ کی زندگی کا مقصد زریں ہے۔

۱۹۶۹ء میں مارشیس سے مع اہل و عیال حج و زیارت کی سعادت حاصل کی۔ اور آپ کو مشرق وسطیٰ کی سیاحت کا موقع میسر آیا۔ ۱۹۷۲ء میں کراچی پھر ۱۹۷۳ء میں کولمبو سیلون پہنچے اور اسی سال تیسری بار حج و زیارت کا موقع ملا۔ شام و عراق کے مزارات کی زیارت کرتے ہوئے شہنشاہ بغداد غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حضور حاضر ہوئے۔ بعدہٗ مارشیس کی طرف رخ کیا۔ قضا و قدر کے فیصلے کے مطابق پھر پاکستان تشریف لائے۔ اور یہاں سے ۱۹۷۵ء میں برطانیہ کا تبلیغی سفر اختیار کیا۔ اور اس طرح مسلک امام احمد رضا بریلوی کا فیضان یورپ تک پہنچا۔ علامہ خوشتر کی بدولت یورپ کے ہر علاقہ میں عرس قادری رضوی، یوم امام احمد رضا کی دھوم مچ گئی۔

علامہ ابراہیم خوشتر نے ۱۹۹۰ء/۱۴۱۰ھ میں پیرس کا تبلیغی سفر فرمایا اور یہاں پر ہونے والے گیارہویں اور محرم کے پروگراموں میں شرکت کی اور امام احمد رضا بریلوی کا پیغام سنایا۔ علامہ خوشتر اس وقت مانچسٹر برطانیہ میں قیام گزیں ہیں اور مسلک اہلسنت کا کام پوری دنیا میں کر رہے ہیں

شعر و شاعری

حضرت علامہ محمد ابراہیم خوشتر شعر و شاعری کے میدان میں بھی ایک اہم مقام رکھتے ہیں، آپ نے شعر گوئی تاجدار علم و فن مفتی اعظم قدس سرہٗ سے سیکھی۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے کلام میں وہ چاشنی پائی جاتی ہے جو دوسرے شعراء کے مقابلے میں درجہ اتم کا درجہ رکھتی ہے۔ تخلص "خوشتر" اختیار کیا۔ مفتی اعظم کے وصال پر ملال پر ۱۴۰۲ھ میں "فراق مفتی اعظم ہند" (۱۹۸۱ء) کے عنوان سے ایک تاریخی منقبت کہی جو ۳۵ اشعار پر مشتمل ہے نمونے کے طور پر چند شعر ملاحظہ ہوں ـــــ

کیا بتاؤں کون کیسا مقتدا اب آ رہا ۔۔۔ مقتدا کہتے تھے جس کی اقتدا جاتا رہا

خوبصورت خوب سیرت خوش لقا جاتا رہا ۔۔۔ خوبیٔ خوباں کا جو معیار تھا جاتا رہا

احمد نوری نے دی جس کی ولادت کی خبر ۔۔۔ اس بشارت کی خبر کا مبتدا جاتا رہا

جس نے دی تھی یہ دعا خوشتر کو خوشتر کر خدا ۔۔۔ آہ وہ خوشتر کا خوشتر خوش ادا جاتا رہا

تذکرۂ جمیل کی توثیقِ جلیل

ادیبِ شہیر حضرت علامہ شمس الحسن صاحب شمس بریلوی کراچی پاکستان

افراد کی داستانہائے حیات ہوں یا انفرادی سوانح عمریاں، ان کی نگارش کا طریقہ کار برصغیر پاک و ہند میں موجودہ صدی ہجری میں شروع ہوا۔ اس سے قبل عربی مورخین ہی کے اس طریقے کو اپنایا جاتا تھا اور طبقات ہی کی ہیئت اور نوعیت میں کتب سوانح مرتب کی جاتی تھیں۔ طبقات کے سلسلے میں یہ وثوق سے کہا جاسکتا ہے کہ کوئی ایسا فن نہیں ہے جس پر ان مورخین حضرات نے کتب طبقات مرتب نہ کی ہوں۔

تاریخ ملوکیت کے بعد بھی وہ صنف انشاء ہے جو انشاپردازی کی دوسری اصناف سے کامیاب اور مقبول رہی ہے۔ یہ تاریخ نگاری ہی کی ایک نوع خاص ہے۔ طبقات نگاری کا بنیادی اور مرکزی نقطہ فن اسماء الرجال ہے۔ دوسرے علوم کی طرح علم "اسماء الرجال" پر بھی ہمارے اسلاف کرام نے جن کا تعلق عرب و عجم اور ماورائے ہند و پاک سے تھا ایک گرانقدر سرمایہ اپنی یادگار چھوڑا ہے۔ اور آج بھی یہ سرمایہ ہماری دسترس میں ہے۔ اور جب تک فن حدیث باقی ہے اور انشاء اللہ قیامت تک باقی رہے گا، یہ فن بھی زندہ رہے گا کہ دونوں کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ فن اسماء الرجال کا یہ سرمایہ اور اس موضوع پر مرتب ہونے والی تالیفات راویانِ حدیث مبارکہ کے بہت ہی مختصر احوال پر مشتمل ہیں۔ جس کا سبب یہ ہے کہ لاکھوں راویانِ حدیث میں سے ہر ایک کے لئے اگر دو یا چار سطریں مخصوص کر دی جاتیں تو ان سطور کی تعداد لاکھوں سے متجاوز ہوگی۔ اور ان کے لئے لاکھوں صفحات درکار ہوں گے جن کا انصرام اشاعت ممکن نہیں ہے۔ پس ہر ایک راوی کے لئے ایک دو سطروں کو کافی سمجھا گیا۔ جس میں ان کا اسم گرامی مع کنیت (اگر کنیت ہے) مقام ولادت و مقام وفات اور بحیثیت راوی ان کے سرمایہ اعتبار کو بیان کر دیا گیا ہے۔

تدوینِ حدیث کا سلسلہ چوتھی صدی ہجری کے اوائل سے ختم ہوگیا۔ قرن ہائے ماقبل میں حدیث مبارکہ کی صحت اور اس کے دیگر خصوصیات روایت کے اظہار کے لئے فن اسماء الرجال پر کتب تالیف ہونا شروع ہوگئی تھیں۔ کتب اسماء الرجال کی تالیف و تدوین کے بعد "طبقات" پر بھی کتب کی تالیف کا کام شروع ہوگیا۔ چھٹی صدی ہجری سے آٹھویں صدی ہجری کے درمیان طبقات پر جو کتابیں تالیف ہوئیں ان میں یہ کتابیں بہت معتبر سمجھی جاتی ہیں۔ واضح ہو کہ یہ کتب طبقات عمومی پر نہیں ہیں بلکہ طبقات المحدثین پر ہیں۔

① علامہ شیخ ابوالولید یوسف بن عبدالعزیز دباغ		م ۵۴۶ھ	طبقات المحدثین
② علامہ حافظ ابن الجوزی		م ۵۹۷ھ	〃
③ علامہ محدث ابن دقیق العید		م ۷۰۲ھ	〃
④ علامہ ابوعبداللہ شمس الدین محمد	المعروف بہ علامہ ذہبی	م ۷۴۸ھ	〃
⑤ علامہ تقی الدین محمد بن ابی فہد مکی		م ۸۷۱ھ	〃

پانچویں صدی ہجری ہی میں طبقات نگاری ایک مستقل موضوع نگارش بن گیا تھا۔ اور اس قدر تیزی سے اس موضوع پر کتب تالیف کی گئیں کہ اگر صرف اس موضوع طبقات ہی پر نگارشات کو شمار کیا جائے تو ان کتابوں سے اسلامی ادب کا ایسا وقیع سرمایہ مرتب ہو جائے گا کہ کوئی دوسری زبان اس کا جواب پیش نہیں کر سکے گی۔

طبقات صحابہ کرام پر تالیف ہونے والی کتب میں طبقات ابن السعد کو اوّلیت کا شرف حاصل ہے کہ یہ تیسری صدی ہجری کی تالیف ہے۔ طبقات ابن سعد کے بعد "الاستیعاب" ہے جس کے مصنف امام ابوعمر یوسف بن عبدالبر اندلسی ہیں۔ یہ پانچویں صدی کے اوائل میں مرتب ہوئی۔ طبقات ابن سعد کی طرح "الاستیعاب" بھی طبقات صحابہ پر مشہور و معتمد کتاب ہے۔ ساتویں صدی ہجری میں طبقات صحابہ پر مرتب ہونے والی مشہور کتاب "اُسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ" ہے۔ جو علامہ ابن اثیر جزری م ۶۳۰ھ کی ایک مقبول اور مستند تصنیف ہے۔ آج بھی اس کا ترجمہ (اردو) دستیاب ہے۔ مصر میں اصل کتاب شائع ہو چکی ہے۔ "اسد الغابہ" کے بعد علامہ ابن حجر عسقلانی کی

"الاصابہ فی تمیز الصحابہ" ہے۔ جو نویں صدی ہجری کے اوائل میں تالیف ہوئی۔ اور آٹھ ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے۔

جب اصحاب فکر ونظر نے دیکھا کہ صحابہ کرام کے حالات پر (اگر وہ مختصر ہی صحیح) بہت کچھ لکھا جاچکا ہے تو انھوں نے حضرات تابعین وتبع تابعین کے احوال کو موضوع نگارش بنایا۔ اس موضوع پر مرتب ہونے والے طبقات میں ان طبقات نے زیادہ شہرت حاصل کی۔

(١) علامہ خطیب البغدادی — م ٤٦٣ھ طبقات یا تاریخ بغداد

(٢) علامہ حافظ ابوالقاسم ابن عساکر المعروف بابن عساکر — م ٥٧١ھ طبقات یا تاریخ دمشق

(٣) امام ہمام شیخ عبداللہ یافعی — م ٧٦٨ھ مراۃ الجنان

(٤) امام احمد المطلبی — ٦٦٠ھ تاریخ حلب

(٥) علامہ عبدالحی بن العماد حنبلی — م ١٠٨٩ھ شذرات الذہب

(آٹھ ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے)

شذرات الذہب دنیائے علم وادب کی مشہور کتاب ہے۔ اور بعد کے مصنفین کے لئے ایک اہم ماخذ ہے۔ یہ کتاب ہزار سالہ ارباب علم وفضل اور اکابر ملت کا تذکرہ ہے۔

علامہ قاضی احمد بن خلکان — م ٦٨١ھ وفیات الاعیان

یہ کتاب حضرات تابعین رضی اللہ عنہم کے احوال وتذکرے سے شروع کی گئی ہے اور ساتویں صدی ہجری کے وسط تک ملت اسلامیہ میں جو اکابر علماء وصلحاء اور ادیب گذرے تھے ان کے سوانح اور تراجم تحریر کئے ہیں۔ طبقات اور سوانح میں یہ بہت ہی معتبر کتاب ہے۔ اب تک طبقات پر جو کتابیں تالیف ہوئیں وہ کسی ایک صدی سے مخصوص نہیں تھیں۔ اب مصنفین اور مولفین نے اس عہد میں ایک نئی راہ نکالی اور کئی ایک مصنف نے کسی ایک صدی کے اکابر، اولیاء، فضلاء کے احوال کو اپنی تالیف میں منضبط کیا۔ اس سے ایک اہم فائدہ یہ ہوا کہ ہزاروں اسامی کو منضبط کرنے والی طبقات کی تالیف میں احوال بہت ہی اختصار سے قلمبند کئے جاتے تھے اب ایک صدی کے ادباء وفضلاء کی تحقیق نے قدرے تفصیل کی گنجائش پیدا کردی۔

ان طبقات قرنیہ (یا قرن وار طبقات) کا آغاز آٹھویں صدی ہجری کے اکابر، اولیاء، وصلحاء سے کیا گیا۔ اور

(١) علامہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے کتاب کو "الدرۃ الکامنۃ فی اعیان المأۃ الثامنۃ" سے موسوم کیا۔ یہ آٹھویں صدی ہجری کے اکابر واعیان پر مشتمل ہے۔ چار ضخیم جلدوں پر تمام ہوتی ہے۔

(٢) علامہ حافظ محمد بن عبدالرحمٰن سخاوی م ٩٠٢ھ "الضوء اللامع فی اعیان القرن التاسع" کے نام سے موسوم ہے۔ نصف صدی ہجری کے علماء وفضلاء اور اکابر کے احوال پر مشتمل ہے بارہ جلدوں پر مشتمل ہے۔

(٣) علامہ حافظ نجم الدین دمشقی م ١٠٦١ھ "الکواکب السائرۃ فی اعیان المأۃ العاشرۃ"

(٤) علامہ محمد بن المحبی دمشقی م ١١١١ھ "خلاصۃ الاثر فی اعیان الحادی عشر" بارہ جلدوں پر مشتمل ہے

(٥) علامہ المحبل المرادی دمشقی م ١٢٠٦ھ "سلک الدرر فی اعیان القرن الثانی عشر"

(٦) علامہ شیخ عبدالرزاق البیطار دمشقی ١٣٣٥ھ "حلیۃ البشر فی اعیان القرن الثالث عشر"

(٧) علامہ راغب طباخ م ١٣٧٠ھ اعلام النبلاء

اعلام النبلاء نے قبول عام کی سند حاصل کی، حلب، کے ان اکابر مصنفین اور اکابر علماء کے احوال پر مشتمل ہے جن کا تعلق تیرہویں صدی ہجری اور وسط قرن چہاردہم ہجری سے تھا۔ جو مملکت شام سے تعلق رکھتے تھے۔ تیرہویں صدی ہجری کے اعیان واکابر پر ایک اور مشہور کتاب شائع ہوئی جس کے مصنف

(٨) علامہ شیخ جمیل شطی دمشقی م ١٣٧٩ھ ہیں۔ کتاب کا نام "روض البشر فی اعیان قرن الثالث عشر" ہے۔

(٩) علامہ محمود شکری آلوسی م ١٣٤٢ھ المسک الاذفر

یہ طبقات پر بہت مشہور کتاب ہے۔ تیرہویں صدی اور چودھویں صدی کے اوائل تک جو اکابر علماء بغداد میں گذرے ہیں ان کے سوانح اور احوال پر مشتمل ہے۔

مصر وشام وعراق وحجاز کے اکابر علماء اور مصنفین کے احوال بھی بعض کتب تالیف ہوئیں ان میں مصر کے مشہور ادیب جرجی زیدان کی کتاب طبقات پر "اشہر مشاہیر الشرق" بہت پسند کی گئی

یہ طبقات مذکورہ میں کسی ایک طبقے کیلئے مختص نہیں ہے۔ ان طبقات میں اکابر ملت، علمائے کرام، ادباء، صوفیاء اور زہاد حضرات سب ہی شامل تھے جنہوں نے اپنے اپنے عصر میں شہرت کے منازل طے کئے۔ اس لئے ان طبقات کے ادبی اصلاحی طبقات الرجال سے الگ ہو جاتے ہیں احوال اکابر و مصنفین پر شعبہ وار یا صنف وار طبقات کا دائرہ چونکہ بہت وسیع ہے۔ اس کو ایک کتاب میں جمع کر دینا محال ہے۔ اس لئے صاحبان تصنیف و تالیف نے ایک ایک فن اور ایک ایک علم کے ارباب فضل و کمال کے احوال کے جمع کرنے پر قلم اٹھایا چنانچہ طبقات الادباء، طبقات الحفاظ (محدثین کرام کا تذکرہ) طبقات المفسرین، طبقات الفقہاء، طبقات الشافعیہ، طبقات الحنابلہ، طبقات الحنفیہ، طبقات الصوفیہ، یہ کتابیں تصنیف کی گئیں۔ یہاں اتنا موقعہ نہیں کہ میں ان تمام طبقات کا آپ سے تعارف کراؤں۔

اس برصغیر پاک و ہند میں ان کتب طبقات سے متاثر ہو کر آٹھویں صدی ہجری میں امیر خورد کرمانی (م ۷۷۰ھ) نے "سیر الاولیاء" مرتب کی۔ جس میں بعض اکابر خاندان چشتیہ کا تذکرہ ہے سیر الاولیاء کے بعد برصغیر پاک و ہند کے مشہور صوفی شیخ جمالی کا تذکرہ "سیر العارفین" ہے یہ دسویں صدی ہجری میں مرتب ہوا اس میں سلسلہ چشتیہ کے جید بزرگوں اور سلسلہ سہروردیہ کے سات مشائخ کا تذکرہ ہے۔ اس کے بعد آٹھویں صدی ہجری کے مشہور محدث علامہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے "اخبار الاخیار" مرتب فرمایا۔ یہ مشائخ ہند (صوفیائے ہند) کا ایک جامع تذکرہ ہے اور آج بھی اصل متن فارسی اور اردو میں دستیاب ہے۔ جس طرح سیر العارفین ان دو خانوادوں یعنی چشتیہ اور سہروردیہ کا ایک منتخب تذکرہ ہے۔ اسی طرح علاقائی نقطۂ نظر سے عہد جہانگیری میں لکھا جانے والا ایک تذکرہ "حدیقۃ الاولیاء" ہے۔ یہ تذکرہ سندھ کے مشائخ سے مخصوص ہے حدیقۃ الاولیاء کا متن فارسی ہے۔ عہد جہانگیری کا ایک اور تذکرہ صوفیہ یا طبقات مشائخ گلزار ابرار ہے۔ جس کے مؤلف شیخ غوثی مانڈوی ہیں۔ لیکن یہ تذکرہ مستند حالات پر مبنی نہیں ہے اس وجہ سے مقبول نہیں ہوا ہے۔ اس کا اصل متن نایاب ہے۔ صرف ترجمہ "گلزار ابرار" کے نام سے ملتا ہے۔

گلزار ابرار کے بعد "حضرات قدس" ایک قابل ذکر تذکرہ ہے۔ مشائخ نقشبندیہ کا

ایک مستند اور معتبر تذکرہ ہے۔ جس کو ہم "طبقات مشائخ نقشبندیہ" سے تعبیر کر سکتے ہیں۔ یہ تذکرہ مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کے بعد آپ کے ایک مرید خاص مولانا بدرالدین احمد سرہندی نے مرتب کیا ہے۔

شاہجہانی عہد میں طبقات مشائخ پر دو تذکرے قابل ذکر ہیں۔ یہ دونوں تذکرے شاہزادہ مظلوم و مقتول دارا شکوہ کے خامۂ حقیقت نگار کا اثر ہیں۔ "سکینۃ الاولیاء" حضرت میاں میر اور ان کے خلفاء کے حالات پر مشتمل ہے۔ اور دوسرا "سفینۃ الاولیاء" ہے جس کا سال تصنیف ۱۶۴۰ء ہے۔

سفینۃ الاولیاء میں ۴۱۱ بزرگان دین و ملت یعنی ارباب طریقت کا ذکر ہے۔ لیکن اختصار کے ساتھ دونوں تذکروں کی زبان فارسی ہے۔ ایران اور برصغیر پاک و ہند سے یہ مخطوطات اور ان کے ترجمے شائع ہو چکے ہیں۔ برصغیر پاک و ہند میں صوفیائے کرام کے ان مختصر تذکروں کے علاوہ شاہی سرپرستی میں طبقات الامراء بھی مرتب ہوئے۔ طبقات الامراء میں "ذخیرۃ الخوانین" دور شاہجہانی کا ایک گرانقدر "تذکرۃ الامراء" ہے۔ زبدۃ المقامات اور حضرات قدس بھی خاندان نقشبندیہ کے جامع تذکرے ہیں۔ جن کا تعلق گیارہویں صدی ہجری سے ہے۔ ان دو میں "زبدۃ المقامات" کی حیثیت تو ایک سوانح عمری کی ہے۔ البتہ "حضرات قدس" اکابر و مشائخ سلسلۂ نقشبندیہ کا معتبر تذکرہ ہے بارہویں صدی ہجری میں "مآثر الکرام" سید آزاد بلگرامی کے قلم سے ایک گرانقدر تذکرہ ہے۔ اگرچہ بظاہر اس کی حیثیت ایک علاقائی تذکرہ کی ہے کہ اس میں علماء و صلحائے بلگرام کا ذکر ہے۔ لیکن حقیقتاً اس میں برصغیر پاک و ہند کے بہت سے علمائے کرام اور مشائخ عظام کا ذکر آ گیا ہے۔ اور اس کی حیثیت ایک عمومی تذکرہ کی ہو گئی ہے۔ "مآثر الکرام" اپنے محاسن کے باعث بہت مقبول ہوا۔ اور اس کی قبولیت نے اس برصغیر میں اصحاب فکر اور ارباب قلم کو تذکرہ نگاری کی راہ پر سرگرم رفتار بنا دیا۔ چنانچہ مآثر الکرام کے بعد برصغیر پاک و ہند میں متعدد تذکرے بحیثیت طبقات کئے گئے۔

تیرہویں صدی کے اواخر اور چودھویں صدی میں طبقات پر لکھی جانے والی کتب یا تذکروں

میں حکیم غلام سرور لاہوری کا "تذکرہ خزینۃ الاصفیا" (جسکی زبان فارسی ہے) "تذکرہ علمائے ہند یا تذکرہ رحمٰن علی" (متن کی زبان فارسی ہے) "فوائد البہیہ" از علامہ عبدالحئی لکھنوی (فرنگی محلی) اور "حدائق الحنفیہ" از علامہ فقیر محمد جہلمی یادگار تذکرے یا کتب طبقات ہیں۔ "حدائق الحنفیہ" کی اشاعت ۱۳۱۲ھ کے بعد ایک اور مبسوط تذکرہ "نزہۃ الخواطر" جو آٹھ جلدوں پر مشتمل ہے اور جسکی ساتویں اور آٹھویں جلد کسی قدر ضخیم ہے شائع ہوا۔ نزہۃ الخواطر کے سلسلہ میں شمس بریلوی آئندہ اوراق میں کچھ تفصیل پیش کرے گا۔ یہاں مختصر فوائد البہیہ، تذکرہ رحمٰن علی اور حدائق حنفیہ کے سلسلہ میں کچھ عرض کروں گا۔

فوائد البھیہ:۔ فاضل جلیل علامہ عبدالحئی فرنگی محلی (لکھنؤ) کی تصانیف متعددہ میں ایک بلند مقام رکھتی ہے۔ آپ نے یہ کتاب طبقات الشافعیہ اور جواہر المضیہ کے نہج واصول پر مرتب کی ہے لیکن علماء وفقہائے احناف کے مقابلہ میں اس میں علمائے شوافع کے تراجم زیادہ ہیں۔ متن کی زبان عربی ہے۔ اور اس کے ساتھ ایک حصہ "طرب الاماثل" کے نام سے شامل ہے جس میں ۲۹۹ حضرات کا تذکرہ بہت ہی اختصار کے ساتھ ہے۔ بہر حال فوائد البہیہ اپنی افادیت کے اعتبار سے ایک قابل قدر کوشش ہے۔ کتاب کا اختتام بروز شنبہ ۱۲ صفر المظفر ۱۲۹۲ھ کو ہوا۔ مقدمہ میں یہ صراحت نہیں ہے کہ اس کا آغاز کب کیا تھا۔

حدائق الحنفیہ:۔ فوائد البہیہ کے تکملہ ۱۲۹۳ھ اس کے تین سال بعد پنجاب کے ایک فاضل نبیل مولوی فقیر محمد جہلمی نے طبقات پر ایک عظیم کام سرانجام دیا۔ اب تک برصغیر پاک وہند میں طبقات پر لکھی جانے والی کتابوں کا متن عربی زبان میں یا فارسی زبان میں ہوتا تھا۔ مولانا فقیر محمد جہلمی نے "حدائق الحنفیہ" اردو زبان میں تحریر فرمائی اور اس میں امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے تیرہویں صدی ہجری کے اواخر تک جس قدر مشاہیر فقہائے احناف گذرے تھے، ان سب حضرات کے تراجم ان کی تصانیف وتوالیف کی تفصیل کے ساتھ معرض تحریر میں لائے۔ اس طرح حدائق الحنفیہ فقہائے احناف پر ایک گراں قدر کتاب طبقات ہے۔ فاضل نبیل نے ان تمام علماء وفقہائے احناف پاک وہند وورائے پاک وہند کے تراجم پیش کر دیئے ہیں جو تیرھویں صدی کے

کے اختتام تک بقید حیات تھے۔ چودہویں صدی کے افاضل وفقہاء کے ذکر سے یہ کتاب خالی ہے صاحب کتاب نے سنہ ۱۳۳۴ھ میں داعی اجل کو لبیک کہا، اس لئے یہ اہتمام ناممکن تھا۔

تذکرہ علمائے ہند یا تذکرہ رحمٰن علی

چودہویں صدی ہجری میں "فوائد البہیہ" اور حدائق الحنفیہ کے بعد طبقات علمائے ہند پر یہ تذکرہ بہت ہی جامع ہے۔ اس میں ۶۴۱ ان علمائے کرام کے تراجم ہیں جن کا تعلق برصغیر پاک وہند سے رہا ہے۔ اگرچہ بعض ارباب علم وفضل کے تراجم نظر انداز ہوگئے ہیں شاید مولوی رحمٰن علی مرحوم کی ان کے احوال تک رسائی نہ ہوسکی۔

ان ۶۴۱ علماء میں شخصیت نگار یا صاحب ترجمہ کسی فن یا موضوع سے مختص نہیں ہے۔ بلکہ اس برصغیر پاک وہند میں جس شخصیت کو بحیثیت عالم جانا پہچانا جاتا تھا اور وہ اپنے علم وفضل کے باعث مشہور تھا اس کا ذکر طبقات علمائے ہند میں کیا گیا ہے۔ ضروری نہیں ہے کہ وہ کوئی مشہور محدث ہو یا فقیہ ہو۔ تذکرہ رحمٰن علی میں تراجم کی ترتیب قرن وار نہیں ہے۔ بلکہ تراجم کو بقید حروف ابجد بیان کیا گیا۔ فاضل نبیل نقیب بے عدیل امام احمد رضا خان نور اللہ مرقدہ کے حالات شرح وبسط کیساتھ بیان کئے ہیں اور آپکی ان کی متعدد تصانیف کا ذکر کیا ہے جن تک فاضل مؤلف کی رسائی ہوسکی ہے کل تصانیف مذکور نہیں ہیں کہ امام رضا علیہ الرحمۃ والرضوان کی تصنیف وتالیف کا سلسلہ سنہ ۱۳۴۰ھ تک جاری رہا جبکہ آپکا سال وفات سنہ ۱۳۴۰ھ ہے

تذکرہ علمائے ہند سنہ ۱۳۰۵ھ میں مکمل ہوا اور مطبع نولکشور (لکھنؤ) سے سنہ ۱۳۳۲ھ میں پہلی بار شائع ہوا۔ تذکرہ علمائے ہند کی تکمیل سے قبل تاریخ شعرائے اردو کے مصنف یعنی صاحب گل رعنا حکیم عبدالحئی ندوی نے علمائے احناف کا ایک تذکرہ لکھنا شروع کیا۔ جو تیس سال کی محنت شاقہ کے بعد آٹھ جلدوں میں مکمل ہوا (ساتویں اور آٹھویں جلد ضخیم ہے۔ باقی جلدیں اوسط ضخامت کی ہیں) مقدمہ میں اس تذکرہ یعنی نزہۃ الخواطر کے مصنف کے فرزند مولوی ابوالحسن ندوی (جو خود بھی متعدد کتب کے مصنف ہیں)

اس طرح "نزہۃ الخواطر" کا تعارف کراتے ہیں۔

نُزهَةُ الخَواطِر

"قد كانت ساعة سعيدة حين تقرر السيد عبد الحي بن فخر الدين الحسني (ولادت ۱۲۸۶ھ وفات ۱۳۴۱ھ) في فجر القرن الرابع عشر الهجري ان يؤلف كتابا في تراجم علماء الهند واعيانها من القرن الاسلامي الاول حين دخل فيها الاسلام الى قرن الرابع عشر الذي يعيش فيها"

یعنی

چودھویں صدی کے آغاز کی وہ کیسی ساعت سعیدہ تھی جبکہ سید عبد الحی ابن فخر الدین الحسنی (ولادت ۱۲۸۶ھ وفات ۱۳۴۱ھ) نے یہ طے کیا کہ ایک ایسی کتاب مرتب کریں جس میں ہندوستان میں اسلام کے آغاز سے چودھویں صدی ہجری تک (جس میں وہ بقید حیات تھے) کے علماء و اکابر ملت کے حالات (تراجم) پیش کئے جائیں"۔ [1]

اس عظیم کتاب (نزہۃ الخواطر) کی تکمیل میں سید عبد الحی ندوی نے تیس سال کی طویل مدت صرف کی، بہت کم ایسی کتابیں ہیں جن کی تالیف و ترتیب میں اتنا وقت صرف کیا گیا ہوگا۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ مشاہیر علماء و فقہاء اور اعیانِ ملت کے صحیح حالاتِ سوانح کے حصول میں ان کو کس قدر سعیٔ بلیغ کرنا پڑی۔ چنانچہ مقدمہ نگار سید ابو الحسن ندوی اس ضمن میں تحریر کرتے ہیں کہ۔

"اشتغل بهذ التاليف مثلا ثين سنة"

لیکن افسوس کہ اس تالیف کے اکثر تراجم (یعنی بعض علمائے کرام کے احوال کے بیان میں) انھوں نے سررشتہ اعتدال و انصاف کو ہاتھ سے چھوڑ دیا ہے۔ اور یہ عمل ان شخصیات کے ساتھ انہوں نے

[1] نزہۃ الخواطر کی جلد اول ساتویں صدی ہجری کے علماء کے حالات سے شروع ہوتی ہے۔ جو کہ پہلی صدی ہجری جیسا کہ مولوی ابو الحسن ندوی نے کہا ہے۔

روا رکھا ہے کہ جو ان کے مسلک ندویت یا دیوبندیت کے خلاف تھے۔ چنانچہ نابغۂ روزگار فقیہ و محدث بے نظیر علامہ شاہ احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ کے احوال کی نگارش میں ان کے علم و فضل اور ان کے کردار و سیرت کو خوب دل کھول کر مسخ کیا ہے۔ مدتوں تک کسی نے اس طرف توجہ نہیں کی۔ قیام پاکستان کے بعد جب کراچی میں ادارہ تحقیقات امام احمد رضا قائم ہوا اور اس ادارے کے تحت "معارف رضا" کا اجرا ہوا اس میں بعض محققین نے ان کے اس بغض و تعصب کا پردہ چاک کیا۔ حالانکہ اس سے قبل تذکرہ علمائے ہند (مولفہ مولانا رحمان علی) شائع ہو چکا تھا۔ اور انھوں نے اپنی اس تالیف میں اس سے استفادہ بھی کیا۔ لیکن امام احمد رضا قدس سرہٗ کے ترجمہ میں انصاف نہ کر سکے۔

حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ نے ۱۳۴۰ھ میں وصال فرمایا اس وقت تک کسی عقیدت کیش اور حقیقت نگار ادیب اور مصنف نے اس طرف توجہ نہیں کی کہ "مآثر الکرام" از علامہ آزاد بلگرامی کی طرح علمائے یوپی یا علمائے روہیلکھنڈ کا تذکرہ شائع کیا جاتے۔ اور علم و عرفان کے آسمان کے ان آفتاب و ماہتاب کے تراجم صحیح طور پر قلمبند کئے جاتیں۔ جنکی جلالتِ علمی کا شہرہ صرف ہند ہی میں نہیں بلکہ عرب و عجم تک پھیلا ہوا ہے۔ خصوصًا علم فقہ و حدیث، علم ہیئت و ہندسہ، علم جفر و تکسیر کے بے عدیل و بے مثیل فاضل علامہ شاہ احمد رضا خاں اور ان کے معاصرین و تلامیذ سے دنیا کو روشناس کرایا جائے۔ حالانکہ چودھویں صدی کے اواخر میں اردو زبان ترقی کے مدارج طے کر چکی تھی۔ اور ہر قسم کے علم و فن اور موضوع پر اردو زبان میں تصنیف و تالیف کا سلسلہ جاری و ساری تھا۔ اردو زبان میں متعدد تذکرے کئے گئے۔ مثلاً صباح الدین احمد نے بزم صوفیہ لکھی جس نے بڑی مقبولیت حاصل کی۔ یہ طبقاتِ صوفیۂ ہند پر ایک اچھی اور کامیاب کوشش ہے۔ اس کے بعد علیگڈھ مسلم یونیورسٹی کے پروفیسر خلیق احمد نظامی نے "تاریخ مشائخ چشت" لکھکر خانوادۂ چشتیہ کی خدمت کا حق ادا کر دیا۔ پروفیسر ظہور الدین شارب صاحب نے تذکرۂ اولیاء ہند و پاک مرتب کیا اور مقبول خاص و عام ہوا (اس تذکرے کو انھوں نے حضرت داتا گنج بخش لاہوری قدس اللہ سرہ سے شروع کر کے دیوہ شریف کے مشہور عظیم صوفی حضرت وارث علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے تذکرے پر ختم کیا ہے)

اس تذکرے سے قبل انھوں نے دلی کے بائیس خواجہ" کے نام سے ایک طبقات صوفیہ مرتب کیا تھا۔

انفرادی سوانح عمریوں میں مولانا شبلی نعمانی، الغزالی، النعمان، المامون، الفاروق، وغیرہ لکھکر اپنے علم وفضل کا لوہا منوا چکے تھے۔ آپ کے عظیم شاگرد مولانا سلیمان ندوی نے "سیرۃ عائشہ" (رضی اللہ عنہا) لکھی جو بہت پسند کی گئی۔ مولانا شبلی کے ایک معاصر مولانا حالی نے بھی اس راہ میں قدم اٹھایا اور اپنی سوانح عمریوں حیات جاوید (سوانح سرسید احمد خاں)، حیات سعدی، یادگار غالب وغیرہ کو لکھکر خوب نام پیدا کیا

ناسپاسی ہوگی اگر اس ذکر سے پہلو تہی کی جائے کہ امام احمد رضا قدس اللہ سرہٗ کی ضخیم سوانح عمری جس کی نگارش کا فخر حضرت مولانا ظفرالدین صاحب بہاری کو حاصل ہے اور" حیات اعلیٰحضرت" کے نام سے اسکی جلد اول مدت ہوئی شائع ہو چکی ہے۔ یہ جلد چار سو سے زیادہ صفحات پر مشتمل ہے لیکن خواجہ تاشان رضویت کی بے حسی کا یہ عالم کہ اب تک "حیات اعلیٰحضرت" کی باقی ماندہ جلدیں شائع نہیں ہو سکی ہیں ——— خیر! یہ تو ایک جملہ معترضہ تھا جو میرے قلم سے ہمیشہ اس سلسلے میں نکلتا رہتا ہے۔

الحمد للہ! کہ ۱۹۸۰ء سے کراچی میں" ادارہ تحقیقات امام احمد رضا" کا قیام ہوا۔ اور ہر سال اعلیٰحضرت رحمۃ اللہ علیہ کے علم وفضل کے بعض گوشوں پر ارباب نقد ونظر اپنی تحقیق اور کاوش فکر کے نتائج پیش کرتے رہے۔ اور بفضلہ تعالےٰ اب تک یہ سلسلہ جاری وساری ہے۔ ہر سال "معارف رضا" کے اجراء کے موقع پر بعض تحقیقاتی کتابچے بھی اعلیٰ حضرت نور اللہ مرقدہ کے بارے میں شائع ہوتے رہتے ہیں۔ یہاں ان کا ذکر نہیں کروں گا۔ "معارف رضا" کے کسی سالنامے سے اب ان حقائق تک پہنچ سکتے ہیں۔

اعلیٰحضرت فقیہ بے عدیل و بے مثیل محدث اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنے علم وفضل کی تابانیوں سے پاک وہند ہی نہیں بلکہ عرب وعجم کو بھی تابناک بنا یا تھا۔ آپ کے کمالات علمی کا

له اعلیٰحضرت نور اللہ مرقدہ کے مرید خاص خلیفہ مجاز اور نہایت ہی عزیز شاگردوں میں سے تھے اعلیٰحضرت کو ان پر بہت ناز تھا۔

شہرہ چہار دانگ عالم میں تھا۔ پھر یہ کس طرح قیاس کیا جا سکتا ہے کہ خود خانوادہ اعلیٰحضرت رحمۃ اللہ علیہ آپ کے علمی کمالات سے بہرہ ور نہ ہوں اور آپ کے جانشینان گرامی مرتبت جن سے میری مراد پسر اکبر حضرت مفتی محدث حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں اور پسر اصغر حضرت مفتی اعظم مولانا مصطفیٰ رضا خاں رحمہا اللہ تعالیٰ علیہم نے اپنے علم وفضل کی جھولیاں اپنے والد گرامی مرتبت کے کمالات علمی کے شذرات ذہبیہ سے نہ بھری ہوں۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ دونوں صاحبزادگان گرامی مرتبت اس معدن علم وفضل کی خدمت بابرکت میں ہر وقت شرف حضوری سے مشرف ہوتے رہتے تھے۔ اعلیٰحضرت رحمۃ اللہ علیہ دونوں صاحبزادگان کو اپنی نوازش علمی سے سرفراز فرماتے رہتے چنانچہ اعلیٰحضرت رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد ان دونوں بزرگوں نے اعلیٰحضرت کی تصانیف کی اشاعت اور ترویج میں حتی الوسع سعی فرمائی اور امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کے نام نامی کو اپنی علمی صلاحیتوں سے کام لے کر شہرت دوام کی بلندیوں تک پہونچاتے رہے۔ مگر حیف صد حیف کہ جسطرح اعلیٰحضرت شاہ احمد رضا قادری رحمۃ اللہ علیہ کے علمی کمالات خدادا صلاحیتیں، کاوش فکر ونظر اور تحقیق علم دفن مدتوں تک منظر عام پر نہ آسکے۔ اسی طرح حضرت حجۃ الاسلام اور حضرت مفتی اعظم رحمہا اللہ تعالےٰ کے علمی کمالات پردہ خفا میں رہے۔

میں حقیقت سے روگردانی نہیں کروں گا کہ اس سلسلے میں ایک بڑی رکاوٹ پاک وہند کے سیاسی حالات تھے۔ ہند کے مختلف صوبوں خصوصاً اتر پردیش میں انگریزی حکومت کے قیام نے مسلمانوں کی زندگی کو بہت ہی تلخ بنا دیا تھا۔ ایک تو مسلمانوں کی عمومی مالی حالت ہی کمزور تھی۔ ملازمتوں اور تجارت پر ہندو چھائے ہوئے تھے۔ مسلمانوں کے لئے روزگار کا حصول ایک بہت ہی اہم مسئلہ تھا۔ زمیندار پیشہ مسلمان کچھ پرسکون حالت میں تھے۔ تو ان کی بربادی اور ذہنی اضطراب کی صورت ہندو اکثریت نے یوں نکالی کہ زمینداری کو یک لخت ختم کر دیا۔ اور ۲۰ رسال کی مدت میں ادا ہونے والا معمولی سے معاوضے کی اسناد ان کے حوالے کر دی گئیں۔ اس پرآشوب حالات میں ایسا ذہنی سکون کہاں میسر تھا کہ اصحاب فکر ونظر قلم آزماتے اور اپنے بزرگوں کے حالات قلمبند کرتے۔ پھر یہ کہ اہلسنت وجماعت بہ حیثیت مسلم

صرف کانگریسیوں کی یورش نہیں تھی بلکہ قادیانیت اور دیوبندیت کی یورشیں اس پر مستزاد تھیں۔ چند سال اس دور ابتلا میں کسی نہ کسی طرح اہلسنت وجماعت نے بسر کیے کہ ۱۹۴۷ء میں تقسیم ہند اور قیام پاکستان نے مسلمانوں کی اقلیت والے صوبوں میں ایک قیامت صغریٰ برپا کردی۔ ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں گھرانے تباہ وبرباد ہوگئے۔ اس تباہ کاری میں کسے اتنا ہوش تھا کہ اپنے بزرگان دین وملت کی داستانہائے حیات کو معرض تحریر میں لاتا۔

محلہ سوداگران میں جہاں آفتاب رضویت کی ضوفشانیوں سے نگاہیں ہر وقت خیرہ رہتی تھیں اور عقیدت مندوں کی آمد ورفت سے ایک میلے کا سماں رہتا تھا۔ وہاں ۴۷ء سے ایک مرد مجاہد یعنی مولانا مصطفےٰ رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ کے سوا کسی اور مسلمان کا قیام نہیں تھا۔ مدرسہ منظر اسلام بھی کسی نہ کسی طرح اس گردش ایام میں اپنے سالانہ دور علمی کو پورا کر رہا تھا۔ حقیقت میں ان اسباب وعلل نے اور کچھ ہماری تن آسانی اور عدم دلچسپی نے خانوادہ امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کے ان علمی کارناموں کو پیش نہیں کیا۔ جو حضرت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں صاحب اور مولانا مصطفےٰ رضا خاں صاحب رحمہما اللہ کی یادگار کہے جاسکتے ہیں۔

الحمد للہ بڑی مسرت اور شادمانی کا مقام ہے کہ اعلیحضرت عظیم البرکت رحمۃ اللہ علیہ کے چشمۂ فیض سے سیراب ہونے والی ایک سرشار اور باخود خبردار ہستی یعنی الحاج حافظ قاری مولانا محمد ابراہیم خوشتر قادری سربراہ امور مذہبیہ برطانیہ، جنوبی افریقہ، ماریشس، بانی وسربراہ سنی رضوی سوسائٹی انٹرنیشنل سلمہ اللہ الباری، جو صرف اعلیحضرت نور اللہ مرقدہٗ کے شیدائی نہیں بلکہ خانوادۂ رضویہ سے والہانہ عقیدت رکھتے ہیں اور اس خانوادہ کے خلیفہ ماذون ومجاز ہیں، افریقہ ماریشس اور مانچسٹر میں فروغ رضویت کے لئے شب وروز کوشاں ہیں۔ اور جن کی ان مساعی کی یادگار ماریشس میں سنی رضوی اکاڈمی، خانقاہ قادریہ رضویہ، سنی رضوی عیدگاہ، قادری رضوی مرکزی مسجد، نیز ڈربن جنوبی افریقہ میں دارالعلوم منظر اسلام، سنی رضوی مرکز ودیگر مقامات میں سنی رضوی سوسائٹی انٹرنیشنل کا قیام جوان کا ایک انفرادی کارنامہ ہے اور خواجہ تاشان رضویت اس پر جتنا فخر کریں وہ کم ہے کہ بیرون پاک وہند میں رضویت کی بلند نشانیاں اور یادگاریں کوئی دوسرا قائم نہ کرسکا

(اللہ تعالیٰ آپ کی عمر دراز کرے اور فروغ رضویت کی توفیق مزید ارزاں فرمائے) اور وہاں اعلیحضرت رضی اللہ عنہ کے شہزادہ اکبر یعنی حضرت حجۃ الاسلام مولانا شاہ حامد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ کی جامع اور مبسوط سوانح حیات کی نگارش کو اپنا مقصد حیات بنایا۔ اور حضرت مولانا حامد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح حیات کے تار وپود کو سنوارا اور آراستہ کیا۔ جن کا سررشتہ امتداد زمانہ کے ہاتھوں جگہ جگہ سے گم تھا۔

میں خود ۱۹۳۴ء سے ۱۹۴۰ء تک دارالعلوم منظر اسلام سے وابستہ رہا ہوں اور اس چھ سال کی مدت میں حضرت حجۃ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے جو نوازشیں اور کرم مجھ پر مبذول فرمائے ان کو میں کبھی فراموش نہیں کرسکتا۔ حضرت حجۃ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کی سادہ مزاجی شہرت سے گریز کا مشاہدہ میں نے خود کیا ہے۔ دارالعلوم منظر اسلام کے انتظامیہ امور خاموشی کے ساتھ انجام دینا اور پھر علمی خدمات میں خاموش انہماک آپ کا وطیرہ تھا۔ ستائش ومدحت آپ کو پسند نہیں تھی۔ مریدین سے صرف وقتی روابط تھے۔ آپ نے کبھی اس طرف توجہ نہیں فرمائی کہ اپنے اوقات یومیہ اور مصروفیات شبانہ روز کو ضبط تحریر میں لائیں۔ تصنیف تالیف کا کام بھی نہایت خاموشی سے انجام دیتے تھے۔ چنانچہ میں نے آپ کی زبان سے یہ نہیں سنا کہ آپ "الدولۃ المکیہ" کا ترجمہ تحریر فرمارہے ہیں۔ ایسی خاموش زندگی کے احوال کو معرض تحریر میں لانا ایک بہت ہی مشکل کام ہے۔ حضرت خوشتر صدیقی جمالپوری نے اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ حضرت حجۃ الاسلام مولانا شاہ حامد رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی یہ سوانح حیات مرتب کرنے میں کس قدر کاوش کی ہوگی۔ اور سوانحی مواد کہاں کہاں سے حاصل کیا ہوگا۔

حضرت علامہ مولانا ابراہیم خوشتر صدیقی کی تعلیمی زندگی دارالعلوم منظر اسلام سے وابستہ ہے۔ آپ کا علمی شعور اسی دارالعلوم میں پروان چڑھا۔ اسی عظیم درسگاہ سے فضیلت کا شرف حاصل کیا۔ لیکن یہ وہ زمانہ تھا کہ دارالعلوم سے میری وابستگی ختم ہوچکی تھی اور میں یوپی کی مشہور درسگاہ اسلامیہ انٹر کالج سے وابستہ تھا۔ حضرت خوشتر صدیقی جمال پوری کے شب وروز دارالعلوم منظر اسلام کی علمی صحبتوں اور ان کے اساتذہ کرام کی قربتوں میں بسر ہوتے تھے۔ اسلئے

آپ کے ذہنِ صافی پر اس دور کے بہت سے نقش مرتسم تھے۔ ان ہی نقوش میں سے اکثر طغروہائے جمال کو آپ نے "تذکرۂ جمیل" میں پیش کر دیا ہے۔

میں سمجھتا ہوں کہ حضرت حجۃ الاسلام شاہ حامد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ کے ذکرِ جمیل کے بہت سے پہلو ایسے تھے جن سے بہت کم لوگ واقف تھے۔ خصوصًا آپ کی پاکیزہ جبلی زندگی آپ کی یومیہ معروفیات، آپ کی شاعری آپ کی زندگی کے دو پہلو ہیں جن کا اظہار میں نے آپ کی زبان سے کبھی نہیں سنا کہ اس میں "خودستائی" کا پہلو تھا۔ اور حضرت مولانا "خودستائی" سے بہت متنفر تھے۔ یقینًا جناب مولانا خوشتر جمال پوری کو اس سنگلاخ سے گذرنے میں بڑی دقت پیش آئی ہوگی۔ مگر آفریں ہے آپ کی ہمت کو کہ آپ نے وابستگانِ خانوادہ رضا سے یہ تمام معلومات فراہم کیں۔ اور ان کو خواجہ تاشانِ رضویت کے لئے جمع کر دیا۔ خانوادۂ رضا کے وابستگان سے مراد حضرت مولانا تقدس علی خاں صاحب، حضرت مولانا حسنین رضا خاں صاحب علیہما الرحمۃ اور دوسرے اکابرِ خاندان ہیں جو اب ہم میں موجود نہیں ہیں۔ اس سلسلہ میں جناب مولانا ابراہیم خوشتر صاحب نے اپنے اساتذہ کرام سے بھی بہت کچھ استفادہ کیا ہے۔ خصوصًا مولانا مفتی ابرار حسن صدیقی مرحوم، مولانا احسان علی صاحب مظفر پوری، مولانا سردار علی خاں صاحب مرحوم اور مولوی سردار احمد صاحب مرحوم و مغفور سے جو حقائق سنے تھے ان کو ذہن میں محفوظ رکھا اور ان کو صفحات تذکرۂ جمیل پر منتقل کر دیا۔

ان تمام دشواریوں کے باوجود فاضل مؤلف نے سوانح حیات کے لوازم کو تمام و کمال پورا کیا ہے۔ اور صاحب ترجمہ کے تمام مراحل زندگی کو معرضِ بیان میں لائے ہیں۔ البتہ دو باتوں کی کمی میں نے محسوس کی۔ ایک تو حضرت حجۃ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کی شاعری پر نقد و تبصرہ سے آپ نے گریز کیا۔ اور دوسرے آپ کی تصانیف و تو الیف پر ناقدانہ نظر نہیں ڈالی ہے۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ شاید یہ دونوں باتیں ایک عقیدت کیش مرید یا صفا اور شاگرد رشید کے حدود ادب سے تجاوز کرنے والی تھیں۔ اس لئے آپ نے اس راہ میں قدم نہیں اٹھایا۔

"تذکرۂ جمیل" کا اسلوب بیان نہایت دلکش اور دلچسپ ہے، زبان اور بیان میں ژولیدگی نہیں ہے جو کچھ کہا ہے وہ نہایت سادگی اور پرکاری کے ساتھ کہا ہے۔ خوشتر نے اس تذکرۂ جمیل میں اپنے گرامی تربت

استاد حضرت مولانا سردار احمد صاحب علیہ الرحمہ کا "تذکرہ" شامل کر کے ایک اہم خدمت انجام دی ہے۔ "تذکرۂ جمیل" میں ایک عنوان "چار یار" بھی ہے اس کے تحت حضرت حجۃ الاسلام کے مخصوص وابستگان دامن الفت و ارادت کا بیان ہے اور سراسر حقائق پر مبنی ہے۔ اس ضمن میں اس ناکارہ شمس بریلوی کا بھی ذکر ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ آج بھی جب میں حضرت حجۃ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کی اس محبت و عنایت اور حد سے فزوں شفقت کو یاد کرتا ہوں جس نے مجھے آپ کے حضور میں بیباک سخن بنا دیا تھا تو اشکبار ہو جاتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ان کے مزار اقدس پر اپنی رحمتوں کی بارش فرمائے۔ اور ان کے سلسلہ کو رہتی دنیا تک قائم و دائم رکھے۔ والسلام

ناچیز
شمس بریلوی
سابق صدر مدرس شعبہ فارسی، دار العلوم منظر اسلام
بریلی

جلوہ آرائیاں

(۱) مصنفات

(۲) تصدیقات

(۳) جوابات

(۴) سندات

(۵) مکتوبات

(۶) وظائف وعملیات

(۷) منظومات

(۸) رسالہ جات

(۹) نوادرات

مذکورہ بالا ۱۱-۱۲-۱۳-۱۸-۱۹-۲۹ کے حامدی تبرکات کیلئے جناب وجاہت رسول قادری ابن حاجی مولوی وزارت رسول حامدی مرحوم کا راقم الحروف ممنون ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَالْمِنَّۃ

کہ ترجمہ ... خرافات و ہذیانات و وساوس شیطانی قادیانی۔ مدلل بآیات قرآنی واحادیث نبوی

جسکو

... محقق جلیل، حامی سنت، ماحی بدعت فاضل نوجوان، رئیس ... جناب مولانا مولوی محمد حامد رضا خاں صاحب بریلوی ادام اللہ فیضہ القوی نے تحریر فرمایا

اور مولانا مولوی محمد ابراہیم رضا خاں قادری رضوی نے اپنے اہتمام سے

رضوی پریس بریلی میں چھپا کر شائع کیا

بار سوم ۵۰۰

۹

فتوائے عالم ربانی بر دمزخرفات قادیانی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

استفتا

مسئلہ از سرساوہ ضلع سہارنپور مرسلہ یعقوب علی خان کلارک پولیس ۱۵ رمضان مبارک ۱۳۱۵ھ۔

قبلہ وکعبہ ام مدظلہ۔ بعد آداب فدویانہ کے معروض خدمت کہ اس قصبہ سرساوہ مین ایک شخص جو اپنے آپ کو نائب مسیح یعنی مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود کا خلیفہ بتاتا رہتا ہے پہونچا ہوا ہے اوسنے ایک عبارت پیش کی جسکا مضمون ذیل مین تحریر کرتا ہون ایک دوسرے صاحب نے وہی عبارت مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کو بھیجی ہے مگر مین خدمت والا مین پیش کرتا ہون اور مجھے یقین ہے کہ بہت جلد جواب سے مشرف ہونگا ورنہ بصورت تاخیر کے کئی مسلمانوں کا ایمان جاتا رہیگا اور وہ اپنی راہ سے ڈگمگا جاوینگے زیادہ ادب تحریر یہ ہے۔

ایک مدت سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات وحیات مین بہت گفتگو ہوتی ہے اور ابھی دو گروہ ہین ایک وہ گروہ ہے جو مدعی حیات ہے اور ایک وہ گروہ ہے جو منکر حیات ہے اور ان دونون فریق کیطرف سے کتابین شائع ہو چکی ہین اب مین آپ کی خدمت مین التماس کرتا ہون کہ ان دونون فریق مین سے کون حق پر ہے بس اسبارہ مین ایک آیۃ قطعیۃ الدلالۃ اور صریحۃ الدلالۃ یا کوئی حدیث مرفوع متصل

۱۱

الحمد للہ الذی خلق عبدہ وابن امتہ عیسیٰ بن مریم رسول اللہ بکلمۃ منہ وجعلہ فی السماء مبشرا برسول یاتی من بعدہ اسمہ احمد وفی الخر ناصرًا للدین اماما من امتہ تابعا عنہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہ وعلی سائر انبیائہ وکل محبوب لدیہ وعلینا بھم الی یوم الدین آمین آمین یا رب العالمین قال الفقیر محمد المدعو بحامد رضا القادری البریلوی غفر اللہ تعالیٰ لہ واورد من مناہل فضلہ کل مورد روی

(۲۱)

الجواب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

۳

برادران مسلمین حفظکم اللہ تعالیٰ عن شرور المفسدین حفظ ناموس وحفظ جان وحفظ جسم وحفظ مال مین سب ہوش وکار فرمائی سعی وسرگرم رہتے ہین آپ حضرات عزوجل کو یاد کرکے اپنے وقت عزیز کا ایک حصہ اپنے حفظ دین مین بھی صرف کیجیے کہ یہ سب سے اہم ہے یعنی گوش ہوش پر چند کلمے سن لیجیے اور انھین میزان عقل وانصاف مین تول کر حق وناحق کی تمیز کیجیے فضل الٰہی عزوجل سے امید واثق ہے کہ دم مین صبح حق تجلی فرمائیگی اور شب ضلالت کی ظلمت دھوان ہو کر اڑ جائیگی مخالفین اگر بسر انصاف آئے فہو المراد ورنہ آپ تو بعنایت الٰہی راہ حق پر ثابت قدم ہو جائینگے وباللہ التوفیق اپنی تیسیر جواب چند مقدمات نافعہ ذکر کرتا ہون جن سے بعونہ تعالیٰ حق واضح ہو اور صواب لائح واللہ المعین وبہ نستعین۔

مقدمہ اولے

مسئلہ اولی۔ مین پہلے تمھین ایک سہل پہچان گمراہوں کی بتاتا ہون جو خود قرآن مجید

تصنیف لطیف
ملنے کا پتہ
مکتبۃ الحبیب جامعہ حبیبیہ مسجد اعظم اترسوئیا الٰہ آباد

ابن یبقی المرتد حتی یبحث عن حضانتہ الاتری الی قولہم لاحضانۃ لمرتدۃ لانہا تضرب وتحبس کلیں مرۃ فانی تتفرغ للحضانۃ فاذا کان ھذا فی المحبوس فما ظنک بالمقتول ولکن انا للہ وانا الیہ راجعون ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم

مگر ان کے نفس یا مال میں بدعوے ولایت اس کے تصرفات موقوف رہیں گے اگر پھر اسلام لے آیا اور اس مذہب ملعون سے توبہ کی تو وہ تصرف سب صحیح ہو جائیں گے اور اگر مرتد ہی مر گیا یا دار الحرب کو چلا گیا تو باطل ہو جائیں گے فی الدر المختار ویبطل منہ اتفاقا ما یعتمد الملۃ وھی خمس النکاح والذبیحۃ والصید والشھادۃ والارث ویتوقف منہ اتفاقا ما یعتمد المساواۃ وھی المفاوضۃ او ولایۃ متعدیۃ وھو التصرف علی ولدہ الصغیر ان اسلم نفذ وان ھلک او لحق بدار الحرب وحکم بلحاقہ بطل اھ مختصر اسال اللہ الثبات علی الایمان وحسبنا اللہ ونعم الوکیل وعلیہ التکلان ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم وصلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا ومولانا والہ وصحبہ اجمعین۔ امین واللہ تعالیٰ اعلم۔

محمد وصی احمد ناصر دین	کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا البریلوی عفی عنہ بمحمد المصطفی النبی الامی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم	محمد ... قادری مصطفیٰ احمد رضا خان عبد المصطفیٰ احمد رضا خان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اما بعد الحمد لاھلہ والصلاۃ علی اھلھا

لعمری لقد اجاد فیما اجاب واطاب واصاب۔ فاوضح الصواب۔ وھو القشر عن اللباب۔ وازاح الارتیاب۔ فقد مدم علی المسیح الکذاب۔ وصب علیہ سوط عذاب۔ فبھت الذی کفر وارتاب۔ فانھزم الاحزاب۔ وفرت الاذناب۔ وحقت علیھم کلمۃ العقاب۔ خالدین فی النار وبئس المآب۔ الا من تاب واب۔ ورجع واناب۔ فان المولی الوھاب۔ تواب علی من تاب فعل ھذا او یذ الاحث الثیاب۔ وسیفہ فی الجراب۔ فما کان عاقبۃ الذین ظلموا الا فی تباب فللہ در المجیب رزقہ اللہ الزیادۃ وجمیل الثواب۔ والزلفی عندہ وحسن مآب۔ وھذا الشیخ شامخ۔ فی الدین بحر باذخ مجدد المائۃ الحاضرۃ۔ ذو الحجۃ القاھرۃ۔ صاحب القوۃ القدسیۃ عالم اھل السنۃ السنیۃ والجماعۃ السنیۃ السمیدع العریف الغطمطم الغطریف والدی واستاذی وملجای وملاذی۔ مولانا ومولی الکل حضرۃ احمد رضا خان البریلوی مد ظلھم العالی۔ مدی الایام واللیالی۔ وانا العبد الضعیف الادنی محمد المعروف بحامد رضا کان لہ اللہ۔ بجاہ حبیبہ الحامد المصطفیٰ علیہ افضل التحیۃ والثناء۔

۷۸۶
۹۲

سند جانشینی حضور پر نور شیخ الانام حجۃ الاسلام امام الوقت حضرت عظیم البرکۃ جلیل المنزلۃ آقائے نعمت سلطان العلماء والمحققین تاج العرفاء والکاملین زین الفقہاء والمحدثین قبلۂ عالم الحاج المفتی القاری الشاہ مولانا مولوی محمد حامد رضا خاں صاحب القادری النوری البریلوی متع اللہ المسلمین بطول بقائہٖ زیب مسند عالیہ قدسیہ قادریہ رضویہ بریلی شریف

بکرمہ تعالیٰ ہم آج باہزاران فخر و مباہات پُر سرور و دل شیخ طریقت آقائے نعمت اور طئے رحمت حجۃ اللہ فی الارضین سید الواصلین امام العلماء المتبحرین شیخ الاسلام والمسلمین حضور پر نور سیدنا حجۃ الاسلام علامہ الحاج مولانا شاہ محمد حامد رضا خاں صاحب قادری نوری دام ظلہم العالی سجادہ نشین خانقاہ عالیہ قادریہ قدسیہ رضویہ بریلی کی سند عالی خلفائے سلسلۂ عالیہ قادریہ برکاتیہ نوریہ رضویہ کیلئے بالخصوص اور یاران طریقت کے لئے بطور تبرک برائے افادہ شائع کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔ اس سند مبارک کے مطالعہ سے اعلیٰحضرت قبلہ مجدد دوراں غوث زماں امام اہلسنت فاضل بریلوی قدس سرہ کے حسن انتخاب کا جہاں پتہ چلتا ہے، وہاں حضور پر نور سیدنا حجۃ الاسلام علامہ بریلوی مدظلہٗ زیب سجادہ رضویہ کی رفعت شان و جلالت مکاں مہر نیمروز و ماہ نیم ماہ کی طرح عالم آشکار ہوتی ہے سبحان اللہ اس بےنظیر سند اجازت اور بےمثال مثال خلافت کا کیا کہنا۔ کیوں نہ ہو یہ امام اہلسنت قدس سرہ کے جانشین و خلیفۂ اعظم کی نشان خلافت ہے۔ امام اہلسنت علیہ الرحمۃ کا یہ حزم و احتیاط اور اتباع شریعت عدیم النظیر ہے حضرت حجۃ الاسلام اسی امام جلیل کے لخت جگر نور بصر ہیں، وہ

ان کے فضائل علمیہ سے خود واقف تھے، حضرت زیب سجادہ رضویہ نے تمام درسیات معقول و
منقول، تفسیر و حدیث و فقہ و اصول جملہ علوم و فنون حضور پُر نور مجدد دین و ملت اعلیٰحضرت
قدس سرہٗ سے حاصل کیے، پڑھنے پڑھانے کے وقت کے حواشی کتب درسیات خیالی، توضیح،
تلویح، ہدایہ آخرین، تفسیر بیضاوی و صحیح بخاری وغیرہ پر موجود ہیں۔ درس کے وقت بعض سوالات خود
حضور پُر نور اعلیٰحضرت قدس سرہٗ کو ایسے پسند آتے کہ قال الولد الاعز لکھکر سوال اور اپنا جواب
قلمبند فرما دیتے۔ حرمین طیبین میں بھی اعلیٰحضرت قدس سرہٗ کی ہمرکابی کا شرف حاصل رہا۔ مشائخ
حرمین طیبین سے مکالمات عربی زبان میں فرماتے۔ اور وہابیہ سے مناظرات مسائل وغیرہ میں بجد
کامیاب رہتے۔ تصنیفات حسام الحرمین اور الدولۃ المکیہ میں بڑا حصہ لیا۔ وہ تمام خدمات دینی
کو جو اعلیٰحضرت قدس سرہٗ کے مواجہہ میں حرمین شریفین میں سر انجام دیں ان کو حضور انور نے بیحد
سراہا۔ مدینہ طیبہ کے جید عالم جناب مولانا عبد القادر طرابلسی شامی سے جو مکالمہ ہوا اس کا ملفوظات
میں خود تذکرہ فرمایا۔ مکہ معظمہ میں شیخ العلماء محمد سعید بابصیل اور مدینہ طیبہ میں حضرت مولانا سید
برزنجی کے حلقۂ درس میں شریک ہوئے۔ اکابر علماء و مشائخ نے سندیں عطا فرمائیں۔ حضرت مولانا
خلیل خربوطی مرحوم نے سند فقہ حنفی عطا فرمائی جو علامہ سید طحطاوی سے انھیں صرف دو واسطوں سے
حاصل تھی۔ یہ تمام سندات حضرت کے پاس اب تک محفوظ ہیں۔ حضرت اقدس کے تلامذہ حضرات کو
خود اعلیٰحضرت عظیم قدس سرہٗ نے سندات عطا فرمائیں۔ دار العلوم اہلسنت منظر اسلام بریلی کے درجۂ
اعلیٰ میں شیخ الحدیث اور صدر المدرسین کی جگہ کام کیا۔ اعلیٰحضرت ان تمام امور سے خود واقف تھے۔
حضرت اقدس حجۃ الاسلام کی علمی جلالت پر تفصیل کے ساتھ روشنی ڈالنا اس مختصر مضمون میں ناممکن ہے۔
مگر اختصار یا چند واقعات اور عرض کرتا ہوں۔ حضرت مولانا ضیاء الدین صاحب پیلی بھیتی حاضر آستانہ ہوئے اور
انھوں نے اپنے ایک رسالہ کی جو انھوں نے علم غیب میں لکھا تھا حضرت اقدس سے تقریظ لکھنے کی فرمائش
کی حضرت نے فی البدیہہ قلم برداشتہ ان کے سامنے عربی زبان میں ایک وسیع تقریظ فرما دی۔ حضور پُر نور اعلیٰحضرت
کے زمانہ میں یہ رسالہ مع تقریظ چھپ بھی گیا۔ رسائل مبارکہ الدولۃ المکیہ اور کفل الفقیہ الفاہم جو اعلیٰحضرت عظیم المرتبہ

نے سفر حجاز مقدس میں سوالات مشائخ حرمین طیبین پر تحریر فرمائے ان کی طباعت کے وقت حضور پُر نور
اعلیٰحضرت قدس سرہٗ نے حضرت اقدس حجۃ الاسلام سے ارشاد فرمایا کہ کاپیاں ہو چکیں تمہید کیلئے جگہ باقی ہے۔
کاپی نویس کو مضمون جلد دینا ہے اسکی تمہید فوراً لکھ دی جائے کہ جگہ خالی نہ رہے۔ حضرت اقدس نے اسی وقت
حضور پُر نور اعلیٰحضرت کے ارشاد کے موافق تمہید لکھکر حاضر کر دی جسے حضور پُر نور اعلیٰحضرت نے پسند فرمایا اور
ستائش فرمائی اور رسالہ مبارکہ میں اسکے اندراج کا اذن فرمایا۔ یونہی رسالہ کفل الفقیہ الفاہم کی تمہید بھی حضرت
اقدس نے فی البدیہہ تحریر فرمائی اور بارگاہ حضور پُر نور سے تحسین نے شرف قبول پایا۔ اور یہ رسالہ ہوئی۔۔۔ ان
تمہیدوں کے تراجم خود اعلیٰحضرت نے اپنی زبان فیض ترجمان سے فرمائے۔ یہ تمہیدیں ادبیت کا ایک بے مثل
نمونہ، و عربیت کا ایک نادر شاہکار ہیں۔ فن تاریخ گوئی میں بھی حضرت اقدس کو کمال حاصل تھا۔ برجستہ
مادۂ تاریخ نکالنا یہ اس زمانہ میں حضرت اقدس کے خصوصیات سے ہے بکثرت تاریخ کے مادے ہیں چند وہ
مادے جو حضرت اقدس نے برجستہ فرمائے اور جو میرے علم میں ہیں اس موقع پر پیش کرتا ہوں۔ مسجد بخشش بریلی
جب بنکر تیار ہوئی اور اسکی تاریخ کیلئے بعض احباب کی حضرت اقدس سے فرمائش ہوئی تو برجستہ حضرت اقدس نے
عربی میں جو قطعہ تاریخ فرمایا وہ حسب ذیل ہے۔ انما یعمر المساجد من ۔ امن باللہ والاخری
من بناہ بنی اللہ اللہ ۔ و بیت در جنۃ المادی ۔ شکر اللہ سعی قومہ ۔ و عمر حامد رضا شفیق رضا
تج لکمر فی بناۂ ما اشکرہ ۔ و ارخ اردہ فانہ یجل رضا ۔ قلت سبحٰن ربی الاعلیٰ ۔ مسجد اُسس علی التقوی
حضرت اقدس حجۃ الاسلام نے حضور پُر نور اعلیٰحضرت کے وصال شریف پر جو تاریخیں فرمائیں ان میں سے چند یہ ہیں

تواریخ الوفاۃ

نور اللہ ضریحہ ۱۳۴۰ھ ۔ شیخ الاسلام والمسلمین ۱۳۴۰ھ ۔ امام ائمۃ السنۃ الحاج احمد رضا ۱۳۴۰ھ (رضی اللہ عنہ)
الصادر البریلوی القادری البرکاتی ۱۳۴۰ھ ۔ رضی اللہ الحق عنہ ۱۳۴۰ھ ۔ ہم اودیا ای تحت قباقی الاہر غفری ۱۳۴۰ھ
سراج شیخ الکل فی الکل ۱۳۴۰ھ ۔ رازدار راز رازی سید دیتر سری ۔ مولوی و معنوی قرآن زبان اوری ۱۳۴۰ھ

الغرض حضور پُر نور سرکار حجۃ الاسلام مدظلہ کے تمام علمی کارنامے اعلیٰحضرت قدس سرہٗ کی توجہ خاص کا نتیجہ

۴

فرماتے جسے حضور پر نور قدس سرہٗ بہت پسند فرماتے۔

اعلیٰحضرت قدس سرہٗ نے باوصف ان تمام باتوں کے اپنی جانشینی کیلئے اپنے مخلصین علمائے دین و عالم سے مشورہ کیا پھر استخارہ فرمایا اور جب رویائے صادقہ میں بشارت ہوئی تو اپنا ولیعہد اور جانشین مقرر کیا اور اس جانشینی کو فرمایا کہ اہل دنیا کی سی نہیں۔ قیصر و کسریٰ کی روش پر نہیں، بلکہ سنت حضرات شیخین ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے طور پر باجازت حضرت نور العارفین سیدنا ابوالحسین احمد نوری میاں صاحب قبلہ کے حکم سے عطا فرمائی۔ سبحان اللہ یہ خلافت اجازت بعد استخارہ و اشارت و بشارت ہوئی اسکا کیا کہنا حضرت اقدس حجۃ الاسلام کو جمیع سلاسل عالیہ قادریہ چشتیہ نقشبندیہ سہروردیہ وغیرہ جس سلسلہ کی حضور پر نور کو اجازت ہے سب کی اجازت فرمائی اور تمام علوم و فنون اذکار و اشغال اوراد و اعمال سب کا مجاز و ماذون کیا۔ اور اپنے سجادہ عالیہ پر متمکن کر دیا۔ اور اپنے جملہ اوقاف کا متولی اور اپنا ولیعہد بنایا۔ ظاہر و باطن کے تمام فیوض و برکات عطا فرمائے یہ سب جبھی تو ہوا کہ حضور انور اعلیٰحضرت قدس سرہٗ نے میرے پدر مربی و دل قبلہ دارین کعبہ کونین سرکار حجۃ الاسلام مدظلہ العالی کو جامع شریعت و طریقت پایا۔ انکی نظر انتخاب بالکل صحیح تھی۔ وقت وصال وصیت فرمائی کہ حامد رضا خاں میرے جنازے کی نماز پڑھائے۔ میرے مزار پر سات بار اذان دے۔ وصال شریف سے ایک جمعہ قبل جو لوگ داخل سلسلہ ہونے کو حاضر آئے انھیں ان الفاظ میں حضرت اقدس سے بیعت کی ہدایت فرمائی کہ انکی بیعت میری بیعت انکا ہاتھ میرا ہاتھ۔ انکا مرید میرا مرید۔ انہیں (یعنی سرکار حجۃ الاسلام مدظلہٗ) سے بیعت کرو۔ الاستمداد میں فہرست خلفائے کرام اعلیٰحضرت قبلہ میں خود حضرت اقدس مدظلہٗ کے نام سے شروع فرمائی اور پیارے پیارے الفاظ میں حضرت صاحب سجادہ کو نوازا ان میں کوئی سہیم و شریک نہیں۔ وہ ارشاد گرامی یہ ہے:

حامد منی انا من حامد ۔ حمد سے حمد کراتے یہ ہیں

یعنی حامد مجھ سے اور میں حامد سے ہوں اور حاشیہ پر جناب مفتی اعظم شہزادہ اصغر مولانا مولوی شاہ محمد مصطفےٰ رضا خاں صاحب بریلوی مدظلہٗ نے تحریر فرمایا کہ یہ شعر حضرت اخی اعظم جناب مولانا مولوی محمد حامد رضا خاں صاحب قادری برکاتی نوری خلف اکبر و خلیفہ اعلیٰحضرت مجدد مائۃ حاضرہ مدظلہٗ کی تعریف میں ہے۔

۵

اعلیٰحضرت قبلہ قدس سرہٗ اور حضرت حجۃ الاسلام مدظلہٗ کے اسمائے گرامی میں اتحاد و تجلی ہے اور اسی بناء پر اکثر تبرکاً خود اپنا تعویذ انکے گلے میں ڈال دیا۔ ایک وقف نامہ کی رجسٹری میں حضرت اقدس کو متولی فرماتے ہوئے یہ تحریر فرمایا کہ مولوی حامد رضا خاں پسر کلاں کو جو لائق ہوشیار اور دیانتدار ہیں متولی کر کے قابض و دخیل بحیثیت ذاتیت کا مالک کر دیا۔

بارگاہ صمدیت میں بصد الحاح و زاری دست بستہ دعا ہے کہ وہ اپنے حبیب لبیب عالم ماکان و ما یکون سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے وارث کتاب اللہ نائب رسول اللہ جانشین غوث الوریٰ خلف اکبر و خلیفہ اعظم اعلیٰحضرت حضور پرنور حجۃ الاسلام زیب سجادہ رضویہ دامت برکاتہم کا سایہ ہمایہ دیر اہل اسلام کے سروں پر قائم و دائم رکھے۔ آمین۔

سند

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ ہادی القلوب وغافر الذنوب وساتر العیوب وکاشف الکروب وافضل الصلاۃ واکمل السلام علی احب محبوب مضعف الحسنات مقیل العثرات شفیع الحوب وعلی آلہ وصحبہ وابنہ وحزبہ عدد النور والستور والطلوع والغروب وبعد فان ربنا تبارک وتعالی ہو الحی الذی لا یموت وکل شیئ سواہ ذائقہ یوما ان یموت فسبحٰن الذی قہر عبادہ بالموت وتفرد بالدوام وکل من علیہا فان ویبقی وجہ ربک ذو الجلال والاکرام۔ اری شمس عمری قد دنت لتغرب وآذنت بالرحیل وحسبنا اللہ ونعم الوکیل اسالہ متوسلا الیہ بجاہ حبیبہ الاکرم وعبدہ وصفیہ غوثنا الاعظم صلی اللہ تعالی علی المصطفی علیہ وعلیہما ان یختم لی بالحسنی علی السنۃ السنیۃ والدین الاسنی فاطر السموات والارض انت ولیی فی الدنیا والآخرۃ توفنی مسلما والحقنی بالصالحین رب اوزعنی ان اشکر نعمتک التی انعمت علی وعلی والدی وان اعمل صالحا ترضٰہ

٦

واصلح لی فی ذریتی انی تبت الیک وانی من المسلمین والحمد للہ رب العلمین وقد بقیت فی امر استخلافی
واجلاس احمد علی مسند اسلافی اقدم رجلا واؤخر اخری علما منی بان الامر بالتثبت احری
فانی احب سنۃ ابی بکر وعمر واستعیذ باللہ من سنۃ کسری وقیصر فاستخرت ربی واستشرت
ناسا صادقین فی حبی فاشاروا الی ما تری فی آخر هذہ الحجۃ وتاید ذلک برؤیا رأیتها فی
هذا الشهر الکریم ذی الحجۃ فما هو الا ان شرح اللہ لذلک صدری وارجو ان یکون فیہ ان شاء اللہ
رشد امری وحسبنا اللہ ونعم الوکیل وعلیہ ثم علی رسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم التعویل
وقد کنت اجزت ولدی الاخص محمد المعروف بالمولوی حامد رضا خاں سلمہ الرحمٰن عن
طوارق الحدثان ونوازغ الشیطان وجعلہ خیر خلف لسلفہ الصالحین ووفقہ مدۃ عمرہ لحمایۃ
الدین ونکایۃ المفسدین وانہ ولی ذلک وخیر مالک والحمد للہ رب العلمین بجمیع السلاسل
والعلوم والاذکار والاشغال والاوراد والاعمال وسائرما وصلت الی اجازتہ من مشائخی
الاجلۃ اولی الافضال وکان ذلک بامر شیخہ فورا لکاملین سلالۃ الواصلین سیدنا
السید الشاہ ابی الحسین احمد النوری میاں صاحب المارهری قدس سرہ النوری والآن متوکلا
علی الرحمٰن جعلتہ ولی عهدی ووارث السجادۃ القادریۃ من بعدی واجلستہ علی مسند
اسلافی وولیتہ امر اوقافی واسأل ربی وهو حسبی متضرعا الیہ بعبدہ الحبیب الکریم علیہ وعلی
آلہ افضل الصلاۃ والتسلیم ثم بعبدہ الاکرم سیدنا مولانا الغوث الاعظم ان یرشدہ لما یحب
ویرضاہ ویؤیدہ صورۃ ومعناہ ویجعلہ افضل من آبائہ واخرتہ خیرا من اولاہ آمین آمین یا
مجیب السائلین آمین والحمد للہ رب العلمین وصلی اللہ تعالیٰ وبارک وسلم علی هذا الحبیب
المرتجی والشفیع المجتبی وآلہ وصحبہ وابنہ وحزبہ صلوۃ تحل العقد وتحل المدد وتفرج الکرب
وترفع الرتب وتشرح الصدور وتیسر الامور والحمد للہ العزیز الغفور وکان ذلک یوم عرس سیدی
وسندی ومولائی ومرشدی وکنزی وذخری لیومی وغدی سیدنا السید الشاہ آل رسول
الاحمدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بالرضی السرمدی آمین آمین والحمد للہ رب العلمین ماہ ذی الحجۃ

٧

الحرام یوم الخمیس سنہ ۱۳۲۳ھ من هجرۃ افضل نفیس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قالہ بفمہ ورقمہ
بقلمہ احد کلاب الباب القادری عبد المصطفیٰ احمد رضا المحمدی السنی الحنفی القادری البرکاتی
غفر اللہ لہ ما جری منہ وما یاتی وحقق املہ واصلح عملہ آمین آمین والحمد للہ رب العلمین

ترجمہ

ساری خوبیاں اللہ عزوجل کیلئے جو دلوں کا دینا گناہوں کا بخشنے والا عیبوں کا پردہ پوش غموں کا دور کرنے والا ہے۔
اور بہتر درود اور کامل تر سلام سب جہانوں سے زیادہ بھلائی نیکیوں کے راستہ کرنے والے [illegible]
اور ان کی آل واصحاب اور ان کے ماجرائے اور ان کے گروہ پر بشمار انوار واسرار تجدد وطلوع وغروب۔
بعد ازاں یقیناً ہمارا رب تبارک وتعالیٰ ہی زندہ ہے جسے موت نہیں اور اس کے سوا ہر شے کیلئے لیکن فنا ضروری
ہے تو پاک ہے وہ جس نے اپنے بندوں کو موت سے مغلوب کیا اور ہمیشگی سے منفرد ہوا زمین پر جتنے ہیں سب کو فنا ہے اور
باقی ہے تمہارے رب کی ذات عظمت اور بزرگی والا میں دیکھ رہا ہوں اپنے آفتاب عمر کو کہ غروب کے قریب پہنچا اور اس نے
کوچ کا اعلان کر دیا۔ اور ہمارے لئے کافی ہے اللہ بہتر کرم فرمانے والا میں اسی سے مانگتا ہوں اس کے حبیب کریم کی
وجاہت کے وسیلے سے اور اس کے برگزیدہ بندے حضور غوث اعظم کے صدقے میں اللہ تعالیٰ درود وسلام بھیجے مصطفیٰ
صلی اللہ علیہ وسلم پر پھر ان پر باہر کات خیر وخوبی کے ساتھ روشن سنت اور بہت روشن دین پر کرے اے آسمانوں اور
زمین کے بنانے والے تو میرا کام بنانے والا ہے دنیا اور آخرت میں مجھے مسلمان اٹھا اور ان سے ملا جو تیرے قرب خاص کے لائق
نیک الصالحین ہیں رب مجھے توفیق دے کہ میں شکر کروں تیرے احسان کا جو تو نے مجھ پر اور میرے ماں باپ پر کئے اور یہ کہ میں وہ بھلا
کام کروں جو تجھے پسند آئے اور میری ذریت کی اصلاح فرما میں تیری طرف رجوع کرتا ہوں اور اس حالت میں کہ میں
مسلمانوں میں سے ہوں، اور ساری خوبیاں ہیں پروردگار عالم کیلئے مجھے اپنی جانشینی اور سیکا اپنے بزرگوں کی مسند پر
بٹھانے کا کام باقی رہا۔ اس میں میں پس وپیش کرتا رہا یہ جان کر کہ اس میں پختگی زیادہ بہتر ہے کیونکہ حقیقتاً میں حضرات شیخین
ابوبکر وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی سنت کو بہ کو دل سے پیار کرتا ہوں اور پناہ مانگتا ہوں اللہ سے قیصر
کسریٰ کی روش سے۔ تو میں نے اپنے رب کریم سے استخارہ کیا اور اپنے سچے مخلص احباب سے مشورہ چاہا تو انہوں نے
مجھے اس طرف اشارہ کیا جو اس مسند کے آخر میں دیکھو گے اور اس کی تائید مجھے اس خواب سے ہوئی جو میں نے اس ماہ ذی الحجہ مبارک

۸

میں دیکھا تو اس کیلئے اللہ نے میرا سینہ کھول دیا میں امید رکھتا ہوں کہ ہمیں ان شاء اللہ میرے کلام کی بچی سیدھی راہ ہے
(اور جاننے والے کیلئے اللہ کافی اور بہتر کام بنانے والا ہے) اور اُسی پر بھروسہ ہے اُسکے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر بھروسہ ہے۔
بلاشبہ میں نے اپنے عزیز تر بیٹے محمد معروف بمولوی حامد رضا خاں کو (اللہ تعالیٰ اسے اچانک حادثوں شیطان کے کوچوں
سے محفوظ رکھے اور مولیٰ کریم اُسے سلف صالحین کا بہتر جانشین بنائے اور تمام عمر اُسے حمایت دین و رد مفسدین
کی توفیق عطا فرمائے بلاشبہ وہی مولا تعالیٰ اس کا مددگار اور بہتر مالک ہے پروردگار عالم ہی کیلئے حمد ہے) تمام
سلسلوں اور تمام علوم او سارے اذکار و اشغال اوراد و اعمال کی اور ہر اس چیز کی کہ جس کی مجھے اپنے برگزیدہ
مشائخ کرام سے اجازت پہونچی اجازت دیچکا تھا اور میرا اجازت دینا اسکے مرشد برحق و شیخ طریقت تاج الکاملین خلاصۃ
الواصلین سیدنا سید شاہ ابو الحسین احمد نوری میاں صاحب قدس سرہ النوری کے حکم سے تھا اور اب میں اپنے مہربان
اللہ پر توکل کرتے ہوئے اسے اپنا ولیعہد اور اپنے بعد وارث سجادہ قادریہ بناتا ہوں۔ اور اسے اپنے مشائخ کی مسند پر
متمکن کرتا ہوں اور اپنے تمام اوقات کا متولی بناتا ہوں اور اپنے رب کے گڑگڑا کر دعا کرتا ہوں اور وہی مجھے کافی ہے اور سید
حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ان کی ذریت سیدنا و مولانا غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ وہ اسکی رہنمائی
فرمائے اس چیز پر جو اسے محبوب و پسندیدہ ہے اور اس کے ظاہر و باطن کو سنوارے۔ اور اس کا اہل کرے جو اسکے
سپرد کیا گیا ہے اور اسکی دنیا اور عزت کو بہتر فرمائے الٰہی یونہی کر یونہی کر اے مانگنے والوں کی التجا قبول فرمانے والے
قبول فرما۔ اور حمد اللہ کیلئے اور صلوٰۃ وسلام اور اسکی برکتیں حضور پرنور حبیب مرتجیٰ شفیع مجتبےٰ اور انکی آل و اولاد اور اصحاب
اور اس کے گروہ پر صلاۃ وسلام جو گرہ کھولے اور رحمت نازل کرے اور غم دور کرے اور رتبہ بڑھائے اور سینے کھولے اور
کام میں آسانی کرے اور حمد ہے اللہ قادر بخشش فرمانے والے کیلئے یہ اجازت تحریر سردار مرشد برحق دریائے رحمت آقائے
نعمت سیدنا شاہ آل رسول احمدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عرس سراپا قدس کے دن آمین والحمد للہ رب العالمین
۱۰ ذی الحجہ ۱۳۲۳ھ از ہجرت النفس نفیس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اسے کہا اپنے منہ سے اور لکھا اپنے قلم سے سگ آستان
قادری عبد المصطفیٰ احمد رضا خاں سنی حنفی برکاتی نے اللہ تعالیٰ اسکے گزشتہ و آئندہ گناہ بخشے اور اسکی مرادیں برلائے اور
اسکے کام بنائے آمین آمین یارب العالمین

نیاز مند۔ عنایت محمد خاں غوری غفرلہٗ فیروز پوری ماذون و ماذون سلسلہ عالیہ قادریہ

(بریلی "الیکٹرک پریس" بریلی)

(سند حدیث دارالعلوم منظر اسلام)

بسم الله الرحمن الرحيم

نحمده ونصلي على رسوله الكريم

مناظرِ اہلسنت کی خدمت میں مبارکباد پیش کی گئی۔

(۷) محلہ کٹگھرہ چاند خاں شہر کہنہ بریلی میں عظیم الشان جلسہ منعقد ہوا اور فائق صاحب کی نظم تہنیت اس میں پڑھی گئی۔ اور بھی متعدد اجلاس شہر میں مختلف محلوں میں منعقد ہوئے۔ حضرت حجۃ الاسلام مولٰنا مولوی شاہ مفتی محمد حامد رضا خاں صاحب مدظلہ[عہ] رضوی نوری سجادہ نشین آستانۂ عالیہ رضویہ ان ایام میں ضلع بدایوں رونق افروز تھے مناظرہ میں اہلسنت کی فتح مبین کی خبر فرحت اثر سُن کر حضرت ممدوح نے مناظر اہلسنت کو مندرجہ ذیل مکتوب مبارکباد تحریر فرمایا۔

۷۸۶

مولانا المکرم عزیز محترم مولوی سردار احمد صاحب سلمہٗ صدر جمعیت خدام الرضا

بعد سلام مسنون و ادعیہ خلوص مشحون۔ فقیر اس فتح نمایاں کی مبارکباد دیتا ہے۔ مولیٰ تعالیٰ ہمیشہ اعدائے دین پر آپ کو مظفر و منصور رکھے اور آپ کا بول بالا اہل باطل کا منہ کالا کرے۔ بریلی میں اس فتح مبین کا سہرا آپ کے سر رہا، آپ کی جماعت قائم کردہ بحمدہٖ تعالیٰ بہت مفید کار آمد ثابت ہوئی اور خدا اسے اور ترقی عطا فرمائے تو اہلسنت کیلئے اس کا وجود مورث برکات و حسنات و قوت اہلسنت و نکایت بدعت کا باعث ہوگا باذنہٖ تعالیٰ فقیر حاضر آستانہ ہونے پر خدا نے چاہا تو جمعیت کے متعلق خاص توجہ کریگا۔ والسلام۔

فقیر محمد حامد رضا خاں غفرلہٗ ۲ محرم الحرام ۱۳۵۴ھ۔ قاصد[عہ] کی زبانی معلوم ہوا کہ حضرت ممدوح نے اس خوشخبری کو سُن کر فوراً فرمایا:۔ فی ذنہ منظور (یعنی تحقیق بھاگا منظور) جسے ۱۳۵۴ کوئی دن منظور (یعنی منظور کا بھاگ جانا) چھوڑ گیا ابھی کہہ سکتے ہیں عدد نکالنے پر معلوم ہوا کہ یہی ۱۳۵۴ منظور کے فرار کی تاریخ ہے۔ مفتی اعظم حضرت مولانا شاہ مصطفٰے رضا خاں صاحب قادری نوری

عہ قدس سرہٗ ۱۲ عہ عزیزم اعجاز ولی خاں سلمہٗ ۱۲

۱۲۱

کیطرف واجب الصدق ہے کذب وہاں محال بالذات ہے امکان کا ماننے والا
گمراہ بدذات ہے ثانیاً قد ثالثاً کا ہرا بنا بالحق سے لوگوں کی تکیین ارشاد
ہوئی تیسرے رؤیا کا بیان اور اوسکے متعلق لطائف حکمیہ کا تبیان اور یہ کہ خواب انبیا
وحی ہوتی ہے اور اوسپر خواب سیدنا ابراہیم علیہ الصلاۃ والتسلیم کا بیان اور اوسکے
سبب ذبح ولد پر اقدام کہ بے نص قطعی قتل حرام تو خواب انبیا ضرور نص قاطع کیسا یقینی حکم
کا بیان ہوا تھا کہ فاضل نوجوان مولانا مولوی محمد حامد رضا خان سلطان ذاکرکان میں کہا کہ کچھ
ندوی حضرت گنگوہی بھی مسلمان ہیں جناب اظہار کا ندوہ پھیری کہ وعدہ آئیہ صادق آیا
سال آئندہ کہ معظمہ فتح ہوا اگر فوج فوج دین خدا میں داخل ہوئے اسلام کی ترقیاں
صحابہ کی جان نثاریاں ہجرت کے احوال نصرت ذی الجلال کا بیان کیا کہ اسوقت ظہور
مدد عظیم و فتح مبین کیا کہ جب تھا مولی عزوجل نے اوسوقت اپنے محبوب کرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
کی نصرت ظاہر و باہر و قاہر و زاہر فرمائی جب ظاہری سامان اصلاً نہ تھا نہ فوج نہ لشکر نہ سپاہ
نہ تقاتلین میں ہوا من پروردگار اور ایک جان ہر سرکار جب کفار نے دار الندوہ میں جمع ہوکیا
مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خلاف مشورے ہوئے شیخ نجدی ملعون ہر ہر دیکر آیا اور
اوس گمراہ انجمن کا کرتا دھرتا انجام کیا ہوا کہ جعل کلمۃ الذین کفروا السفلیٰ وکلمۃ
اللہ ھی العلیا اللہ تعالیٰ نے کافروں کا قول پست و ذلیل فرمایا اور اللہ ہی کا بول ہے بالا
اور ہمیشہ سنت الہیہ ہے کہ باطل کے لیے ابتداءً ایک صولت ہوتی ہے کہ صادق و کاذب کا
امتحان ہو لیہلک من ہلک عن بینۃ ویحییٰ من حی عن بینۃ انجام کار ظفر
و نصرت نصیب اہل حق ہے قل جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان
زھوقا والعاقبۃ للمتقین اس کی شانوں میں اوس ندوہ اہلکہ کی پچھلی جانشین

(ماہنامہ یادگار رضا)

وَاسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوۃِ

یہ رسالہ علامہ سید احمد زینی دحلان کی رحمہ اللہ کے عربی رسالہ کا ترجمہ ہو اس میں نماز پڑھنے کی فضیلت اور اسکے ترک پر تشدید اور نماز باجماعت کی اہمیت قرآن و احادیث و اقوال ائمہ و علماء سے بوجہ احسن بیان کی گئی مسمٰی بہ

ترغیب الصلاۃ والجماعۃ

مترجمہ

جناب مولوی عبد العزیز صاحب بقی میرٹھی زید مجدہ

بسرپرستی حضور اقدس حجۃ الاسلام مولٰنا مولوی شاہ محمد حامد رضا خاں صاحب قبلہ دامت برکاتہم

باہتمام جناب مولٰنا مولوی محمد ابراہیم رضا خاں صاحب حامدی رضوی خاص مطبع اعلٰیحضرت قدس سرہ

مطبع اہلسنت و جماعت واقع آستانہ عالیہ رضویہ

بریلی میں چھپ کر شائع ہوا

تعداد ۵۰۰ جلد (رمضان المبارک [illegible]) قیمت ڈیڑھ آنہ

حسنِ انتساب

بات مہینوں کی نہیں سالوں کی ہے۔ تقاضے پر تقاضا ہوتا رہا۔ وہ بھی مدینۃ الرسول سے دعاؤں کے ساتھ ـــــ نہایت نرم شفقت بھرے لہجے میں۔ کبھی پیر جوگوٹھ، کراچی اور لاہور سے تحریر فرمایا ـــــ "حضرت حجۃ الاسلام کی سوانح کی بڑی کمی ہے۔ یہ کام آپ ہی کر ڈالیں" ـــــ کبھی یوں ہمت افزائی فرمائی ـــــ "اس کام کیلئے آپ نہایت موزوں ہیں" ـــــ وقت کب کسی کا ساتھ دیتا ہے! گذرتا چلا گیا ـــــ میری مصروفیات کتنی ہی ہی ـــــ آخر یہ گوشت پوست کا آدمی کب تک معذرت کرتا۔ اور وہ بھی کس سے، جس کا مقصد زندگی ہی بارگاہ رسالت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم میں ہر سال کی حاضری ہے۔ آخر اس کی دعائیں کب تک نہ کام کریں! دل نے فیصلہ کیا اور اس کا یہ فیصلہ بر وقت تھا ـــــ اچانک ایک دن ہاتھوں میں جنبش ہوئی اور قلم "چل مرے خامہ بسم اللہ" لکھتا ہوا چل پڑا ـــــ یہ کچھ دفعتًا کیسے ہو گیا؟

بات صرف عقیدت کی نہیں، حقیقت کی بھی ہے۔ کہ یہ سب کچھ جنکی دعاؤں، تمناؤں اور عنایتوں سے ہو رہا ہے، کیوں نہ میں اسی مخدوم العلماء شیخ الحدیث والتفسیر جامعہ راشدیہ پیر جوگوٹھ خیرپور سندھ الحاج الزائر مولانا تقدس علی[1] قادری رضوی تلمیذ امام احمد رضا قدس سرہٗ و ماذون و مجاز

[1] مولانا تقدس علی خاں، بن سردار ولی خاں بن حکیم ہادی علیخاں جن کے بیس لکھا رتقی علی برادر حقیقی مولانا رضا علی خاں جد امجد امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی قدس سرہم العزیز

سلسلۂ عالیہ قادریہ رضویہ حامدیہ و فرزند نسبتی صاحب تذکرہ حضرت حجۃ الاسلام مولانا شاہ محمد حامد رضا خانصاحب رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ و سابق مہتمم جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی شریف کے نام نامی اور سلسلۂ گرامی سے اس تاریخی ترتیب "احوال شاہ حامد رضا[1]" کو معنون و منسوب کر دوں ؎

ہر آبروئے کہ اندوختم ز دانش و دیں
فدائے خاک رہ ایں نگار خواہم کرد

ع "میری گردن میں بھی ہے دور کا ڈورا تیرا"

محمد ابراہیم خوشتر صدیقی قادری رضوی
سنی رضوی اکاڈمی، ماریشس

[1] "احوال شاہ حامد رضا" سال تسوید کا مادہ تاریخ ہے اور اس کتاب کا یہی وہ صفحہ ہے جسکو مخدومی و مربی مولانا تقدس علی خاں نے ملاحظہ فرمایا اور راقم الحروف مرتب کو دعاؤں سے نوازا۔

آہ وہ یادگار سلف امام احمد رضا آخری تلمیذ ۳ رجب المرجب ۱۴۰۸ھ کو کراچی میں وصال فرما گیا۔ پیر جوگوٹھ سندھ میں تدفین ہوئی۔

سال وصال کا تاریخی مادہ "حضرت تقدس علی خاں پاک نہاد" برآمد ہوا۔
۱۴۰۸ھ

صدائے بازگشت

حضرت حجۃ الاسلام شیخ الانام مولانا شاہ محمد حامد رضا خاں صاحب بریلوی اوخلہ السلام فی دار السلام کے وصال ۱۷ر جمادی الاولیٰ ۱۳۶۲ھ ۲۳ر مئی ۱۹۴۳ء کے بعد ہی عرس چہلم میں اکابر علماء مخلصین مریدین خلفاء نے شدت سے آپ کی سوانحی ضرورت کو محسوس کیا۔ اور اس سلسلہ میں تبادلۂ خیالات بھی ہوا۔ چناں چہ ۲۵ر صفر مظفر ۱۳۶۳ھ کو مخلصین کے اجتماع میں "جمعیۃ حامدیہ" کے نام سے ایک انجمن کے قیام کا اعلان کر دیا گیا۔ اس کے مقاصد میں سوانح حیات تصانیف کی اشاعت، رسالۃ الحامد کا اجراء کا ذکر نمایاں تھا۔ جمعیۃ حامدیہ کے قیام اور اس کے مقاصد کے حصول میں حضرت مولانا تقدس علیخاں رضوی ماذون ومجاز وفرزند نسبتی حضرت حجۃ الاسلام و حضرت مولانا مفتی ابرار حسن صدیقی تلہری ماذون ومجاز حضرت حجۃ الاسلام خصوصی طور سرگرم عمل رہے۔

وقت گذرتا گیا اور بہت سے دوسرے مسائل سامنے آتے چلے گئے۔ علماء اور مشائخ کی سعی بارآور ہوئی، پاکستان کا قیام عمل میں آیا۔ لاکھوں مسلمان ہجرت کے مصائب سے دوچار ہوئے۔ وقت کے اس انقلاب میں لوگ خس وخاشاک کیطرح بہہ گئے۔ آستانۂ عالیہ قادریہ رضویہ اور جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی کی ترقی وبقا استحکام اور خانقاہی وتعلیمی آداب کا باقی رہنا ضروری تھا۔ مخلصین میں کچھ لوگ اس دنیا ہی سے رخصت ہو گئے اور کچھ لوگوں نے حالات کے پیش نظر پاکستان کو اپنا وطن بنا لیا۔ اور جو لوگ بریلی شریف میں رہے خصوصًا حضور مفتی اعظم ہند مولانا شاہ محمد مصطفےٰ رضا خانصاحب، سجادہ سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ، مفسر اعظم ہند مولانا شاہ محمد ابراہیم رضا خاں جیلانی

میاں قدس سرہم العزیز۔ وہ نئے پیدا ہونے والے مسائل میں مصروف ہو گئے۔

ان تمام وقتی دشواریوں کے باوجود سوانح حامدی کی بازگشت وقتًا فوقتًا سننے میں آتی رہی۔ چنانچہ شاہ مانا میاں قادری رضوی نبیرۂ شاہ وصی احمد محدث پیلی بھیتی نے اس ضرورت کا بڑے وقیع انداز میں ذکر فرمایا۔

"حضرت حجۃ الاسلام کی علمی روحانی زندگی پر ایک مستقل کتاب کی ضرورت ہے۔ اگر چاہنے والوں میں کوئی قدم اٹھاتا تو بڑا کارنامہ ہوتا۔" (سوانح اعلیحضرت بریلوی مطبوعہ کراچی صفحہ)

اس کے علاوہ عرس حامدی بریلی میں تو یہ اعلان بار بار سننے میں آتا رہا۔ کچھ مضامین بھی بعض رسائل میں سوانح حیات سے متعلق شائع ہوئے۔ مگر وہ سب نہایت مختصر اور ناکافی تھے۔ اکابر اہلسنت یکے بعد دیگرے رخصت ہو چکے تھے۔ معاصر "بہت آگے گئے باقی جو ہیں تیار بیٹھے ہیں" کی قطار میں صف آرا تھے۔ یہ خطرہ پیدا ہو گیا تھا کہ کہیں حضرت حجۃ الاسلام قدس سرہٗ کے راویان سوانح ہی مفقود نہ ہو جائیں۔

مولٰے تعالےٰ غریق رحمت کرے حضرت مولانا تقدس علیخاں رضوی کو کہ آپنے اپنے اس حلقہ بگوش راقم الحروف خوشتر کو حضرت حجۃ الاسلام کے سوانح کی تصنیف وترتیب جیسی خدمت برتر کے لئے نہ صرف حکم فرمایا بلکہ ممکنہ معلومات بھی فراہم کیں۔ بار بار تقاضا فرماتے رہے۔ اور میں ان پندرہ سالوں میں اپنی خانقاہی اور سنی رضوی سوسائٹی کی تعمیری، تعلیمی، اشاعتی کاموں کی مسلسل مصروفیات میں افریقہ، جزیرہ مارشیس اور یورپ میں در بدر رہا۔ اور جو کام بہت پہلے ہو جانا چاہئے تھا وہ ہنوز معرض التوا میں پڑا رہا۔ تا آنکہ حضرت تقدس میاں صاحب کا وصال ہو گیا۔ مگر

ع "اے رضا ہر کام کا اک وقت ہے" اور وہ وقت آچکا تھا۔ جو کام برسوں میں نہ ہو سکا وہ مہینوں میں ہو گیا۔ اور سہ

ایں دعا از بندہ آمین از ملک — مجوزش از بغداد اجازت از ملک

تذکرۂ جمیل کی روایاتی سندیں

راقم الحروف مرتب نے جب سے ہوش کی آنکھیں کھولیں، حضرت حجۃ الاسلام مولانا شاہ محمد حامد رضا خاں علامۂ بریلوی کے جمال وکمال کا آفتاب نصف النہار پر دیکھا اور اپنے زمانہ میں حضرت کا کسی کو شریک وسہیم نہیں پایا۔ مشائخ میں آپ اپنی مثال نظر آتے۔ پھر یہ حُسنِ اتفاق کہیے کہ مجھے استانہ بھی حامدی میسر آئے۔

میں انھیں ایام سے ان روایتوں کو جمع کرتا جو حضرت حجۃ الاسلام کی سوانح سے متعلق تھیں۔ اس سلسلہ میں مندرجہ ذیل حضرات سے میں نے براہ راست استفادہ کیا۔

(۱) حضرت علامہ حسنین رضا خاں خلیفہ وبرادرزادہ امام احمد رضا کی خدمت میں کئی ماہ حاضر رہا۔ بہت سے واقعات براہ راست سُننے میں آئے۔ نیز سوال وجواب کی صورت میں آپ کے ارشادات ٹیپ کیسٹ میں محفوظ کرلئے۔

(۲) طالب علمی کے ابتدائی ایام میں حضرت حجۃ الاسلام کے خلفاء حضرت محدث بریلی شیخ الحدیث مولانا احسان علی صاحب صدیقی، حضرت ابو المعانی مولانا مفتی ابرار حسن صاحب صدیقی مدیر یادگار رضا بریلی، حضرت مولانا الحاج تقدس علی خاں فرزند نسبتی حضرت حجۃ الاسلام ومہتمم جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی، جامع معقول ومنقول مولینا سردار ولی خاں عزو میاں صاحب۔ پھر چند دنوں بعد حضرت صاحب سجادہ سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ حامدیہ مولانا محمد ابراہیم رضا خاں جیلانی میاں وصاحبزادہ حجۃ الاسلام مولانا محمد حماد رضا خاں نعمانی میاں صاحب کی صحبت وخدمت کا موقعہ ملتا رہا۔ ان مرحومین سے روایۃً وسمعًا بہت کچھ حاصل کرتا رہا۔

(۳) ۱۹۵۳ء سے ۱۹۵۵ء تک سیدی وسندی استاذی حضرت محدث اعظم پاکستان مولانا محمد سردار احمد متبرک دار احمد کے حضور زانوئے ادب طے کرنے کا لائل پور میں زریں موقع میسر آیا ان

سالوں میں کتب معقول ومنقول کے علاوہ دورۂ حدیث شریف پڑھنے کا حضرت سے شرف حاصل رہا۔

یہ اظہار واقعہ ہے کہ حضرت استاذی کی مجلس تدریس اور صحبت وخدمت میں حضرت حجۃ الاسلام کا شخصی کمال اور علمی جاہ وجلال کا گوشۂ مستور آفتاب نصف النہار کی طرح روشن ہوا۔ اور آپ کی صورت وسیرت کے حسین خدوخال نمایاں سے نمایاں تر ہوتے گئے۔

(۴) محدث اعظم پاکستان کے وصال ۱۳۸۲ھ ۱۹۶۲ء کے بعد میں سیلون اور ماریشس میں مسلسل آٹھ سال تک دینی خدمات انجام دیتا رہا۔ پھر یہ حُسنِ اتفاق کہیے کہ ۱۹۷۲ء میں پاکستان واپسی ہوئی اور ایک بار پھر حضرت تقدس میاں صاحب کا پیکر تقدس سامنے آگیا۔ انہوں نے حضرت حجۃ الاسلام کا بچا کھچا نہایت مختصر سوانحی سرمایہ جو پاکستان لائے تھے، میرے حوالے کردیا۔ اب میں "قرعۂ فال بنام من دیوانہ زدند" کی تختی بغل میں دبائے اِدھر اُدھر خدمتِ دینِ متین میں پھرتا رہا۔ کہ حضرت تقدس میاں گل سرسبز حامدیہ رضویہ کا وصال (۱۴۰۸ھ) ہوگیا۔ اور سوانح حضرت حجۃ الاسلام "تذکرۂ جمیل" کی ساری تدوین وترتیب کی ذمہ داری مجھ تن تنہا پر عائد ہوگئی۔

(۵) مجھے اس سلسلہ میں مارہرہ مقدسہ اور بریلی شریف شدِ رحال کرنا پڑا۔ اور ایک بار پھر میں نے آقاؤں کے دروازے پر دستک دی اور اپنے محب گرامی قدر حضرت شیخ الحدیث مولانا تحسین رضا خاں بریلوی کو اس کارِ حامد رضا میں شریک بالرضا پایا۔

"تذکرۂ جمیل" کے یہ چند اوراق انھیں نفوس قدسیہ کے عطایا ہیں۔ ہاں اُن میں زبان وقلم کی کوئی لغزش یا بیان وروایت میں کوئی جھول نظر آئے تو اس کا ہر طرح ذمہ دار راقم الحروف مرتب ہوگا۔

اب میں اخیر میں خواجہ تاشان حامدی رضوی کی توجہ مبذول کرانا چاہوں گا کہ "تذکرۂ جمیل" حضرت حجۃ الاسلام مولانا شاہ محمد حامد رضا خاں کی سوانح کا آغاز ہے

اور احباب و اصدقاء کے لئے اس عنوان پر صلائے عام ہے۔ ابھی حضرت کی سیرت کے بہت سے نقوش مدھم اور علم و فضل کی داستان نامکمل ہے۔ بہرحال راقم الحروف مرتب اُن اوراق میں جتنا پیش کرسکا وہ اس کا حصہ تھا۔ اور مزید جو پیش کرے گا وہ اس کا حصہ ہوگا ؎

بے مثالی کی ہے مثال وہ حسن
خوبیٔ یار کا جواب کہاں

بریلی کہاں ہے؟

حضرت حجۃ الاسلام مولانا شاہ محمد حامد رضا خاں اور اُن کے آباء و اجداد کا وطن بریلی ہے۔

بریلی بھارت کے صوبہ اتر پردیش (یوپی) کا ایک قدیم اور مشہور شہر ہے۔ اُسے بانس بریلی بھی کہا جاتا ہے۔ اسلامی شان و شوکت اور شعائر مسلک اہل سنت و جماعت اس کے در و دیوار سے نمایاں ہیں۔

بریلی بہت بڑا جنکشن اسٹیشن ہے جو بڑی ریلوے لائن پر امرتسر سے براستہ سہارنپور کلکتہ جانے والی لائن پر واقع ہے۔ نجیب آباد، مراد آباد، رامپور، بریلی سے پہلے مشہور شہر اور بڑے اسٹیشن ہیں۔ اسی لائن پر بریلی سے آگے شاہجہاں پور، ہردوئی، سندیلہ، ملیح آباد لکھنؤ آتے ہیں۔ اس کے بعد گاڑی فیض آباد اور بنارس ہوتی ہوئی کلکتہ چلی جاتی ہے۔

بریلی سے علیگڈھ، آگرہ، آنولہ، بدایوں اور مارہرہ جانے والی گاڑیاں ملتی ہیں۔ اس زمانہ میں جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت، صحابہ کی عظمت، اہلبیت نبوت کی قدر و منزلت، ائمہ کرام اور مشائخ عظام کی نسبت کا دم بھرتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول جل جلالہٗ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دشمنوں سے عداوت رکھتے ہیں وہ بریلوی کہلاتے ہیں۔

اُتر پردیش

سراپائے کمال

بلند و بالا قد

بالائے سرش زہوش مندی ؎ می تافت ستارۂ بلندی

کشادہ پیشانی

سیماھم فی وجوھھم من اثرالسجود کا مصداق

رنگت

سرخ و سفید ملاحت آفریں جاذب نظر اور دلنشین

چہرہ

ایسا حسین اور نورانی کہ بڑے سے بڑے مجمع میں نمایاں، دور ہی سے معلوم ہو جائے کہ وہ وہ تشریف فرما ہیں بڑے مولانا"

خدوخال

ایسے وجیہہ اور صبیح کہ ہزاروں میں ممتاز

حسن و جمال

ایسا وہ کہ جس محفل میں ہوتے جانِ محفل ہوتے اور ؎

" زفرق تابقدم ہر کجا کہ می نگرم ؎ کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا اینجاست" کا عالم ہوتا، متانت و سنجیدگی کا پیکر، لطف و کرم کا مجسمہ، اخلاق حسنہ کا نمونہ، صبر و شکر اور رضائے الٰہی کا مرقع، اجداد کرام کی طرح عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں مستغرق، کڑی سے کڑی آزمائش میں شکر الٰہی بر لب، ہزل و تمسخر سے دور، نہایت دلیر، جری اور غیور ع

" لاؤں کہاں سے ایسا کہ تجھ سا کہیں جسے "

حیاتِ عالی قدر حجۃ الاسلام ایک نظر میں

- ولادت (بریلی شریف) ــــــ ۱۲۹۲ھ ۱۸۷۵ء
- مرشد المرشد سید آل رسول مارہروی کا وصال ــــــ ۱۲۹۶ھ ۱۸۷۹ء
- جد امجد (مولانا نقی علی خاں) کا وصال ــــــ ۱۲۹۷ھ ۱۸۸۰ء
- تعلیم و تربیت کا آغاز ــــــ ۱۳۰۰ھ ۱۸۸۳ء
- نانا صاحب شیخ محمد فضل حسین کا رامپور میں وصال ۱۳۰۳ھ ۱۸۸۵ء
- مولانا حسنین رضا خاں (چچازاد بھائی) کی ولادت ۱۳۱۰ھ ۱۸۹۲ء
- برادر اصغر (مفتی اعظم ہند مولانا شاہ محمد مصطفےٰ رضا خاں) کی ولادت (رحلت ۱۴۰۲ھ ۱۹۸۱ء) ۱۳۱۰ھ ۱۸۹۲ء
- تکمیل و فراغت ــــــ ۱۳۱۱ھ ۱۸۹۳ء
- مسند افتاء کی ذمہ داری ــــــ ۱۳۱۲ھ ۱۸۹۵ء
- اجلاس ندوۃ العلماء بریلی میں شرکت ــــــ ۱۳۱۳ھ ۱۸۹۶ء
- امام احمد رضا کی تصنیفات پر تصدیقات کا آغاز ــــــ ۱۳۱۵ھ ۱۸۹۸ء
- الصارم الربانی رد قادیانی پر پہلی تصنیف ــــــ ۱۳۱۵ھ ۱۸۹۸ء
- جلسہ دربار حق و ہدایت عظیم آباد پٹنہ سٹی میں شرکت ــــــ ۱۳۱۸ھ ۱۹۰۰ء
- امام احمد رضا کی نیابت میں پوکھریرا ضلع مظفر پور بہار کا پہلا سفر ــــــ ۱۳۱۸ھ ۱۹۰۰ء
- حج و زیارت ــــــ ۱۳۲۳ھ ۱۹۰۵ء
- رمی قبل زوال کے عدم جواز پر امام احمد رضا کی موجودگی میں مولانا سید اسمٰعیل کی محافظ محافظِ کتبِ حرم سے مکہ میں گفتگو ــــــ ۱۳۲۳ھ ۱۹۰۵ء

- مولانا سردار احمد کی آپ کی خدمت میں پہلی بار بریلی میں حاضری ۱۳۴۴ھ ۱۹۲۶ء
- نجدیوں کی مذمت کے جلسے کی بریلی میں صدارت ــــــ ۱۳۴۴ھ ۱۹۲۶ء
- فرنگی محل لکھنؤ میں نزول ــــــ ۱۳۴۴ھ ۱۹۲۶ء
- شاہزادہ اکبر جیلانی میاں کی دستار فضیلت اور نیابت و خلافت کا اعلان ــ ۱۳۴۴ھ ۱۹۲۶ء
- خانقاہ قادریہ رضویہ نوریہ بریلی شریف کی تاریخ بنیاد "خانقاہِ قادریہ مبارکہ" ــ ۱۳۴۵ھ ۱۹۲۷ء
- جیلانی میاں (صاحبزادۂ اکبر) کی شادی خانہ آبادی ــــــ ۱۳۴۷ھ ۱۹۲۸ء
- مجاہد ملت مولانا حبیب الرحمٰن کو دھام نگر اڑیسہ میں تمام سلاسل طریقت کی اجازت و خلافت ۱۳۵۰ھ ۱۹۳۲ء
- جے پور اور میرٹھ کا سفر ۱۳۵۱ھ ۱۹۳۲ء
- آخری فیصلہ کن مناظرہ لاہور کی صدارت ۱۳۵۲ھ ۱۹۳۳ء
- ڈاکٹر اقبال سے لاہور میں ملاقات ۱۳۵۲ھ ۱۹۳۴ء
- دارالعلوم اشرفیہ مصباح العلوم مبارکپور میں تشریف آوری ۱۳۵۲ھ ۱۹۳۴ء
- مولانا ریحان رضا خاں نبیرۂ اکبر کی ولادت (رحلت ۱۴۰۵ھ ۱۹۸۵ء) ۱۳۵۲ھ ۱۹۳۴ء
- یوم مسجد شہید گنج کے جلسہ و جلوس لاہور میں شرکت ۱۳۵۴ھ ۱۹۳۵ء
- لاہور میں مولانا سید دیدار علی شاہ الوری کے چہلم میں شرکت ۱۳۵۴ھ ۱۹۳۵ء
- نعمانی میاں صاحبزادۂ اصغر کی شادی خانہ آبادی ۱۳۵۷ھ ۱۹۳۸ء
- خانقاہ عالیہ قادریہ نوریہ رضویہ کی تعمیر کا آغاز ۱۳۵۷ھ ۱۹۳۸ء
- نبیرۂ اکبر رحمانی میاں کو ماذون و مجاز فرمایا ۱۳۵۷ھ ۱۹۳۸ء
- اودے پور مارواڑ کا سفر ۱۳۵۷ھ ۱۹۳۹ء
- علالت کا آغاز ۱۳۵۷ھ ۱۹۳۹ء
- مدن پورہ بنارس کا سفر ۱۳۵۹ھ ۱۹۴۰ء
- جودھپور کا سفر ۱۳۶۱ھ ۱۹۴۲ء
- وصال پُر ملال (انا للہ وانا الیہ راجعون) ۱۳۶۲ھ ۱۹۴۳ء
- آل انڈیا سُنّی کانفرنس مرادآباد میں محدث اعظم ہند کی تعزیتی قرارداد ۱۳۶۵ھ ۱۹۴۶ء
- مولانا شاہ عبدالسلام جبلپوری (رفیق سبق) کا وصال (ولادت ۱۲۸۳ھ ۱۸۶۶ء) ۱۳۷۲ھ ۱۹۵۲ء
- مولانا الحاج تقدس علی خاں (فرزند نسبتی و سابق مہتمم منظر اسلام) کا وصال ۱۴۰۷ھ ۱۹۸۷ء (ولادت ۱۳۲۵ھ ۱۹۰۷ء)

الدولۃ المکیہ کی تبییض و تمہید ——— ۱۳۲۳-۱۳۲۴ھ ۱۹۰۵-۱۹۰۶ء

کفل الفقیہ الفاہم کی تمہید ——— ۱۳۲۴ھ ۱۹۰۶ء

الاجازات المتینہ کی تمہید ——— ۱۳۲۴ھ ۱۹۰۶ء

شیخ عبدالقادر طرابلسی مدرس کو امام احمد رضا کی موجودگی میں لاجواب کر دیا ۱۳۲۴ھ ۱۹۰۶ء

شاہ ابوالحسین احمد نوری (پیر و مرشد) کا وصال (ولادت ۱۲۵۵ھ ۱۸۳۹ء) ۱۳۲۴ھ ۱۹۰۶ء

مولانا محمد ابراہیم رضا خاں جیلانی میاں (صاحبزادۂ اکبر) کی ولادت (رحلت ۱۳۸۵ھ ۱۹۶۵ء) ۱۳۲۵ھ ۱۹۰۷ء

استاذ زمن حضرت حسن بریلوی (عم محترم) کا وصال (ولادت ۱۲۷۴ھ ۱۸۵۸ء) ۱۳۲۶ھ ۱۹۰۸ء

دارالعلوم منظر اسلام کا اہتمام و انصرام ۱۳۲۶ھ ۱۹۰۸ء

سند مسند جانشینی ۱۳۳۳ھ ۱۹۱۵ء

مولانا حماد رضا خاں نعمانی میاں صاحبزادۂ اصغر کی ولادت (رحلت ۱۳۷۵ھ ۱۹۵۶ء) ۱۳۳۴ھ ۱۹۱۶ء

مولانا وصی احمد محدث سورتی کی نماز جنازہ میں امامت (ولادت ۱۲۵۲ھ ۱۸۳۶ء) ۱۳۳۴ھ ۱۹۱۶ء

اجمیر مقدس کی حاضری ۱۳۳۷ھ ۱۹۱۹ء

عیدگاہ کلاں جبلپور میں خطاب عام ۱۳۳۷ھ ۱۹۱۹ء

مفتی برہان الحق کے جلسۂ دستار فضیلت میں شرکت ۱۳۳۷ھ ۱۹۱۹ء

جلسۂ جمعیۃ العلماء میں ابوالکلام آزاد سے توبہ کا مطالبہ ۱۳۳۹ھ ۱۹۲۱ء

تحریک خلافت کے زمانے میں عیدگاہ بریلی میں نماز عید کی امامت ۱۳۳۹ھ ۱۹۲۱ء

امام احمد رضا والد ماجد کا وصال اور نماز جنازہ کی امامت ۱۳۴۰ھ ۱۹۲۱ء

خرقۂ خلافت اور جانشینی کی تقریب ۱۳۴۰ھ ۱۹۲۱ء

جامعہ نعمانیہ لاہور میں ورود مسعود ۱۳۴۱ھ ۱۹۲۳ء

تحریک شدھی کی پوری پوری مزاحمت ۱۳۴۲ھ ۱۹۲۳ء

صدارت مجلس استقبالیہ آل انڈیا سنی کانفرنس مراد آباد ——— ۱۳۴۳ھ ۱۹۲۵ء

حزب الاحناف لاہور کے پہلے جلسہ میں شرکت ——— ۱۳۴۴ھ ۱۹۲۶ء

تاریخی پس منظر

مغلیہ سلطنت کا آفتاب اپنے نقطۂ عروج نصف النہار سے گذر کر مائل بانحطاط تھا۔ اورنگزیب کا انتقال ۱۱۱۸ھ/۱۷۰۷ء میں ہوا۔ اور ۱۱۳۱ھ/۱۷۱۹ء تک صرف بارہ سال کی مدت میں اورنگزیب کے بعد تین بادشاہ یکے بعد دیگرے تخت شاہی پر متمکن ہوئے اور گذر گئے۔ مسند تیموری پر انہیں بدقت تمام صرف چند سال سانس لینے کی مہلت ملی۔

ابھی گردش ایام اپنا نظارہ دکھا ہی رہی تھی کہ محمد شاہ بادشاہ ۱۱۳۱ھ، ۱۷۱۹ء/۱۱۶۱ھ، ۱۷۴۸ء کا دور شروع ہوا۔ یہ دور اگرچہ آنے والے انقلاب کو تو نہ روک سکا، مگر جاتے جاتے اپنے گرد ایسے شریعت و طریقت کے آفتاب روشن کر گیا، کہ آج سیکڑوں سال بعد بھی ہند و پاک کے مدارس و خانقاہیں اس کے پرتو سے درخشاں ہیں۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کا حقیقت نگار قلم اس عہد کا مرقع یوں پیش کرتا ہے

"در عہد محمد شاہ بادشاہ بست و دو بزرگ صاحب ارشاد از ہر خانوادہ
در دہلی بودند۔ و ایں چنیں اتفاق کم می شود"

(ملفوظات شاہ عبدالعزیز دہلوی)

محمد شاہ بادشاہ کے زمانے میں بائیس بزرگ صاحب ارشاد ہر سلسلہ اور طریقہ کے دہلی میں تھے اور ایسا اتفاق کم ہوتا ہے"۔

اس برصغیر (ہند و پاک) میں صاحب سوانح کے مورث اعلیٰ کی داستان کی ابتدا بھی اسی عہد سے ہوتی ہے۔

۱۱۵۲ھ/۱۷۳۹ء میں نادر شاہ کا حملہ دہلی پر ہندوستان کی تاریخ کی بڑی کرب انگیز اور خونچکاں داستان ہے۔ مگر یہ دور بھی محمد شاہی دور تھا۔ اور محمد شاہ اپنی عشرت کوشیوں کی وجہ سے رنگیلا کہلاتا تھا، مگر حیرت نہ کیجئے کہ اس دور کا دہلی

نہ صرف صاحبانِ دیدہ و دل سے آباد تھا، بلکہ قدم قدم پر وہاں علوم و معارف کے دروازے متلاشیانِ راہِ حق کے لئے کھلے ہوئے تھے۔ بالکل اسی طرح نادر شاہی قافلہ جس میں شمشیر زن، صف شکن پٹھانوں کی تلواریں خونِ آشامیوں کے لئے بے نیام تھیں۔ اسی قافلہ میں قبیلۂ بڑھیچ قندھار افغان نامدار کا ایک مردِ نادرۂ روزگار و فردِ باوقار محمد سعید اللہ بھی تھا۔ لاہور (داتا نگر) میں وارد ہوا، شاہِ دہلی نے انھیں ہاتھوں ہاتھ لیا، لاہور کا شیش محل اُن کی جاگیر قرار پایا، معززِ عہدے اُن کے قدم چومتے رہے۔ دہلی آئے تو منصبِ شش ہزاری پر انھیں فائز کیا گیا۔ محمد شاہ بادشاہ نے شجاعت جنگ کا خطاب دے کر اُن کی عسکری صلاحیتوں کا برملا اعتراف کیا اور ریاست رامپور میں بہت سے مواضعات جاگیر میں عطا فرمائے۔

یہی شجاعت جنگ سعادت نشان محمد سعید اللہ خاں صاحب "مذکرۂ جمیل" حجۃ الاسلام مولانا شاہ محمد حامد رضا خاں کے مورثِ اعلیٰ تھے۔

انہیں سعید اللہ خاں کا برحق جانشین نامور صاحبزادہ سعادت یار خاں محمد شاہ دہلی کی وزارت میں وزیرِ مال مقرر ہوا۔ اس طرح بادشاہ نے اس خاندان کی عسکری صلاحیتوں کے ساتھ مالی تدبر کا بھی اقرار کر لیا۔ اور از راہِ قدر دانی وزیرِ مال سعادت یار خاں کو ضلع بدایوں کے کچھ گاؤں جاگیر میں عطا فرمائے۔ اب تک اُن کی نسل ان مواضعات معافی سے بہرہ اندوز ہو رہی ہے [1]

تاریخ کے اوراق میں جہاں اورنگزیب کے درخشاں دور کے بعد سلاطینِ مغلیہ کی بے اعتدالیوں و عیاشیوں و فضول خرچیوں اور اقتصادی تباہیوں کا ذکر بے تحاشا ملتا ہے، وہاں ایک ابھرتی ہوئی عسکری صلاحیت اور سیاسی بصیرت سے مالا مال تذکرہ بھی زیبِ عنوان نظر آتا ہے۔ خلیل احمد نظامی نے صحیح لکھا ہے۔

"سترھویں صدی میں افغانوں کے کچھ جتھے ہندوستان

---

[1] مولانا ظفر الدین بہاری، "حیاتِ اعلیٰحضرت" ص ۱۳

آ کر مختلف مقامات پر بس گئے۔ بریلی، شاہجہاں پور، فرخ آباد میں خاص طور سے اُن کی نو آبادیات قائم ہو گئیں۔ فرخ آباد کے افغانوں نے محمد خان بنگش [1] کی قیادت میں بڑا عروج حاصل کیا۔ بریلی کے افغان قبائل روہیلوں [2] کے نام سے مشہور ہوئے اور انھوں نے اتنی تیزی سے اپنی تنظیم کی کہ اٹھارہویں صدی کی سیاسی دنیا میں اپنے لئے خاص جگہ پیدا کر لی۔" (تاریخ مشائخ چشت ص ۲۲۵)

یہ واقعہ ہے کہ اٹھارہویں صدی کے ہندوستان میں اگر مسلمانوں کا کوئی طبقہ

---

[1] یہی وہ نیک دل نواب ہے جس نے حضرت شاہ برکت اللہ صاحب، صاحبِ سلسلۂ قادریہ برکاتیہ کے مزار مارہرہ شریف ضلع ایٹہ میں ایک عالی شان روضہ ۱۱۴۲ھ میں تعمیر کرایا۔

(محمد میاں، خاندانِ برکات ص ۱۲ و ۱۳)

حضرت سلطان العارفین شاہ برکت اللہ (۱۰۷۰ھ/۱۶۶۰ء ؛ ۱۱۴۲ھ/۱۷۲۹ء) جن کی خدمت میں شاہانِ دہلی نیاز نامے بھیجا کرتے تھے۔ محمد شاہ بادشاہ نے حضرت کی خانقاہ کے خرچ کے واسطے تحصیل کاسگنج یو پی ہندوستان کے دو گاؤں ۱۱۴۱ھ/۱۷۲۸ء میں مقرر کئے حضرت اور حضرت کے خلفاء کا شہرۂ کمال چاروں طرف پہنچا بہت سے امراء سلسلۂ بیعت میں داخل ہوگئے حضرت کے خلفاء میں شاہ روح اللہ ذاکر بائے نواب خیر اندیش خاں عالمگیری نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا موئے مبارک نواب صاحب کے متروکہ سے حضرت کو لا کر دیا تھا۔

(محمد میاں، خاندانِ برکات ص ۹ و ۱۰)

[2] تاج العلماء حضرت سید شاہ اولاد رسول محمد میاں مارہروی کی ولادت قاسم گنج سیتا پور میں ۲۲ رمضان ۱۳۰۹ھ کو ہوئی۔ برصغیر ہند و پاک کے علاوہ دوسرے ممالک میں بھی آپ کے مریدین پائے جاتے ہیں۔ آپ کی رحلت ۲۵ جمادی الآخرہ ۱۳۷۵ھ کو ہوئی بڑی سرکار مارہرہ شریف میں آپ کا مزار پاک ہے۔

[3] نواب خیر اندیش خاں نے دارا شکوہ پھر اورنگزیب عالمگیر اور آخر میں شاہ عالم بہادر کا زمانہ دیکھا اور اسی دور میں شش ہزاری کے منصب پر فائز ہوئے۔ ایک سو بیس سال کی عمر میں عید کے دن وصال فرمایا۔ اُن کی تاریخ وفات ہے "نواب نماز عید در جنت کرد"

(مولانا محمد عارف اللہ قادری اذکارِ حبیب رضا ص ۸ - ۹)

(باقی حاشیہ صفحہ آئندہ پر)

عیش و عشرت کی زندگی سے محفوظ تھا تو وہ صرف بریلی کے افغان قبائل روہیلے تھے۔ اور اُن کا صدر مقام روہیلکھنڈ بریلی تھا۔ چنانچہ قدرت کو یہی منظور تھا اور مشیت ایزدی کا فیصلہ خوب تھا، کہ بریلی نہ صرف روہیلکھنڈ اور روہیلہ قوم کا مرکز قرار پائے، بلکہ رہتی دنیا تک علم و فضل اور حق و ہدایت کا آستانہ بھی رہے۔ چنانچہ سلطنت دہلی نے جب بریلی روہیلکھنڈ کی مہم سر کرنے کا ارادہ کیا تو اس عظیم الشان کام کیلئے قرعۂ فال جناب سعادت یار خاں کے نام نکلا۔

اس معرکہ میں آپ کی جبلی شجاعت اور جنگی مہارت کے جوہر خوب خوب

(صفحہ گزشتہ کا باقی حاشیہ)

صہ موئے مبارک کی سند سے متعلق یہ واقعہ بڑا ایمان افروز ہے۔ نواب صاحب موصوف کا معمول تھا کہ وہ سوتے وقت بارہ سو مرتبہ درود شریف پڑھا کرتے تھے۔ ایک رات زیارت سے مشرف ہوئے۔ جس میں یہ بشارت دی گئی کہ ایک درویش تم کو تبرکاً میرا موئے مبارک دے گا۔ چنانچہ کچھ ہی دن بعد اسی شکل و صورت کا ایک درویش نواب صاحب موصوف سے ملا۔ اور اس نے بتایا کہ میں روم میں تھا حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ میرا موئے مبارک نواب صاحب کو پہنچا دو۔

نواب صاحب نے درویش کو بٹھایا اور خود اندر جاکر نذر پیش کرنے کے لئے زر و جواہر سے بھرا ہوا طشت باہر لائے۔ درویش غائب ہو چکا تھا۔ پیادہ و سوار ہر طرف دوڑائے گر درویش کا پتہ نہ چل سکا۔ اس عظیم تبرک کی زیارت آج بھی مارہرہ شریف میں سال میں دو بار عرس کے موقعہ پر ہوتی ہے۔

ملہ روہ افغانستان میں کوہستان کا ایک وسیع سلسلہ ہے، جس کے شمال میں کوہ کاشغر، جنوب میں بھکر اور بلوچستان، مشرق میں کشمیر اور مغرب میں دریائے ہلمند ہے جو قندھار کے قریب بہتا ہے۔ افغانوں کی وہ جماعت جو غور و غزنی سے منتقل ہو کر اس کوہستانی علاقہ میں آباد ہوگئی، اسی نسبت سے روہیلہ کہلانے لگی۔ (سید الطاف علی بریلوی علیگ حیات حافظ رحمت خاں ص ۴۱)

ہندوستان کے صوبہ اتر پردیش کا وہ علاقہ جو بریلی، پیلی بھیت، مرادآباد، سنبھل، رامپور، بدایوں، نجیب آباد، شاہجہان پور وغیرہ پر مشتمل ہے جسکو کٹھیر کہا جاتا تھا۔ مگر پٹھانوں نے اُسے اپنے اصلی وطن روہ کی شادابی و زرخیزی کیوجہ سے روہیلکھنڈ قرار دیا اور اس علاقہ میں افغان قوم روہیلہ کہلائی۔ (شاہ دانا میاں، سوانح اعلیٰحضرت بریلوی ص ۱۹۳)

چکے۔ فتح بریلی کا سہرا انہیں کے سر رہا۔ اور فرمانِ شاہی آیا کہ بریلی کو صوبہ بنا دیا جائے اور سعادت یار خاں کو بریلی کا صوبہ دار۔ مگر موت نے مہلت نہ دی۔ ہاں اُنکے نامور صاحبزادگان اعظم خاں، معظم خاں، مکرم خاں نے نہ صرف یہ کہ اپنی موروثی عزت و عظمت اور منصب و شرافت کو بحال رکھا، بلکہ اعظم خاں نے تو منصب وزارت سے سبکدوش ہو کر زہد و ریاضت کی وادی میں اپنا قدم رکھا۔ اور ملک چھوڑ کر مالک الملک کو اپنانے کی اور بھی اعلیٰ مثال ایک بار پھر پیش کردی۔ اور حکومت کی کرسی سے الگ ہو کر محلہ معماران بریلی کے گوشۂ قبرستان کو اپنا مسکن بنا لیا۔

آج یہ مقام انہیں کی نسبت سے شہزادہ کا تکیہ کہلاتا ہے۔ جہاں آپ کا مزار زیارت گاہ خاص و عام ہے۔ اس طرح شرفائے افغان کی یہ نسل قندھار سے لاہور، دہلی ہوتی ہوئی بریلی پہنچی۔

حافظ کاظم علی خاں تحصیلدار (سٹی مجسٹریٹ)

سعادت یار خاں کا نامور پوتا اور واصل باللہ جناب اعظم خاں کا قابل قدر بیٹا اپنے خاندانی جاہ و حشم کا وارث قرار پایا۔ شہر بدایوں کا نظم و نسق آپکے ہاتھ میں تھا دو سو سواروں کی بٹالین آپ کی باڈی گارڈ تھی۔ آٹھ گاؤں جن پر کوئی ٹیکس نہ تھا آپ کی جاگیر میں تھے۔

وقت کی نبض پر آپ کا ہاتھ تھا اور نوشتۂ تقدیر پر آپ کی نظر تھی۔ یہ روہیلہ سردار دہلی اور کلکتہ کی حکومتی خلیج کو پاٹنے کی سعی کرتا رہا۔ اس طرح کلکتہ میں انگریزی تعمیرات اور تصرفات کا سلسلہ بند ہو گیا اور ہندوستان کی مکمل مجکوری اور جنگ آزادی غدر کا حادثہ ۱۸۵۷ء تک کے لئے ٹل گیا۔[1]

[1] مولانا ظفر الدین بہاری۔ حیات اعلیٰ حضرت ص ۳

حافظ صاحب موصوف بایں معروفیات اپنے عظیم المرتبت والد ولیٔ برحق کی خدمت میں ہر جمعرات کو سلام کے لئے حاضر ہوتے۔ کہ ایک بار موسم سرما میں دیکھا والد بزرگ خلوت خانۂ گورستان میں ایک الاؤ لگائے یادِ حق میں مشغول ہیں۔ اور جسم پر موسم سرما سے بچاؤ کے لئے کوئی کپڑا نہیں۔ صاحبزادہ کو احساس ہوا اور اپنا قیمتی دوشالہ حضرت کو اوڑھا دیا۔

اللہ اللہ! جو نفس قدسی لباس تقویٰ سے مزین ہو، جس نے مخلوق سے منھ موڑ کر اپنا رشتہ خالق سے جوڑ لیا ہو، اس پر کسی قیمتی دوشالہ کا کیا اثر اور اُسے گرمی وسردی کی کیا خبر۔ آپ نے بڑی بے نیازی سے شال کو اتار کر بھڑکتی آگ میں ڈالدیا حافظ کاظم علی خاں اپنے والدِ گرامی قدر کی شان کا نظارہ اپنی آنکھوں سے کر رہے تھے۔ انھیں یہ خیال آیا اور یہ خیال فطری تھا کہ یہ دوشالہ کسی اور کو دیدیا جاتا تو کام آجاتا۔ حافظ صاحب کا یہ خیال ابھی پردۂ دماغ میں تھا کہ مردِ خدا دوست حضرت مولانا اعظم خاں کی زبان حق ترجمان نے یہ کہکر "کاظم! فقیر کے یہاں دھکڑ پکڑ کا معاملہ نہیں ہے" ظاہر کر دیا اور بھڑکتی ہوئی آگ سے دوشالہ نکال کر اپنے صاحبزادے کو واپس کر دیا۔ دیکھا گیا تو دوشالہ آگ سے محفوظ صاف بے داغ برآمد ہوا ۔

آج بھی ہو جو براہیم سا ایماں پیدا
آگ کر سکتی ہے اندازِ گلستاں پیدا

قدوۃ الواصلین حضرت مولانا رضا علی خاں

مغلیہ دورِ آخر کی شب دیجور میں سپیدۂ صبح کی طرح حافظ کاظم علی خاں کے بیٹے رضا علی خاں ۱۲۲۴ھ/۱۸۰۹ء بریلی میں پیدا ہوئے۔ آپ اس خاندان کے پہلے شخص ہیں[1] جو علم دین کی دولت لائے۔ سب سے پہلے مسند افتاء کو زینت بخشی اور انھیں کی ذات سے اس خاندان میں تلوار کے بجائے قلم کا دور شروع ہوا۔ آپ اپنے جدِّ امجد اور والد ماجد کے خلف الصدق قرار پائے۔ اسلاف کا جاہ وحشم، علم وفضل زہد وتقویٰ آپ کی ذات سے نمایاں اور پیشانی سے تاباں تھا۔ سنّتِ رسول پر عمل اور اس میں پہل آپ کا مزاج تھا۔ رضائے الٰہی ہمیشہ آپ کی رضا رہی۔ آپ کا نام اسم بامسمّٰی تھا۔ آپ کی ذات الحبّ فی اللہ والبغض فی اللہ کا پیکر تھی۔ آپ نے صرف ۲۳ سال کی عمر میں، ۱۲۴۷ھ ٹونک راجستھان میں مولانا خلیل الرحمٰن[2] سے علوم وفنون حاصل کر کے شہرۂ آفاق ہو گئے۔ خصوصاً تصوف میں اپنی نظیر آپ تھے۔ تقریر بڑی پُرتاثیر فرماتے آپ کا کلام "گفتۂ او گفتۂ اللہ بود" کا شاہکار ہوتا۔

ایک بازاری ہندو عورت نے ہولی کے دنوں میں اپنے بالاخانے سے آپ کے اوپر رنگ چھوڑ دیا۔ ایک مسلمان نے اس کی اس حرکت پر تشدد کرنا چاہا۔ آپ نے فرمایا اس نے مجھ پر رنگ ڈالا ہے، خدا اُسے رنگ دے گا۔ ادھر یہ جملہ زبان حق ترجمان سے نکلا اور ادھر وہ بازاری عورت قدموں پہ آپڑی اور مسلمان ہو گئی[3]

[1] مولانا حسنین رضا خاں، سیرت اعلیٰحضرت ص ۴۱
[2] مولانا خلیل الرحمٰن ولد ملا محمد عرفان رام پور میں پیدا ہوئے۔ امیر خاں والیٔ ٹونک کے آخر زمانے میں ٹونک گئے۔ پھر بعد میں جاورہ تشریف لے گئے۔ وہیں انتقال فرمایا۔
[3] مولانا ظفر الدین بہاری "حیات اعلیٰحضرت" جلد اول ص ۴

ہندوستان میں جب برطانوی اقتدار سیلاب بلا کی طرح ہر طرف بڑھ رہا تھا، لوگوں کو خرید خرید کر غلام بنایا جا رہا تھا، دنیا دار حکام، جاہ طلب امرار، مصلحت اندیش ابن الوقت علماء انگریزوں سے سودا بازی میں مصروف تھے، وعظ و نصیحت کا سارا زور انگریزوں کی وفاداری پر تھا۔ اس معرکہ کرب و بلا میں علمائے اہلسنت مولانا فضل حق خیر آبادی ۱۲۱۲ھ/۱۷۹۷ء، ۱۲۷۸ھ/۱۸۶۱ء مولانا سید کفایت علی مرادآبادی شہادت رمضان ۴، ۱۲۷۴ھ/۱۸۵۸ء سید عبد الجلیل علیگڈھی ش ۴، ۱۲۷۴ھ/۱۸۵۸ء مولانا امام بخش صہبائی، مفتی مظہر کریم دریابادی م ۱۲۹۰ھ/۱۸۷۳ء وغیرہم فریضۂ احقاق حق و ابطالِ باطل انجام دے رہے تھے۔

برطانوی اقتدار کی للچائی نظریں بریلی پر تھیں۔ جنرل ہڑسن اور اس کے وظیفہ خوار حریت پسندوں کو ختم کرنے میں مصروف تھے۔ بریلی کا مورچہ جنرل بیدار بخت کے ہاتھ تھا۔ مجاہد کبیر مولانا رضا علی خاں بنفس نفیس اپنے "تلامذہ اور مریدین کے ساتھ فریضۂ جہاد ادا کر رہے تھے۔ فرنگی افواج کو آگ و خون کا دریا عبور کرنا پڑ رہا تھا آپ کا آستانہ مجاہدین کی پناہ گاہ تھا۔ اور آپ کا گھر گھوڑوں کا اصطبل اور حریت پسندوں کا لنگر خانہ تھا[3]

[1] حوالہ کے لئے ملاحظہ ہو "حیات طیبہ" مرزا حیرت دہلوی، مطبوعہ فاروقی دہلی ص ۲۹۶

[2] اردو کے مشہور انشاء پرداز عبد الماجد دریابادی اپنے حقیقی دادا مفتی مظہر کریم دریابادی کے حالات میں لکھتے ہیں۔ " ان پر مقدمہ اس کا چلا کر ان کے شہر شاہجہاں پور میں باغیوں کی کمیٹی انہیں کے مکان پر ہوتی تھی ــــــــ ۹ رسال کی سزا عبور دریائے شور کی سنا دی گئی۔ کالے پانی جزیرہ انڈمان سے مشغلۂ علمی اور خوش چلنی کی بنا پر سات ہی سال میں مدت اسیری ختم کر کے ۱۸۶۵ء وطن واپسی ہوئی۔ معتقدا میں اہم مسلکی علمائے بدایوں کی ہے مراسلت بھی ان حضرات سے ساکر "تحقیۃ المرام فی تحقیق المولود والقیام" کے عنوان سے ایک کتاب اپنے عزیز قریب کے نام سے محفل میلاد اور اس قیام تعظیمی کی حمایت و جواز میں چھپوائی۔ ایک کتاب کا مسودہ بھی "مناقب غوثیہ" کے نام سے پرانے کاغذات میں ملا"۔ ملخصاً آپ بیتی ص ۲۸ - ۲۹

[3] ماہنامہ "ترجمان اہل سنت" کراچی ۱۹۷۵ء جنگ آزادی نمبر ۱۸۵۷ء

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی اپنے عروج پر تھی۔ برطانوی ہوس ملک گیری کی تلوار بے نیام تھی۔ حریت پسندوں کی تلاش اور ان کی گردن زدنی دستور عام تھا۔ بھلا وہ مولانا رضا علیخاں مجاہد کبیر کو کیسے معاف کر سکتے تھے۔ چنانچہ برطانوی سپاہی حضرت کی تلاش میں مارے مارے پھر رہے تھے۔ مکان کا گوشہ گوشہ چھان مارا یہاں تک کہ وہ حضرت کی اصلی والی مسجد محلہ ذخیرہ میں گھس پڑے، جہاں حضرت مصروفِ عبادت تھے۔ نامراد سپاہی جائے مراد تک پہنچ کر بھی نامراد رہے اور حضرت کو نہ دیکھ سکے[1]

۲ جمادی الاول ۱۲۸۲ھ/۱۸۶۶ء کو آپ نے وصال فرمایا۔ آپ کا مزار سٹی قبرستان بریلی میں زیارت گاہ عام ہے۔

خاتم المحققین مولانا نقی علیخاں

۳۰ جمادی الآخر یا یکم رجب ۱۲۴۶ھ/۱۸۳۰ء کو اصلی والی مسجد سے متصل محلہ ذخیرہ بریلی میں پیدا ہوئے۔ اپنے والد گرامی قدر قدوۃ الواصلین مولانا رضا علی خاں سے تمام علوم و فنون حاصل کئے۔ بہت جلد فضل و کمال کے بلند و بالا منصب پر پہونچکر اطراف و اکناف میں مشہور و معروف ہو گئے۔ درس و تدریس تصنیف و تالیف کے علاوہ علم و عمل فکر و نظر فہم و فراست میں بے نظیر تھے۔ مزید بر آں سخاوت و شجاعت غرباء سے محبت، حکام سے نفور، خلوت و جلوت میں اتباع سنت، امور دینی میں استقامت آپ کی زندگی کا بڑا روشن پہلو ہے۔ پھر عشق رسول اور سرکوبی اعدائے دین رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم تو آپ کا سرمایۂ زندگی تھا۔ ان فضائل و محاسن کے علاوہ

[1] مولانا ظفر الدین بہاری حیات اعلیحضرت جلد اول ص ۵

یہ آپ ہی کی ذات کا طغرائے امتیاز ہے کہ آپ نے اپنے ولد اسعد احمد رضا خاں کی ایسی تعلیم و تربیت فرمائی کہ چودھویں صدی کو ایک بے مثال عالم سنت اور مجدد دین و ملت میسر آیا۔ آپ اپنے خاندان میں سلطان عقل مشہور ہوئے اور اہلیہ محترمہ وزیر عقل کہلائیں۔ ؎۱

۵ رجمادی الاول ۱۲۹۴ھ/ ۱۸۷۷ء کو حضرت تاج الفحول مولانا عبد القادر بدایونی ۱۲۵۳ھ - ۱۳۱۹ھ کی معیت میں مارہرہ مقدسہ پہنچکر حضرت سیدی شاہ آل رسول ۱۲۰۹ھ/ ۱۲۹۶ھ سے شرف بیعت حاصل کیا۔ حضرت پیرو مرشد نے اسی مجلس بیعت میں آپکو خلافت دی۔ اور تمام سلاسل عالیہ کی اجازت سے مشرف فرمایا۔ یہ حسن اتفاق ہے کہ اسی مجلس میں آپ کے ساتھ ہی آپ کے نامور صاحبزادہ احمد رضا خاں بیعت و خلافت و اجازت سے سرفراز ہوئے۔

۲۶ رشوال المکرم ۱۲۹۵ھ/ ۱۸۷۸ء کو اپنی شدت علالت اور ضعف قوت کے باوجود یہ کہکر "مدینہ طیبہ کے ارادے سے قدم دروازے سے باہر رکھوں پھر چاہے روح اسی وقت پرواز کر جائے" حج و زیارت کے لئے حرمین طیبین حاضر ہوئے۔ وہاں بھی حضرت اکمل الفضلاء علامہ سید زینی دحلان شیخ الحرم ۱۲۹۹ھ/ ۱۸۸۱ء و دیگر علمائے مکہ سے دوبارہ سند حدیث حاصل کی۔ اس سفر وسیلۂ ظفر میں بھی آپ کے صاحبزادے احمد رضا خاں کو آپ کی خدمت و معیت میں اکابر علمائے مکہ و مدینہ سے حدیث و تفسیر، فقہ اصول فقہ میں حصول اجازت کا شرف عطا ہوا۔ آپ بخیریت تمام اس سفر بہجت اثر سے مراجعت فرمائے بریلی ہوئے۔

دین متین کی تائید میں آپ کی تمام تصانیف یادگار ہیں۔ جن کی تعداد تقریباً ۳۰ رہے۔ جن میں پچیس کتب بڑی اہمیت کی حامل ہیں۔ ؎۲

آخر وہ وقت سعید آپہونچا کہ جب عشاق بڑی خوشی سے اپنی جان جان آفریں کے

؎۱ مولانا حسنین رضا خاں، سیرت اعلیٰحضرت ص ۵۵

؎۲ محمد نقی علی خاں، جواہر البیان فی اسرار الارکان۔ حالات مصنف از امام احمد رضا خاں ص ۲۰۷

سپرد کر دیتے ہیں۔ جمعرات کا دن ظہر کا وقت آخری ذی قعدہ ۱۲۹۷ھ/ ۱۸۸۰ء کو ۵۱ سال کی عمر میں آپ نے وصال فرمایا۔ اور شب جمعہ اپنے والد کے آغوش سٹی قبرستان بریلی میں آرام فرمایا۔

اُن کے فرزند عالیشان امام احمد رضا خاں نے ولادت و وفات کی بہت سی تاریخیں کہی ہیں۔ جن میں بعض تواریخ ولادت "جاء ولی نقی الثیاب علی الشان" (۱۲۴۶ھ) "هو اجل محقق الافاضل" (۱۲۴۶ھ) سے آپ کی شان تقوی و طہارت، سخاوت و شجاعت اور علم و فضل کی مہارت کا اظہار ہوتا ہے۔ اسی طرح بعض تواریخ وفات "امین الله فی الارض ابداً" (۱۲۹۷ھ) "ان موتة العالم موتة العالم" (۱۲۹۷ھ) سے حدیثی بشارت کے مطابق آپ کی امانت و دیانت علمی منصب و وسعت کا اندازہ ہوتا ہے

امام احمد رضا کی سوانح زندگانی انہیں کی زبانی

ولادت

۱۰ر شوال ۱۲۷۲ھ روز شنبہ وقت ظہر مطابق ۱۴ر جون ۱۸۵۶ء کو ہوئی [1]

الملفوظ جلد اول ص ۱۵

آثار کرامت

"میں اپنی مسجد کے سامنے کھڑا تھا، اسوقت میری عمر ساڑھے تین سال کی ہوگی۔ ایک صاحب اہل عرب کے لباس میں ملبوس جلوہ فرما ہوئے۔ یہ معلوم ہوتا تھا کہ عربی ہیں۔ انھوں نے مجھ سے عربی زبان میں گفتگو فرمائی میں نے فصیح عربی میں اُن سے گفتگو کی"۔

حیاتِ اعلیٰ حضرت جلد اول ص ۲۲

انداز تعلیم

میرے استاد جن سے میں ابتدائی کتاب پڑھتا تھا، جب مجھے سبق پڑھا دیا کرتے ایک دو مرتبہ میں سُن دیکھ کر کتاب بند کر دیتا۔ جب سبق سُنتے تو حرف بحرف لفظ بلفظ سُنا دیتا۔ روزانہ یہ حالت دیکھ کر سخت تعجب کرتے۔ ایک دن مجھ سے فرمانے لگے کہ احمد میاں! یہ تو کہو کہ تم آدمی ہو یا فرشتہ کہ مجھکو پڑھاتے دیر لگتی ہے مگر تم کو یاد کرتے دیر نہیں لگتی!؟

حیاتِ اعلیحضرت جلد اول ص ۳۲

---

[1] سوانح نگار حضرات آپکے مولد اور مسقط الراس کا صحیح تعین نہیں کر سکے ہیں آپ ذخیرہ کی نزد یا ملی والی مسجد کے متصل اپنے آبائی مکان میں پیدا ہوئے۔ راقم الحروف کے نام حضرت حشمت بریلوی کا گرامی نامہ

سن فراغت

میں نے جب پڑھنے سے فراغت پائی اور میرا نام فارغ التحصیل علماء میں شمار ہونے لگا اور یہ واقعہ نصف شعبان ۱۲۸۶ھ/۱۸۶۹ء کا ہے۔ اسوقت میں تیرہ سال دس ماہ پانچ دن کا تھا۔ اسی روز مجھ پر نماز فرض ہوئی اور میری طرف شرعی احکام متوجہ ہوئے۔ اور یہ حُسن فال ہے کہ میری تاریخ فراغت لفظ "غفور" (۱۲۸۶ھ) اور زبر و بینہ میں لفظ "تعویل" (۱۲۸۶ھ) میں ہے۔ جیسا کہ میری تاریخ ولادت "المختار" میں ہے۔

الاجازۃ الرضویہ لمبجل مکۃ البہیہ ص ۳۰۹

مدتِ تربیت

رد وہابیہ اور افتاء، یہ دونوں ایسے فن ہیں کہ طب کی طرح یہ بھی صرف پڑھنے سے نہیں آتے۔ ان میں بھی طبیب حاذق کے مطب میں بیٹھنے کی ضرورت ہے۔ میں بھی ایک حاذق طبیب کے مطب میں سات برس بیٹھا۔ مجھے وہ وقت، وہ دن، وہ جگہ، وہ مسائل اور جہاں سے وہ آئے تھے اچھی طرح یاد ہیں۔

الملفوظ جلد اول ص ۱۰۲، مطبوعہ رضوی کتب خانہ بریلی

اشواق واشغال

میرے وہ فنون جن کے ساتھ مجھے پوری دلچسپی حاصل ہے، جنکی محبت، عشق شیفتگی کی حد تک نصیب ہوئی ہے وہ تین ہیں اور تینوں بہت اچھے ہیں۔

۱۔ سب سے پہلا، سب سے بہتر، سب سے اعلیٰ، سب سے قیمتی فن یہ ہے کہ رسولوں کے سردار (صلوات اللہ وسلامہ علیہ وعلیہم اجمعین) کی جناب پاک کی حمایت کے لئے اسوقت کمربستہ ہو جاتا ہوں جب کوئی کمینہ وہابی گستاخانہ کلام کے ساتھ آپ کی شان میں زبان دراز کرتا ہے، میرے پروردگار نے اُسے قبول فرما لیا تو وہ میرے لئے کافی ہے۔ مجھے اپنے رب کی رحمت سے امید ہے کہ وہ قبول فرمائیگا۔ کیوں کہ اس کا ارشاد ہے کہ میرا بندہ میری بابت جو گمان رکھتا ہے میں اُس کے

مطابق اس کے ساتھ معاملہ فرماتا ہوں۔

۲ — پھر دوسرے نمبر پر وہابیوں کے علاوہ اُن تمام بدعقیدوں کے عقائد باطلہ کا رد کرکے انہیں گزند پہنچاتا رہتا ہوں جو دین کے مدعی ہونے کے باوجود دین میں فساد ڈالتے رہتے ہیں۔

۳ — پھر تیسرے نمبر پر بقدر طاعت مذہب حنفی کے مطابق فتویٰ تحریر کرتا ہوں وہ مذہب جو مضبوط بھی ہے اور واضح بھی۔ تو یہ تینوں میری پناہ گاہ کی حیثیت رکھتے ہیں انہیں پر میرا بھروسہ ہے۔

ترجمہ الاجازات المتینہ لعلماء بکۃ والمدینہ ص ۱۹۱،۱۹۰ مطبوعہ بمبئی

شرف بیعت

میں روتا ہوا دوپہر کو سو گیا۔ حضرت جد امجد رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے اور ایک صندوقچی عطا فرمائی اور فرمایا عنقریب آنے والا ہے وہ شخص جو تمہارے درد دل کی دوا کرے گا۔ دوسرے یا تیسرے روز حضرت مولانا عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ بدایوں سے تشریف لائے اور اپنے ساتھ مارہرہ شریف لے گئے۔ وہاں جا کر شاہ آل رسول مارہروی سے شرف بیعت حاصل کیا۔ الملفوظ ج ۲ ص ۸۹

پہلا حج

پہلی بار کی حاضری حضرات والدین ماجدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما کے ہمرکاب تھی اسوقت مجھے تیئسواں (۱۲۹۵ھ/۱۸۷۸ء) سال تھا۔ الملفوظ جلد دوم ص ۲

پہلا فتوےٰ

بحمدہٖ تعالےٰ فقیر نے ۱۴ شعبان ۱۲۸۶ھ/ ۱۸۶۹ء ۱۳ برس کی عمر میں پہلا فتویٰ لکھا تھا۔

حیات اعلیحضرت جلد اول ص ۲۸۰

؎ متوفی ۱۳۱۹ھ/۱۹۰۱ء ؎ متوفی ۱۲۹۶ھ/۱۸۷۸ء

فتویٰ نویسی کی خدمت

۱۴ شعبان ۱۳۳۶ھ کو اس فقیر کو فتاویٰ لکھتے ہوئے بحمدہٖ تعالےٰ پورے پچاس سال ہوں گے۔ (اور یہ سلسلہ یوم وصال ۱۳۴۰ھ پورے چون سال تک جاری رہا)

حیات اعلیٰ حضرت جلد اول ص ۲۸۰

دوسرا اور آخری حج

مدینہ طیبہ کی دوبارہ حاضری کے وقت (۱۳۲۳ھ/۱۹۰۵ء) میری عمر اکیاون برس پانچ مہینے کی تھی۔ الملفوظ جلد دوم ص ۳۲

حرم مکہ میں امامت

مکہ کے جلیل علمائے حنفیہ مثل مولانا شیخ کمال مفتی حنفیہ و مولانا سید اسمٰعیل محافظ کتب حرم حنفی وقت پر اپنی جماعت کرتے۔ جس میں وہ اکابر اس فقیر کو امامت پر مجبور فرماتے۔ الملفوظ جلد اول ص ۳۸

ماں کی محبّت

چلتے وقت (حج کے لئے) جس لگن میں میں نے وضو کیا تھا، اس کا پانی میری واپسی تک نہ پھینکنے دیا کہ اس کے وضو کا پانی ہے۔ الملفوظ جلد ۲ ص ۴

اعداء اللہ سے نفرت

بحمداللہ تعالےٰ بچپن سے مجھے نفرت ہے اعداء اللہ سے اور میرے بچوں کے بچوں کو بھی۔ بفضل تعالےٰ عداوت اعداء اللہ گھٹی میں پلادی گئی ہے۔

الملفوظ جلد ۳ ص ۸۸

مال سے محبّت کا معیار

الحمدللہ کہ میں نے مال من حیث المال سے کبھی محبت نہ رکھی۔ صرف انفاق فی سبیل اللہ کے لئے اس سے محبت ہے

الملفوظ جلد ۴ ص ۶۷

عشقِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم

بحمد اللہ اگر قلب کے دو ٹکڑے کئے جائیں تو خدا کی قسم ایک پر لکھا ہوگا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ دوسرے پر لکھا ہوگا مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم

الملفوظ جلد ۳ ص ۸۸

اپنی خبرِ رحلت

۳ رمضان ۱۳۳۹ھ ۱۰ رمئی ۱۹۲۱ء انتقال سے چار ماہ ۲۲ روز قبل آپ نے اس آیت کریمہ سے "وَيُطَافُ عَلَيْهِمْ بِآنِيَةٍ مِّنْ فِضَّةٍ وَّأَكْوَابٍ" اپنی رحلت کی خبر دی۔

وصایا شریف ص ۱۳

پند و نصیحت کی آخری مجلس رشد و ہدایت

اے لوگو! تم پیارے مصطفےٰ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی بھولی بھالی بھیڑیں ہو اور بھیڑیئے تمہارے چاروں طرف ہیں وہ چاہتے ہیں کہ تمہیں بہکائیں، تمہیں فتنہ میں ڈالدیں، تمہیں اپنے ساتھ جہنم لے جائیں۔ اُن سے بچو اور دور بھاگو۔ دیوبندی، رافضی نیچری، قادیانی، چکڑالوی یہ سب فرقے بھیڑیئے ہیں، تمہارے ایمان کی تاک میں ہیں۔ اُن کے حملوں سے ایمان کو بچاؤ۔

وصایا شریف

شہیدِ محبت کی دنیا سے رحلت

آپ نے وصیت نامہ تحریر کرایا۔ پھر خود ہی اُس پر عمل کرایا۔ وصال شریف کے تمام کام ارشاد کے مطابق گھڑی دیکھکر انجام دیئے جاتے رہے۔ آپنے ایک بجکر ۴۰ منٹ پہ وقت معلوم کیا۔ اور ارشاد فرمایا گھڑی کھلی سامنے رکھدو۔ پھر یکایک ارشاد فرمایا تصاویر ہٹا دو۔ حاضرین کو خیال ہوا یہاں تصاویر کا کیا کام! پھر ارشاد

فرمایا یہی کارڈ، لفافہ، روپیہ پیسہ۔ پھر اپنے صاحبزادے مولانا محمد حامد رضا خانصاحب سے ارشاد فرمایا وضو کر آؤ قرآن عظیم لاؤ ابھی وہ تشریف نہ لائے تھے کہ دوسرے صاحبزادے مولانا شاہ محمد مصطفےٰ رضا خاں صاحب سے پھر ارشاد فرمایا۔ اب بیٹھے کیا کرتے ہو سورۂ یٰسین شریف اور سورۂ رعد شریف کی تلاوت کرو۔ آپ نے دونوں سورتیں پوری توجہ سے سُنیں۔ جس آیت میں اشتباہ ہوا یا سننے میں پوری نہ آئی یا سبقت زبان سے زیر وزبر میں اسوقت فرق ہوا خود تلاوت فرما کر بتادی۔ سفر کے وقت کی دعائیں جن کا چلتے وقت پڑھنا مسنون ہے تمام و کمال بلکہ معمول شریف سے زائد پڑھیں۔ پھر کلمہ طیبہ پورا پڑھا۔ جب اس کی طاقت نہ رہی اور سینے پر دم آیا۔ ادھر ہونٹوں کی حرکت و ذکر پاس انفاس کا ختم ہونا تھا کہ چہرۂ مبارک پر ایک لمعہ نور کا چمکا۔ جس میں جنبش تھی۔ جس طرح آئینہ میں لمعانِ خورشید جنبش کرتا ہے۔ وہ جانِ نور جسم اطہر حضور سے ۲۵ ر صفر ۱۳۴۰ھ مطابق ۲۸ راکتوبر ۱۹۲۱ء دو بجکر ۳۸ منٹ پر ٹھیک نماز جمعہ کے وقت پرواز کر گئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ (وصایا شریف ص ۱۶-۱۷)

انہیں جانا انہیں مانا نہ رکھا غیر سے کام
للّٰہ الحمد میں دنیا سے مسلمان گیا

نمودِ صبح
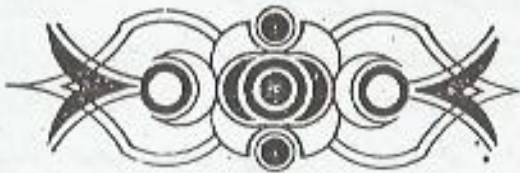
حضرت حجۃ الاسلام مولانا محمد حامد رضا خاں اسلامی مہینہ کی فصل بہار ربیع الاول ۱۲۹۲ھ ۱۸۷۵ء میں اپنے دادا خاتم المحققین مولانا نقی علی (م ۱۲۹۷ھ/۱۸۸۰ء) کے گھر بریلی یوپی (ہندوستان) میں پیدا ہو گئے۔

محمد ــــ امام احمد رضا نے اپنے بڑے صاحبزادے کا نام حدیثی ارشاد کیمطابق محمد رکھا[1] اور بحساب حروف ابجد اسم "محمد" کے اعداد سے آپ کا سال ولادت ۱۲۹۲ھ ظاہر ہوا۔

حامد رضا ــــ پکارنے کے لئے "حامد رضا"[2] تجویز فرمایا۔

خان ــــ نے حسب ونسب کی نشاندہی کی۔

بڑے مولانا ــــ عوام نے "بڑے مولانا"[3] کہکر خراج عقیدت پیش کیا۔

حجۃ الاسلام ــــ خواص نے حجۃ الاسلام کا لقب دیکر آپکے علم وفضل کا اقرار کیا۔

---

[1] نام وہ ہوں جن کے احادیث میں فضائل آئے ہیں۔ میرے اور میرے بھائیوں کے جتنے لڑکے پیدا ہوئے میں نے سب کا نام محمد رکھا۔ یہ اور بات ہے کہ یہی نام تاریخی بھی ہو جائے ــ حامد رضا کا نام "محمد" ہے اور ان کی ولادت ۱۲۹۲ھ میں ہوئی۔ اور اس نام مبارک کے عدد بھی بانوے ہیں۔ (مفتی اعظم مصطفےٰ رضا خاں الملفوظ جلد اول ص ۲۶)

[2] عرف عام میں استعمال کے لئے حامد رضا تجویز کیا۔ اس کے اعداد زبر و بینہ میں ۱۳۴۰ نکلتے ہیں۔ اور یہی حضرت حجۃ الاسلام کا سن وصال ہے۔ اللہ اللہ! کتنی شاندار کرامت ہے کہ امام احمد رضا نے جہاں اپنے صاحبزادے کے نام "محمد" (۹۲) سے ولادت کی خبر دی وہاں حامد رضا کہکر رحلت کی خبر بھی اسی دن دیدی۔ نیز اپنے وصال ۱۳۴۰ھ کی

(باقی حاشیہ صفحہ آئندہ پر)

عہد طفلی

آپ کی عمر صرف چھ سال کی تھی کہ آپ کے جد امجد مولانا نقی علی خاں کا انتقال ہو گیا۔ آپ پوتوں میں سب سے بڑے تھے اور اپنی دادی کا سب سے زیادہ لاڈ پیار پایا تھا۔ وہ اپنے ہونہار پوتے پر جان چھڑکتیں اور ہر وقت رئیس بنائے رکھتیں۔ حضرت مولانا حسنین رضا خاں (م ۱۴۰۱ھ، ۱۹۰۱ء) ابن استاد زمن مولانا حسن رضا خاں (م ۱۳۲۶ھ ۱۹۰۸ء) جو خود ہی مولانا نقی علی خاں کے پوتے تھے۔ نے فرمایا کہ دادی مرحومہ کو اپنے بڑے پوتے سے ایک خاص لگاؤ تھا۔ ہر وقت رئیس بنائے رکھتیں لباس کے لئے نہایت عمدہ تنزیب کا انتخاب کیا جاتا اور ایک ایک انگرکھا چار چار روپے میں سلتا۔

گھوڑ سواری سپہ گری کے لوازمات میں سے ہے۔ صاحب تذکرہ کے اجداد

(باقی حاشیہ صفحہ گذشتہ کا)

اطلاع دیکر اپنے صاحبزادے کی مدت جانشینی ۱۳۴۰ھ/۱۳۴۲ھ کا اعلان بھی فرمادیا۔ (ملخصًا فقیہہ عصر مولانا مفتی اعجاز ولی خاں رضوی رضائے مصطفےٰ حجۃ الاسلام نمبر ص۵)

[3] صاحب تذکرہ کا عنفوان شباب تھا۔ آپ کے والد گرامی وقار امام احمد رضا سے ایک اسمٰعیل نامی وہابی آمادہ بحث تھا۔ آپ نے اپنے والد سے گفتگو کی اجازت طلب کی اور وہابی مذکور کو خاموش کر دیا۔ اس پر امام احمد رضا نے اپنے کمسن مگر فاضل صاحبزادے حامد رضا کو بڑے مولانا کہکر خطاب فرمایا۔ یہ لقب اتنا مشہور ہوا کہ اہل سنت بریلی کے حلقہ میں بڑے مولانا سے صاحب تذکرہ حضرت حجۃ الاسلام مولانا محمد حامد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ ہی کی ذات سمجھی جاتی ہے۔ راقم الحروف کے حضرت الحاج مولانا تقدس علی خاں رضوی فرزند نسبتی صاحب تذکرہ کا ارشاد۔

[4] راقم الحروف کے پاس حضرت مولانا حسنین رضا خاں برادر زادہ و تلمیذ امام احمد رضا قدس سرہما کا ارشاد ٹیپ میں محفوظ ہے۔

میں پشتوں سے سپہ گری رہی ہے۔ غالباً اسی کا اثر تھا کہ آپ بچپن ہی سے گھوڑ سواری کے شوقین تھے۔ اور آپ کے اس شوق میں دادی کے لاڈ کا بھی خاصا دخل تھا۔

اگر دروازے پر کوئی بکاؤ گھوڑا آجاتا تو گھوڑے والے کو منہ مانگی قیمت دے کر دادی صاحبہ اپنے پوتے کے شوق کو پورا فرماد یتیں ؎ تربیت کے اس مرحلہ میں بھی اجداد کی فطری شجاعت اور سپاہیانہ مہارت کا خاص خیال رکھا گیا دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ جسمانی ورزش بھی ہوتی رہتی۔ زمینداری کی دیکھ بھال کے لئے جہاں بینی اور جہانگیری صلاحیتیں بھی پیدا کردی گئیں۔

واقعہ یہ ہے کہ حضرت حجۃ الاسلام کو عہد طفلی ہی میں وہ ماحول دیدیا گیا کہ آپ اپنے سلف کے خلف نامدار قرار پائے۔

تعلیم و تربیت

حضرت حجۃ الاسلام کی ولادت کا سال ۱۲۹۲ھ آپ کے والد گرامی قدر امام احمد رضا کی عمر کا بیسواں سال تھا۔ علم و فضل کا آفتاب روشن تھا۔ تجدیدی کام کا آغاز ہو چکا تھا۔ ملت اسلامیہ اہل سنت میں آپ کو عالم سنت کے نام سے جانا پہچانا جاتا رہا تھا۔ امام احمد رضا کے پیرومرشد سید آل رسول (م ۱۲۹۷ھ ۱۸۷۹ء) اور والد ذیشان مولانا نقی علیخاں بقید حیات تھے۔ مارہرہ مقدسہ اور بریلی شریف میں طریقت و شریعت کا آفتاب نصف النہار پر تھا۔ اس کی روشنی میں سارا برصغیر جگمگا رہا تھا۔ اسی روشن ماحول میں حجۃ الاسلام کا عہد طفلی شروع ہوا۔ آپ کو

؎ راقم الحروف کے پاس حضرت مولانا حسنین رضا خاں برادر زادہ و تلمیذ امام احمد رضا قدس سرہا کا ارشاد ٹیپ میں محفوظ ہے۔

اپنے عظیم دادا کا فیضان، پیرومرشد ابوالحسین احمد نوری (م ۱۳۲۴ھ ۱۹۰۶ء) کا ایقان اور نامور باپ کا شہرۂ آفاق ایمان میسر آیا۔ ہوش کی آنکھیں کھلیں تو ہر طرف کتاب و سنت کی حکمرانی نظر آئی۔ فقہ حنفی کا سکہ چلتا ہوا دیکھا۔ دین متین کی حمایت اور اس کے رسول کے دشمنوں کی عداوت میں اپنے اب وجد کو یکتائے روزگار پایا۔

یہ حقیقت بھی اس خاندان میں باپ دادا سے طرۂ امتیاز رہی ہے کہ مولانا محمد رضا علی (م ۱۲۸۲ھ ۱۸۶۶ء) نے اپنے بیٹے محمد نقی علی خاں کو خود پڑھایا۔ اور بالکل اسی طرح انہوں نے اپنے فرزند ارجمند احمد رضا کو نہ صرف خود پڑھایا بلکہ ایسی تربیت دی کہ شاید باید .... پھر اس سلسلہ زریں کا آغاز تو اس برکوچک (ہند و پاک) میں ۱۷۳۹ء سے ہوتا ہے۔

دنیا میں خاندانوں اور نسلوں کو یہ سعادت بہت کم نصیب ہوتی ہے کہ برہا برس تک ایک ہی نسل اور ایک ہی خاندان میں علم و فضل جاری رہے اور دس نسلوں کے تسلسل میں اس زنجیر کی کوئی کڑی نہ ٹوٹے۔ سعید اللہ خاں سے کاظم علی خاں اور رضا علی خاں سے امام احمد رضا خاں وابنائے امام احمد رضا محمد حامد رضا خاں، محمد مصطفٰے رضا خاں و نبیرۂ اکبر محمد ابراہیم رضا خاں و نبیرۂ اکبر حامد رضا محمد ریحان رضا خاں تک علم و فضل کا یہ دریا بغیر رکے بہتا رہا۔ اور کبھی ایسا نہ ہوا کہ ان گلہائے فضل و کمال کے رنگ و بو میں کوئی کمی ہو جاتی۔ یہ نہیں بلکہ ان میں سے ہر فرد اپنے عہد کی تاریخ کے صفحات پر اپنا ایک بہتر نقش چھوڑ گیا ؎

وفی روح العلی حامد رضا من ﴿ غراس جدوۃ الغصن الجدید

اور بلندی کے عظیم درختوں میں حامد رضا ﴿ اپنے اجداد کرام کے نہال سے شاخ تازہ

آبا و اجداد کی شاندار روایات کے مطابق حضرت حجۃ الاسلام نے تمام کتابیں اپنے نابغہ روزگار والد امام احمد رضا خان سے پڑھیں۔ اور اپنے معاصرین میں

؎ قصیدہ آمال الابرار و آلام الاشرار ص ۱۲

یہ امتیاز پایا کہ صرف ۱۹ رسال کی عمر ۱۳۱۱ھ / ۱۸۹۴ء میں فارغ التحصیل ہو گئے [1]

طالب علمی کے زمانے میں شب و روز اسباق کا مطالعہ اور مذاکرہ پر زور دیا جاتا۔ امام احمد رضا کبھی کبھی اپنے صاحبزادے پر تادیباً سختی بھی فرماتے یہاں تک کہ دادی کا پیار آڑے آجاتا اور اس مرحلہ میں خود امام احمد رضا اپنی والدہ محترمہ کے حضور جھک کر بصد سعادت اُن کی ساری سختی برداشت کر لیتے [2]

یہ فیضان نظر تھا یا کہ مکتب کی کرامت تھی
سکھائے کس نے اسمٰعیل کو آداب فرزندی

گر صاحبزادے (حجۃ الاسلام) کی تعلیم و تربیت میں کوئی فرق نہ آیا۔ یہی وجہ ہے کہ پڑھنے کے زمانے ہی میں آپ نے درسیات کی امہات کتب، خیالی، توضیح تلویح، ہدایہ اخیرین، بیضاوی، صحیح بخاری پر حواشی لکھکر اپنے والد ذیشان کے زمانۂ تعلیم کی یاد تازہ کر دی [3] اور خود امام احمد رضا نے "قال الولد الاعز" لکھ کر اپنے متعلم فاضل صاحبزادے کی تحسین فرما دی [4]

اپنے آباء و اجداد کا یہ شاخ تازہ (حجۃ الاسلام) جب سدا بہار ہوا تو امام احمد رضا نے جہاں "بڑے مولانا" کہکر اُن کی ہمت افزائی فرمائی، وہیں اکابر خلفا کی موجودگی میں یہ فرما کر " ان جیسا عالم اودھ میں نہیں [5]" "حامد مِنّی وَ اَنَا

---

[1] پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد - حیات مولانا احمد رضا خاں بریلوی ص ۲۱۲

[2] مولانا حسنین رضا خاں، سیرتِ اعلیحضرت مع کرامات ص ۹۱

[3] حاشیہ نویسی کا سلسلہ زمانۂ طالب علمی سے اب تک جاری ہے۔ کیونکہ اس وقت میرا یہ دستور رہا کہ جب کوئی کتاب پڑھی اگر وہ میری ملک میں ہے تو اس پر حاشی لکھدیئے اگر اعتراض ہو سکتا ہے تو اعتراض لکھدیا اور اگر مضمون پیچیدہ ہے تو اس کی پیچیدگی دور کر دی الخ
الاجازات المتینہ ص ۱۵۶

[4] عنایت محمد خاں غوری - سند مسند جانشینی ص ۲ [5] راقم الحروف نے شاہ محمد عنایت اللہ قادری (م ۱۳۹۱ھ / ۱۹۷۱ء) کی اپنے والد خلیفہ امام احمد رضا شاہ محمد حبیب اللہ قادری (م ۱۳۶۷ھ / ۱۹۴۸ء) کی روایت۔

مِن حامِدٍ" (حامد مجھ سے اور میں حامد سے ہوں) کی تصدیق کر دی۔

مدّتِ تربیت

اس خاندان میں بزرگوں ہی سے تربیت کا یہ انداز رہا ہے کہ درسیات کی تکمیل کے بعد ۱۔ سید المرسلین صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی عزت و عظمت کی حمایت۔ ۲۔ فرقۂ باطلہ کی تردید و اہانت۔ ۳۔ فقہ حنفی کے مطابق فتویٰ نویسی بقدر طاقت کی مشق برسوں کرائی جاتی ہے۔

بالکل اسی نہج پر حضرت حجۃ الاسلام کی تربیت کی گئی۔ فراغت کے بعد ہی ۱۳۱۲ھ / ۱۸۹۵ء سے اپنے عم محترم [1] حضرت حسن بریلوی کے وصال ۱۳۲۶ھ / ۱۹۰۸ء تک اپنے والد نامدار امام احمد رضا کی خدمت و صحبت میں تربیت کے مراحل سے گذرتے رہے ان سالوں میں آپ نے مضامین بھی لکھے۔ استفتاء کے جوابات بھی دیئے اور تصنیف و تالیف کا کام بھی جاری رہا۔

تیرھویں صدی کے آخر اور چودھویں صدی کے شروع میں وہابیت اُمت اسلامیہ اہلسنت کے سینے پر ایک ناسور بنکر ابھری اور پورے ہندوستان میں پھیل گئی۔ علمائے حق نے عمل جراحی سے کام لیا اور اس متعدی مرض کے خاتمے کی پوری سعی کی۔ چودھویں صدی کا مقبول ماہنامہ "تحفۂ حنفیہ" (مخزن تحقیق) جہاں ابوالکلام آزاد (م ۱۳۷۷ھ / ۱۹۵۸ء) کے والد گرامی مولانا خیر الدین (م ۱۳۲۷ھ / ۱۹۰۸ء) پیش امام ٹیپو مسجد کلکتہ سے تردید وہابیہ کے لئے خصوصی التماس کرتا ہے، وہاں حضرت حسن [2] بریلوی کی وساطت سے فاضل نوجوان محمد حامد رضا خاں کو بھی مضامین کیلئے متوجہ کرتا ہے [3]

---

[1] امام احمد رضا، الاستمداد ص ۷۸

[2] مولانا حسنین رضا خاں سیرتِ اعلیحضرت مع کرامات ص ۱۱۹ [3] ماہنامہ تحفۂ حنفیہ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۵ھ ص ۹

آپ کے نام کی صوری ومعنوی نادر المثال مہر کی تاریخ ۱۳۱۲ھ سے پتہ چلتا ہے کہ امام احمد رضا نے اسی سال اپنے لائق بیٹے حامد رضا کو کار افتاء کے لئے تیار کر دیا تھا۔ آپ کے مضامین اور تصدیقات کا انداز اپنے والد گرامی وقار کی طرح محققانہ تھا۔ فتاویٰ ہوں یا تصانیف۔ آپ ان کی صرف تصدیق نہیں فرماتے بلکہ اپنی تقریظ وتمہید سے کتاب اور صاحب کتاب کو چار چاند لگا دیتے اور تقریظ وتمہید اردو میں نہیں بلکہ عربی کی شستہ اور رواں نثر ونظم میں ہوتی۔ اور ایسی کہ عربی کے فصحاء و بلغاء پڑھتے، آنکھوں سے لگاتے اور اسکو عربی کا شاہکار قرار دیتے۔ اس پر امام احمد رضا اور دوسرے افاضل علماء کی تصانیف جن پر حضرت حجۃ الاسلام علیہ الرحمہ کی تصدیقات ہیں شاہد ہیں۔

خاندانِ رضا کی مدت فتویٰ نویسی

حضرت حجۃ الاسلام کی پچاس سالہ ۱۳۱۲ھ/۱۳۶۲ھ فتوےٰ نویسی کی مدت سے پتہ چلتا ہے کہ آپنے اس فن میں امام احمد رضا کی نیابت کی ہے۔ اگرچہ دوسرے دینی امور کی مصروفیات میں سارے فتاویٰ کی نقل کا اہتمام نہ ہو سکا۔ مگر پھر بھی آپ کا مجموعۂ فتاویٰ قلمی اور مجموعۂ تصانیف اس سلسلہ کی بہترین یادگار ہے۔

خاندانِ رضا کی مدت فتویٰ نویسی کا مندرجہ ذیل جائزہ ایمان اور یقین کی آنکھوں کو روشن کرتا ہے۔

جد امجد مولانا رضا علیخاں کی فتویٰ نویسی کا آغاز ۱۲۴۶ھ/۱۸۳۱ء انجام ۱۲۸۲ھ/۱۸۶۵ء

امام احمد رضا 〃 〃 〃 〃 〃 ۱۲۸۶ھ/۱۸۶۹ء 〃 ۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء

حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں 〃 〃 〃 〃 ۱۳۱۲ھ/۱۸۹۵ء 〃 ۱۳۶۲ھ/۱۹۴۳ء

مفتی اعظم مولانا مصطفیٰ رضا خاں 〃 〃 〃 〃 ۱۳۲۸ھ/۱۹۱۰ء 〃 ۱۴۰۲ھ/۱۹۸۱ء

بحمدہ تعالےٰ یہ سلسلۂ زریں جس کی مدت ۱۴۰۸ھ/۱۹۸۸ء تک ۱۶۱ سال ہوتی ہے اب بھی خانقاہ عالیہ قادریہ رضویہ نوریہ بریلی سے مولانا مفتی محمد اختر رضا خاں ازہری زیدمجدہ فتویٰ نویسی اور دینی کتب کی تصنیفی خدمات بحسن وخوبی انجام دے رہے ہیں۔

حجۃ الاسلام کا ایک معرکۃ الآرا "تاریخی فتویٰ" ماہنامہ "تحفۂ حنفیہ" عظیم آباد پٹنہ رجب المرجب ۱۳۱۹ھ/۱۹۰۱ء میں "فتویٰ عالم ربانی برد مزخرفات قادیانی" کے عنوان سے شائع کیا گیا۔ اور پھر رضوی پریس بریلی میں چھپ کر بعنوان تاریخی "الصارم الربانی علی اسراف القادیانی" شائع ہوا۔ یہاں یہ بات یاد رہے کہ اس کتاب کا مصنف اس کی تصنیف کے وقت صرف ۲۳ سال کا فاضل نوجوان تھا۔ اور مرزا غلام احمد قادیانی (م ۱۳۲۶ھ/۱۹۰۸ء) جسکی تردید میں یہ پہلی علمی کوشش تھی، زندہ تھا۔

اسوقت نہ صرف صاحب تذکرہ اپنی عمر کے اعتبار سے جوان سال تھا بلکہ آپ کا تصنیفی تحریری علمی آفتاب بھی نصف النہار پر تھا۔ امام احمد رضا اور دیگر علمائے محققین کی تصنیفات پر آپ کی عربی میں تصدیقات اس پر شاہد ہیں کہ حضرت حجۃ الاسلام کے تاریخی فتویٰ کی اہمیت کا اندازہ اس سے اچھی طرح کیا جا سکتا ہے کہ امام احمد رضا کی خدمت میں قادیانی دجال کے دعاوی سے متعلق امرتسر سے سوالات آئے تو آپنے اپنا تاریخی جواب بنام "السوء والعقاب علی المسیح الکذاب" (۱۳۲۰ھ) تحریر فرماتے ہوئے صاحب تذکرہ اور ان کے تاریخی جواب کی تحسین وتصدیق اسطرح کی۔

پہلے اس ادعائے کاذب کی نسبت سہارنپور سے سوال آیا تھا جس کا مبسوط جواب ولد اعز فاضل نوجوان مولوی محمد حامد رضا خاں حفظہ اللہ تعالےٰ نے لکھا اور بنام تاریخی "الصارم الربانی علی اسراف القادیانی" (۱۳۱۵ھ) مسمیٰ کیا۔ یہ رسالہ حامی سنن ماحی فتن ندوی فگن مکرمنا قاضی عبدالوحید صاحب حنفی فردوسی حمیٰ عن الفتن نے اپنے رسالہ مبارکہ "تحفۂ حنفیہ" میں کہ عظیم آباد سے

ماہوار شائع ہوتا ہے، میں طبع فرمادیا۔

اب ہم مذکورہ بالا فتوی کے مقدمات کا نہایت اختصار کے ساتھ جائزہ لیتے ہیں جو ہر زمانہ میں حق و باطل کی پہچان کا بہترین معیار ہیں۔ حضرت حجۃ الاسلام نے تحریر فرمایا۔

"مسلمانو! میں تمہیں سہل پہچان گمراہوں کی بتاتا ہوں جو خود قرآن مجید اور حدیث حمید میں ارشاد ہوئی۔ اللہ عزوجل نے قرآن عظیم اتارا تبیانا لکل شیئ جس میں ہر چیز کا روشن بیان تو کوئی ایسی بات نہیں جو قرآن میں نہ ہو مگر ساتھ ہی فرمایا وَمَا یعقلھا اِلَّا العٰلِمُوْن اس کی سمجھ نہیں مگر عالموں کو۔ اسلئے فرماتا ہے فَاسْئَلُوْا اَھْلَ الذِّکْرِ اِنْ کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ علم والوں سے پوچھو اگر تم نہ جانتے ہو۔ اور پھر یہی نہیں کہ علم والے آپ سے آپ کتاب اللہ سمجھ لینے پر قادر ہوں نہیں بلکہ اس کے متصل ہی فرمادیا وَاَنْزَلْنَا اِلَیْکَ الذِّکْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیْھِمْ۔ اے نبی ہم نے یہ قرآن تیری طرف اس لئے اتارا کہ تو لوگوں سے شرح بیان فرمائے اس چیز کی جو ان کی طرف اتاری گئی اللہ اللہ قرآن عظیم کے لطائف و نکات منتہی نہ ہوں گے۔ اِن دو آیتوں کے اتصال سے رب العٰلمین نے ترتیب وار سلسلۂ فہم کلام الٰہی کا انتظام فرمادیا کہ اے جاہلو! تم کلام علماء کیطرف رجوع کرو اور اے عالمو! تم ہمارے رسول کا کلام دیکھو تو ہمارا کلام کچھ سمجھ میں آئے غرض ہم پر تقلید ائمہ واجب فرمائی اور ائمہ پر تقلید رسول اور رسول پہ تقلید قرآن وللہ الحجۃ البالغۃ والحمد للہ رب العٰلمین۔

امام عارف باللہ عبدالوہاب شعرانی نے کتاب مستطاب میزان الشریعت

الکبریٰ میں اس معنی کو جابجا تفصیل تام بیان فرمایا۔ از انجملہ فرماتے ہیں۔ لولا ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فصل بشریعتہ ما اجمل فی القراٰن بقی القراٰن علی اجمالہ کما ان الائمۃ المجتہدین لو لم یفصلوا ما اجمل فی السنۃ لبقت السنۃ علی اجمالھا وھکذا الی عصرنا ھٰذا۔ پس اگر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اپنے شریعت سے مجملات قرآن عظیم کی تفصیل نہ فرماتے تو قرآن یونہی مجمل رہتا اور اگر ائمہ مجتہدین مجملات حدیث کی تفصیل نہ کرتے تو حدیث یونہی مجمل رہتی اور اسی طرح ہمارے زمانے تک کہ کلام ائمہ کی علماء مابعد شرح نہ فرماتے تو ہم اسے سمجھنے کی لیاقت نہ رکھتے تو یہ سلسلۂ ہدایت رب العزت کا قائم فرمایا ہوا ہے جو اسے توڑنا چاہتا ہے وہ ہدایت نہیں چاہتا بلکہ صریح ضلالت کی راہ چل رہا ہے۔ اسی لئے قرآن عظیم کی نسبت فرمایا۔ یُضِلُّ بِہٖ کَثِیْرًا وَّیَھْدِیْ بِہٖ کَثِیْرًا۔ اللہ تعالے اسی قرآن سے بہتیروں کو گمراہ کرتا ہے اور بہتیروں کو سیدھی راہ عطا فرماتا ہے۔ جو سلسلے سے چلتے ہیں بفضلہٖ تعالے پاتے ہیں اور جو سلسلہ توڑ کر اپنی ناقص او اوندھی سمجھ کے بھروسے قرآن مجید سے بذات خود مطلب نکالنا چاہتے ہیں چاہِ ضلالت میں گرتے ہیں۔ اسی لئے امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں۔ سیاتی ناس یجادلونکم بشبھات القراٰن فخذوھم بالسنن فان اصحاب السنن اعلم بکتاب اللہ۔ قریب ہے کہ کچھ لوگ آئیں جو تم سے قرآن عظیم کے مشتبہ کلمات سے جھگڑیں گے تم انہیں حدیثوں سے پکڑو کہ حدیث والے قرآن کو خوب جانتے ہیں (رواہ الدارمی ونصر المقدسی

فی الحجة واللکائی فی السنة وابن عبد البر فی العلم وابن ابی رزین فی اصول السنة والدارقطنی والاصبہانی فی الحجة وابن النجار) اسی لئے امام سفیان بن عیینہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ الحدیث مضلة الا الفقہاء حدیث گمراہ کرنے والی ہے مگر ائمہ مجتہدین کو تو وجہ وہی ہے کہ قرآن مجمل ہے۔ جس کی توضیح حدیث نے فرمائی اور حدیث مجمل ہے جس کی تشریح ائمہ مجتہدین نے کر دکھائی تو جو ائمہ کا دامن چھوڑ کر خود قرآن وحدیث سے اخذ کرنا چاہے بہکے گا اور جو حدیث چھوڑ کر قرآن مجید سے لینا چاہے وادئ ضلالت میں پیاسا مرے گا۔ تو خوب کان کھول کر سن لو اور لوح دل پر نقش کر رکھو کہ جسے کہتا سنو ہم اماموں کا قول نہیں جانتے ہمیں خود قرآن و حدیث چاہیئے تو جان لو یہ گمراہ ہے اور جسے کہتا سنو کہ ہم حدیث نہیں جانتے ہمیں صرف قرآن درکار ہے سمجھ لو یہ بددین دینِ خدا کا بدخواہ ہے، پہلا فرقہ قرآن عظیم کی پہلی آیت فاسئلوا اھل الذکر کا مخالف اور دوسرا طائفہ قرآن عظیم کی دوسری آیت لتبین للناس مانزل الیھم کا منکر ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے فرقہ مخذولہ کا رد اس حدیث میں فرمایا ——— الاسالوا اذلم یعلموا فانما شفا العی السوال کیوں نہ پوچھا جب جانتے نہ تھے کہ بیمار کی دوا تو پوچھنا ہے (رواہ ابوداؤد عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما) اور دوسرے طائفہ ملعونہ کا رد اس حدیث میں فرمایا کہ فرماتے ہیں۔ الا انی اوتیت القرآن ومثلہ معہ الا یوشک رجل شبعان علی اریکتہ یقول علیکم بھذا القرآن فما وجدتم فیہ من حلال فاحلوہ وما وجدتم فیہ من حرام فحرموہ۔ وان ما حرم رسول اللہ

کما حرم اللہ۔ سن لو مجھے قرآن عطا ہوا اور قرآن کے ساتھ اس کا مثل خبردار نزدیک ہے کہ کوئی پیٹ بھرا اپنے تخت پر پڑا کہے یہی قرآن لئے رہو اس میں جو حلال پاؤ اُسے حلال جانو اور جسے حرام پاؤ اُسے حرام جانو۔ حالانکہ جو چیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حرام کی وہ اسی کے مثل ہے جیسے اللہ نے حرام فرمایا (رواہ الائمة احمد والدارمی وابوداؤد والترمذی وابن ماجہ عن المقدام بن معدیکرب ونحوہ عندھم ماخلا الدارمی وعند البیہقی فی الدلائل عن ابی رافع وعند ابی داؤد عن العرباض بن ساریة رضی اللہ عنھم) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی کے مطابق اس زمانۂ فساد میں ایک تو پیٹ بھرے بے فکر نیچری حضرات تھے جنہوں نے حدیثوں کو یکسر ردی کر دیا اور بر وردِ زبان صرف قرآن عظیم پر دار و مدار رکھا حالانکہ وہ واللہ قرآن کے دشمن اور قرآن اُن کا دشمن وہ قرآن کو بدلنا چاہتے ہیں اور مراد الہی کے خلاف اپنی ہوائے نفس کے موافق اس کے معنی گڑھنا۔

اب دوسرے یہ حضرات نئے فیشن کے میمی اس انوکھی آن والے پیدا ہوئے کہ ہم کو صرف قرآن شریف سے ثبوت چاہیئے جس کے تواتر کے برابر کوئی تواتر نہیں ہے۔ تو بات کیا ہے یہ دونوں گمراہ طائفے دل میں خوب جانتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں اُن کا ٹھکانہ نہیں، حضور کی روشن حدیثیں اُن کے مردود خیالات کے صاف پُرزے پارچے بکھیر رہی ہیں۔ اسی لئے اپنی بگڑتی بنانے کو پہلے ہی دروازہ بند کرتے ہیں کہ ہمیں صرف قرآن شریف سے ثبوت چاہیئے جس میں عوام بے چاروں کے سامنے

اپنے سے لگنے لگانے کی گنجائش ہو۔ مسلمانو! تم ان گمراہوں کی ایک نہ سنو اور جب تمہیں قرآن میں شبہ ڈالیں تم حدیث کی پناہ لو، اگر اس میں ایں وآں نکالیں تم ائمہ کا دامن پکڑو۔ اس تیسرے درجے پر آکر حق وباطل صاف کھل جائے گا اور ان گمراہوں کا اڑایا ہوا سارا غبار حق کے برستے ہوئے بادلوں سے دھل جائیگا۔ اس وقت یہ ضال مضل لا کئے بھاگتے نظر آئیں گے۔ کانھم حمر مستنفرۃ فرت من قسورۃ اول تو حدیثوں ہی کے آگے انہیں کچھ نہ بنے گی صاف منکر ہو بیٹھیں گے اور وہاں کچھ چون وچرا کی تو ارشادات ائمہ معانی حدیث کو ایسا روشن کر دیں گے کہ پھر انھیں یہ کہتے بن آئے گی کہ ہم حدیث کو نہیں جانتے یا ہم اماموں کو نہیں مانتے۔ اسوقت معلوم ہوجائے گا کہ اُن کا امام ابلیس لعین ہے جو انھیں لئے پھرتا ہے اور قرآن وحدیث اور ائمہ کے ارشادات پر جمنے نہیں دیتا ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم یہ نفیس و جلیل فائدہ ہمیشہ کے لئے محفوظ رکھو کہ ہر جگہ کام آئیگا اور باذن اللہ تعالے ہزاروں گمراہیوں سے بچائے گا۔"

یہ واقعہ ہے کہ ۳۰ رجون ۱۹۷۷ء کو پاکستان کی قومی اسمبلی نے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا اور اس سلسلہ میں علماء نے جو سعی فرمائی اس کا آغاز بہت پہلے حضرت حجۃ الاسلام کی مندرجہ بالا تاریخی تصنیف سے ۱۳۱۵ھ ۱۸۹۸ء میں ہوا۔

جلسہ "دربار حق وہدایت" میں

۱۳۱۸ھ

حجۃ الاسلام کی شرکت

حضرت مخدوم شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری فاتح بہار کا یہ عظیم فیضان اور روحانی تصرف تھا کہ بہار کی راجدھانی پٹنہ میں آپ ہی کے صاحب سجادہ حضرت مخدوم الملت والدین مولانا شاہ امین احمد صاحب بہار شریف کے زیر سرپرستی اور آپ ہی کے ایک فردوسی غلام قاضی محمد وحید الدین[1] صاحب فردوسی مہتمم مدرسہ "ابر کرم اہل سنت" ۱۸۹۸ء و منتظم ماہنامہ تحفۂ حنفیہ پٹنہ کے زیر اہتمام ساتویں رجب سے تیرہویں رجب ۱۳۱۸ھ تک مطابق یکم نومبر سے ساتویں نومبر ۱۹۰۰ء تک وہ فقید المثال جلسہ ہوا جس میں صرف علماء اور مشائخ کی تعداد سو سے زائد تھی۔ اس میں ہر کوچک کے اکابر علماء و اعاظم مشائخ جیسے حضرت تاج الفحول مولانا عبد القادر بدایونی مجدد دین وملت اعلیحضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی، مولانا سید اسمٰعیل حسن شاہ صاحب

---

[1] ندوۃ العلماء کے مفاسد کا سب سے زیادہ نوٹس امام احمد رضا فاضل بریلوی اور تاج الفحول مولانا عبد القادر بدایونی نے لیا اور اس کی تردید میں سب سے زیادہ مالی اور اشاعتی تعاون قاضی محمد عبد الوحید صاحب (م ۱۳۲۶ھ ۱۹۰۸ء) نے کیا۔

اصلاح ندوہ کا سب سے بڑا ہندوستان گیر مظاہرہ حضرت مولانا شاہ امین احمد صاحب فردوسی سجادہ نشین بہار شریف کے زیر صدارت ۱۴ر ۱۶ر ۱۸ر رجب ۱۳۱۸ھ مطابق ۱۰ر ۱۱ر ۱۲ر نومبر ۱۹۰۰ء کو عظیم آباد پٹنہ جلسۂ جدوہ میں ہوا۔ اس کے تمام اخراجات حامی سنن ماحی فتن ندوہ شکن ندوی فگن قاضی عبد الوحید صاحب فردوسی نے خود برداشت کئے عمہ

سر سید احمد خاں کے دور میں یہ فتویٰ کہ انگریزی پڑھنا حرام ہے قاضی صاحب نے انگریزی بھلا

(باقی حاشیہ صفحہ آئندہ پر)

مارہرہ شریف، استاذ العلماء مولانا ہدایت اللہ خاں صاحب جونپوری، رئیس المحدثین مولانا وصی احمد محدث سورتی، مولانا ظہور الحسن صاحب فاروقی رامپوری، مولانا سید شاہ محمد فاخر صاحب الہ آبادی، مولانا عبد السلام صاحب جبلپوری وغیرہم نے شرکت فرمائی۔

یہ جلسہ تحریک ندوہ کے غیر اسلامی اقوال وافعال کی اصلاح اور "قومی نظریہ" پر قرآن وحدیث کی روشنی میں خطابت کے اعتبار سے سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔

اس جلسہ میں حضرت حجۃ الاسلام کو اپنے والد گرامی وقار امام احمد رضا کی معیت وخدمت میں شرکت کا شرف حاصل تھا۔ تحفۂ حنفیہ پٹنہ جمادی الاخریٰ و رجب ۱۳۱۹ھ رقمطراز ہے۔

"مجدد مأتہ حاضرہ مؤید ملت طاہرہ امام علمائے اہلسنت والاحضرت جناب مولانا حاجی محمد احمد رضا خانصاحب سنی حنفی قادری برکاتی بریلوی دام فیضہ القوی کا بیان ہدایت نشان ہو رہا تھا کہ فاضل نوجوان

(صفحہ گذشتہ کا باقی حاشیہ)

وی حالانکہ وہ انٹرنس پاس تھے۔ نیز ندوہ کے قیام کے زمانے میں اپنے مخالفین کی ایما پر کہ ان کے والد سودی کاروبار کیا کرتے تھے قاضی صاحب نے تمام گذشتہ اور موجودہ سود چھوڑ دیا۔

راقم الحروف سے شاہ مسیح الحق عمادی سجادہ نشین خانقاہ عمادیہ منگل تالاب پٹنہ سیٹی ونواسہ مولانا شاہ امین احمد صاحب فردوسی سجادہ نشین بہار شریف کا ۸۲-۱۳۸۳ھ/۱۹۶۲ء میں ارشاد۔

عہ امام احمد رضا نے اپنا فتویٰ "السوء والعقاب علی المسیح الکذاب" ۱۳۲۰ھ میں قاضی صاحب کا ذکر انہیں القاب کے ساتھ کیا ہے۔

عہ علماء کرام نے ندوے کے رد میں کوئی بات اٹھا نہ رکھی تھی، تحریری رد میں بھی کامل حصہ لیا قریب دو سو کے کتابیں اور رسالے تصنیف فرما کر مفت تقسیم کئے۔ ایک ہزار کے قریب اشتہاروں کی اشاعت کی۔ جلسوں کی روداد یں طبع کرا کے شہر در شہر پہنچائیں۔ مصارف کا اندازہ ایک لاکھ روپے سے اوپر کا ہے۔ پچاس ہزار روپے سے اوپر تو تنہا حضرت مولانا قاضی عبد الوحید علیہ الرحمہ رئیس پٹنہ نے خاص اپنی ذات سے خرچ کئے۔

(محمد ضیاء الدین سہیلی بہیقی، اعلام ضروری ص ۵)

مولانا مولوی محمد حامد رضا خاں سلمہ المولی المنان نے آکر کان میں کچھ کہا کہ کچھ ندوی حضرات آ گئے ہیں" ص ۱۲۱

"پھر امام احمد رضا نے ندویوں کے غیر اسلامی افکار کا شدید رد فرمایا اور یہ بیان رات بارہ بجے تک جاری رہا" ص ۱۲۸

اس واقعہ سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت حجۃ الاسلام کو امام احمد رضا کی بارگاہ میں نہ صرف دینی امور میں خدمت کی سعادت حاصل تھی، بلکہ مزاج میں بھی خاصا دخل تھا۔

حامد رضا نائب امام احمد رضا

ندوہ کے اس تاریخ ساز جلسہ میں جہاں امام احمد رضا کی تجدیدی خدمات کا برملا اعتراف کیا گیا، آپ کو برسر اجلاس مجدد مأتہ حاضرہ کے لقب سے خطاب کیا گیا، وہاں حجۃ الاسلام کو اپنے عظیم والد کی خدمت میں استفادہ کا خوب خوب موقعہ ملا۔ علماء زمانہ ومشائخ یگانہ سے ملاقاتیں ہوتیں آپ کے علمی جواہر مزید چمکے فرق باطلہ کے خلاف کام کرنے کی نئی نئی راہیں سامنے آئیں۔ اس طرح آپ کے تجربات میں شاندار اضافہ ہوا اور نائب امام احمد رضا کی حیثیت سے آپ کی ہر جگہ پذیرائی ہوئی ؎

حامد رضا عالم علم ہدیٰ ☆ نوگل گلزار جناب رضا
حسن بہارش ز خزاں دور باد ☆ چوں اب وجد نامور منصور باد[۱]

اس جلسہ میں امام احمد رضا کی شہرت کا آفتاب نصف النہار پر تھا، آپ کی ذات

[۱] دربار حق وہدایت قصیدۂ آمال الابرار وآلام الاشرار رجب المرجب ۱۳۱۸ھ/۱۹۰۰ء مطبوعہ مطبع حنفیہ پٹنہ

[۲] حسن رضا خاں حسن بریلوی، صمصام حسن ص ۴

مرجع العلماء تھی۔ ہندوستان کے گوشے گوشے سے آپ کو مدعو کیا جارہا تھا کہ ایک خط مولانا عبدالرحمٰن صاحب محبیؔ کا آپ کے نام آیا جس میں نہایت خلوص و محبت کے ساتھ امام احمد رضا کو اپنے وطن پوکھریرا ضلع مظفرپور آنے کی دعوت دی۔ آپ کثرتِ مشاغل اور دینی مصروفیات کی وجہ سے پوکھریرا نہ جاسکے۔ مگر اپنے خلف اکبر مولانا محمد حامد رضا صاحب کو اپنی نیابت میں پوکھریرا روانہ فرمادیا۔ اور اپنے گرامی نامہ میں تحریر کیا کہ

"اگرچہ میں اپنی دینی مصروفیات کی بنا پر حاضری سے معذور ہوں مگر حامد رضا کو بھیج رہا ہوں، یہ میرے قائم مقام ہیں، ان کو حامد رضا نہیں احمد رضا ہی سمجھا جائے"۔

گرامی نامہ کے ساتھ اپنا ایک قیمتی جبہ بھی حضرت محبیؔ کی نذر بھیجا۔ یہ جبہ آج بھی صاحب سجادہ مولانا حافظ محمد حمید الرحمٰن کے پاس موجود ہے۔ عرس کے موقعہ پر اس جبہ کی زیارت ہوتی ہے [1]

یہ امام احمد رضا کی خصوصی توجہ کا نتیجہ تھا کہ صوبہ بہار کے اضلاع خصوصًا سیتامڑھی، مظفرپور، دربھنگہ، پورنیہ، پٹنہ سٹی اور عمومًا پورا صوبہ رضوی فیضان کا مرکز اور حضرت حجۃ الاسلام کے روحانی تصرفات کی آماجگاہ بن گیا۔

حضرت حجۃ الاسلام کے خلفاء مولانا ولی الرحمٰن پوکھریروی (م ۱۳۷۰ھ) مولانا احسان علی صاحب محدث بریلی فیض پوری (م ۱۳۲۰ھ) مولانا حافظ محمد میاں صاحب اشرفی (م ۱۹۳۵ء) مولانا ابوسہیل انیس عالم صاحب امین شریعت فاضل بہار و مولانا قاضی فضل کریم صاحب قاضی شریعت بہار و مولانا وصی احمد صاحب ماہر رضوی وغیرہم بہار کے انہیں اضلاع سے تعلق رکھتے ہیں اور ہنوز اُن کے صاحبزادگان و تلامذہ اور متعلقین اپنے اپنے علاقائی مدارس و خانقاہوں میں خدمت دین اور لوگوں کی تعلیم و تربیت میں مصروف ہیں۔

---

[1] راقم الحروف سے مجبی مولانا عبدالواجد صاحب کی گفتگو جو اسی سنہ ۱۹۸۶ء میں بروقت ملاقات قلمبند کرلی گئی تھی۔

حج وزیارت

حب رسول کی دنیا ئے جمیل امام احمد رضا کی اپنی دنیا تھی۔ اور اسی دنیا کا ایک فرد جمیل حضرت حجۃ الاسلام مولانا شاہ محمد حامد رضا خاں کی ذات تھی۔ آپ کی نشوو نما ایسے ماحول میں ہوئی جہاں قدم قدم پر نعرہ سرمدی سنائی دیتا ہے ؎

دہن میں زباں تمہارے لئے بدن میں ہے جاں تمہارے لئے
ہم آئے یہاں تمہارے لئے اٹھیں بھی وہاں تمہارے لئے

اور فدائیت کا یہ ساز وسامان نظر آتا ہے ؎

کروں تیرے نام پہ جاں فدا نہ بس ایک جاں دو جہاں فدا
دو جہاں سے بھی نہیں جی بھرا کروں کیا کروڑوں جہاں نہیں

یہی جذبہ محبت اور جوشش فدائیت جب محمد حامد رضا کی صورت میں پروان چڑھا تو فراق یار میں پکار اٹھا ؎

اب تو مدینے لے بلا گنبد سبز دے دکھا
حامدؔ و مصطفٰے ارضا ہند میں ہیں غلام دو

اور جذبۂ صادق نے حضور روضہ حاضری کا اپنی نیازمندانہ اداؤں کے ساتھ ارادہ واثق کرلیا ؎

حضور روضہ ہوا جو حاضر تو اپنی سج دھج یہ ہوگی حامدؔ
خمیدہ سر بند آنکھیں، لب پر مرے درود و سلام ہوگا

یہاں تک کہ حضرت حجۃ الاسلام اپنی عمر کے ۳۱ ویں سال ۱۳۲۳ھ ۱۹۰۵ء اپنی والدہ محترمہ اور عم محترم مولانا محمد رضا خاں صاحب کی معیت میں حج و زیارت کیلئے روانہ ہو گئے۔ اس سفر سراپا ظفر میں بریلی سے جھانسی تک امام احمد رضا ساتھ رہے۔ اس تاریخی واقعہ پر مولانا ظفرالدین فاضل بہاری اپنا مشاہدہ تحریر فرماتے ہیں

"میرے سامنے کا واقعہ ہے کہ حضرت مولانا محمد رضا خاں صاحب برادر اصغر اور حضرت حجۃ الاسلام مولانا شاہ حامد رضا خاں صاحب خلف اکبر اور حضور کی اہلیہ محترمہ ۱۳۲۲ھ میں حج و زیارت کے لئے روانہ ہوئیں تو حضور جھانسی تک پہنچانے کے لئے تشریف لے گئے۔" (حیات اعلیٰ حضرت ص ۱۴)

امام احمد رضا جھانسی تک زوار مدینہ کو پہنچا کر بریلی واپس تو ہوئے مگر اضطراب کا یہ عالم تھا، خود ہی ارشاد فرمایا ؎

وائے محرومیٔ قسمت کہ پھر اب کے برس
رہ گیا ہمرہ زوارِ مدینہ ہو کر

پورا ہفتہ اسی اضطراب میں گذرا ؎

جان و دل ہوش و خرد سب تو مدینے پہنچے
تم نہیں چلتے رضاؔ سارا تو سامان گیا

امام احمد رضا نے اس سفر جلیل کا ذکر جمیل اس طرح فرمایا۔

"یہاں سے ننھے میاں (برادر اصغر) اور حامد رضا خاں (خلف اکبر) مع متعلقین بارادۂ حج روانہ ہوئے۔ لکھنؤ تک اُن لوگوں کو پہنچا کر میں واپس آ گیا۔ لیکن طبیعت میں ایک قسم کا انتشار رہا۔ ایک ہفتہ یہاں رہا طبیعت سخت پریشان رہی۔"

(الملفوظ ص ۳)

اور یہی اضطراب سبب قرار بن گیا۔ تا آں کہ آپ نے حج و زیارت کا ارادہ فرما لیا۔ بریلی سے بمبئی تک ریزرویشن بھی ہو گیا۔ اور بمبئی سے جدہ تک تمام مراحل بخیر و خوبی آسان ہو گئے۔

امام احمد رضا کی معیت و خدمت میں حامد رضا

یوں تو بمبئی سے مکہ معظمہ تک حضرت حجۃ الاسلام کے شب و روز امام احمد رضا کی معیت و خدمت ہی میں گذرے۔ چنانچہ حرم مکہ کے پہلے روز کی حاضری کا ذکر اس طرح فرمایا۔

"پہلے روز جو حاضر ہوا تو حامد رضا ساتھ تھے۔ محافظ حرم ایک وجیہ وجمیل عالم نبیل مولانا سید اسمٰعیل تھے۔ یہ پہلا دن اُن کی زیارت کا تھا ــــــ حضرت مولانا موصوف سے کچھ کتابیں مطالعہ کے لیے منگوائیں۔ حاضرین میں سے کسی نے اس مسئلہ کا ذکر کیا کہ "قبل زوال رمی کیسی؟" مولانا نے فرمایا یہاں کے علماء نے جواز کا حکم دیا ہے۔ حامد رضا خاں سے اس بارے میں گفتگو ہو رہی تھی۔ مجھ سے استفسار ہوا۔ میں نے کہا خلاف مذہب ہے۔ مولانا سید صاحب نے ایک متداول کتاب کا نام لیا کہ اس میں جواز کو علیہ الفتویٰ لکھا ہے۔ میں نے کہا کہ ممکن ہے کہ روایت جواز ہو مگر علیہ الفتویٰ ہرگز نہ ہوگا۔ وہ کتاب لے آئے اور مسئلہ نکالا اور اسی صورت سے نکلا جو فقیر نے گذارش کی تھی علیہ الفتویٰ کا لفظ نہ تھا۔ حضرت مولانا نے کان میں جھک کر مجھے پوچھا کہ یہ کون ہے اور حامد رضا کو بھی نہ جانتے تھے مگر اس وقت گفتگو انہیں سے ہو رہی تھی۔ لہٰذا ان سے پوچھا۔ انہوں نے میرا نام لیا۔ نام سنتے ہی حضرت مولانا وہاں سے اٹھ کر بے تابانہ دوڑتے ہوئے آکر فقیر سے لپٹ گئے" (الملفوظ ص ۱۰، ۱۱ جلد دوم)

امام احمد رضا کے حضور وہ بھی ایک مکی عالم نبیل محافظ کتب حرم مولانا سید

محمد اسمٰعیل سے رقی قبل زوال کے عدم جواز پر حضرت حجۃ الاسلام نے فصیح عربی میں گفتگو کا حق کا ادا کر دیا اور "الولد سر لابیہ" کا وہ شاندار مظاہرہ پہلی بار حرم کہ میں کیا کہ معاصر علماء کا یہ قول قولِ فیصل قرار پایا۔

"اعلیٰ حضرت (امام احمد رضا) کے بعد اگر واقعی کوئی عالم اور ادیب تھے تو وہ حضرت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں تھے"۔

(مولانا حسنین رضا خاں خلیفہ اعلیٰحضرت کا ارشاد)

قضا و قدر کا فیصلہ

قضا و قدر کا یہ فیصلہ بڑا بر محل اور احقاقِ حق و ابطالِ باطل کے لئے رہتی دنیا تک بڑا روشن فیصلہ تھا کہ حضرت حجۃ الاسلام کے حج و زیارت کا سفر بظاہر امام احمد رضا کے اس سفر مبارک کا سبب سراپا ظفر بن گیا۔ برصغیر کی دم توڑتی ہوئی وہابیت نے مملکت حجاز کی سرکاری چھاؤں میں سنبھالے کا سانس لینا چاہا۔ مگر

ع "عدو شرے بر انگیزد کہ خیرے ما دریں آید"

کی حکمت الٰہیہ امام احمد رضا پر سایہ فگن ہو گئی اور قدم قدم پر حضرت حجۃ الاسلام کو دین متین کی فتوحات میسر آئیں۔ سمع و بصر کے حوالے سے امام احمد رضا کا یہ بیان بڑا حقیقت افروز ہے:

"حکمت الٰہیہ یہاں آ کر کھلی سننے میں آیا کہ وہابیہ پہلے سے آئے ہوئے ہیں جن میں خلیل احمد انبیٹھی اور بعض وزراء ریاست و دیگر اہل ثروت بھی ہیں۔ حضرت شریف تک رسائی پیدا کی ہے اور مسئلہ علم غیب چھیڑا ہے اور اس کے متعلق کچھ سوال علماء مکہ حضرت مولانا شیخ صالح کمال سابق قاضی مکہ و مفتی حنفیہ کی خدمت

میں پیش ہوا ہے۔ میں حضرت موصوف کی خدمت میں گیا۔ میں نے بعد سلام و مصافحہ مسئلہ علم غیب کی تقریر شروع کی اور دو گھنٹے تک اُسے آیات و احادیث و اقوال ائمہ سے ثابت کیا اور مخالفین جو شبہات کیا کرتے ہیں اُن کا رد کیا۔ اس دو گھنٹے تک حضرت موصوف محض سکوت کے ساتھ ہمہ تن گوش ہو کر میرا منہ دیکھتے رہے۔ جب میں نے تقریر ختم کی چپکے سے اُٹھتے ہوئے قریب الماری رکھی تھی وہاں تشریف لے گئے اور ایک کاغذ نکال لائے جس میں مولوی سلامت اللہ صاحب رامپوری کے رسالہ "اعلام الاذکیاء" کے اس قول کے متعلق کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہو الاول والآخر و الظاہر والباطن وہو بکل شیئ علیم لکھا۔ چند سوال تھے اور جواب کی تمام سطریں ناتمام لائے۔ مجھے دکھایا اور فرمایا "تیرا آنا اللہ کی رحمت تھا ورنہ مولوی سلامت اللہ کے کفر کا فتویٰ یہاں سے جا چلتا"۔ میں حمد الٰہی بجالایا اور فرودگاہ پر واپس آیا۔ مولانا سے مقام قیام کا کوئی تذکرہ نہ آیا تھا اب وہ فقیر کے پاس تشریف لانا چاہتے ہیں اور حج کا ہنگامہ اور جائے قیام نہ معلوم۔ آخر خیال فرمایا کہ ضرور کتب خانے میں آیا کرتا ہو گا۔ ۲۵ ذی الحجہ ۱۳۲۳ھ کی تاریخ ہے۔ بعد نماز عصر میں کتب خانے کی سیڑھی پر چڑھ رہا ہوں۔ پیچھے سے ایک آہٹ معلوم ہوئی دیکھا تو حضرت مولانا شیخ صالح کمال ہیں۔ بعد سلام و مصافحہ دفتر کتب خانے میں جا کر بیٹھے۔ وہاں حضرت مولانا سید اسمٰعیل اور اُن کے نوجوان سعید رشید بھائی سید مصطفیٰ اور اُن کے والد ماجد مولانا سید خلیل اور بعض حضرات جن کے اسوقت نام یاد نہیں، تشریف

فرماتے ہیں۔ حضرت مولانا شیخ صالح کمال نے جیب سے ایک پرچہ نکالا جس پر علم غیب کے متعلق پانچ سوال تھے (یہ وہی سوال جن کا جواب مولانا نے شروع کیا تھا اور تقریر فقیر کے بعد چاک فرما دیا) مجھ سے فرمایا یہ سوال وہابیہ نے حضرت سیدنا کے ذریعے سے پیش کئے ہیں اور آپ سے جواب مقصود ہے۔ میں نے سید مصطفیٰ سے گزارش کی کہ قلم دوات دیجئے۔ حضرت مولانا شیخ کمال و مولانا سید اسمٰعیل و مولانا سید خلیل سب اکابر تشریف فرما تھے، ارشاد فرمایا کہ ہم ایسا فوری جواب نہیں چاہتے بلکہ ایسا جواب کہ خبیثوں کے دانت کھٹے ہوں۔ میں نے عرض کی کہ اس کیلئے قدرے مہلت چاہیئے۔ دو گھڑی دن باقی ہے اس میں کیا ہو سکتا ہے۔ حضرت مولانا شیخ صالح کمال نے فرمایا کل سہ شنبہ، پرسوں چہار شنبہ ہے۔ ان دو روز میں ہو کہ پنجشنبہ کو مجھے مل جائے کہ میں شریف کے سامنے پیش کر دوں میں نے اپنے رب عزوجل کی عنایت اور اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اعانت پر بھروسہ کر کے وعدہ کر لیا اور شانِ الٰہی کہ دوسرے ہی دن بخار نے پھر عود کیا۔ اسی حالت میں رسالہ تصنیف کرتا اور حامد رضا خاں تبییض کرتے۔ چہار شنبہ کے دن کا بڑا حصہ یوں بالکل خالی گیا اور بخار ساتھ ہے۔ بقیہ دن میں اور بعد عشاء بفضل الٰہی و عنایت رسالت پناہی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہ کتاب کی تکمیل و تبییض سب پوری کرا دی "الدولۃ المکیہ بالمادۃ الغیبیہ" اس کا تاریخی نام ہوا اور پنجشنبہ کی صبح ہی کو حضرت مولانا شیخ صالح کمال کی خدمت میں پہنچا دی گئی"۔

(الملفوظ ص ۱۱، ۱۲، ۱۳، ج ۲)

سُرعتِ تحریر

آپ حیرت نہ کیجئے کہ علم غیب رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ شاہکار مقبول تاریخی کتاب "الدولۃ المکیہ بالمادۃ الغیبیہ" صرف ساڑھے آٹھ گھنٹے میں لکھی گئی۔ اس کتاب میں امام احمد رضا کا تصنیفی قلم دلائل و آثار کے جواہرات بکھیر رہا تھا اور شاہ حامد رضا کا قلم حق رقم سرعت تحریر کے ساتھ تبییض کے انمول موتی پرو رہا تھا۔

تصنیف و تبییض کے یہ دونوں واقعات وہ بھی اس تیزی کے ساتھ کہ صرف ساڑھے آٹھ گھنٹے میں یہ سب کچھ ہو جائے۔ اسے مصنف کی کرامت اور تبییض و تحریر کے کمال کے علاوہ اور کیا کہا جا سکتا ہے۔

اس کتاب سے متعلق صرف یہ ہی نہیں کہ حجۃ الاسلام نے اسکی تبییض کی بلکہ امام احمد رضا کے ارشادات کے مطابق کہ "کاپیاں ہو چکیں، تمہید کے لئے جگہ باقی ہے کاپی نویس کو مضمون جلد دینا ہے اس کی تمہید فوراً لکھ دی جائے کہ جگہ خالی نہ رہے"[1]۔ آپ نے اسی وقت اسکی تمہید لکھ کر حاضر کر دی۔ امام احمد رضا نے اسے پسند فرمایا اور رسالہ مبارکہ "الدولۃ المکیہ" میں اندراج کا اذن فرمایا۔

الدولۃ المکیہ کی تمہید کیا ہے پوری کتاب کا نہایت شاندار اختصار اور چند سطروں میں نصوص و آثار کا خلاصہ ہے۔ تمہید کے ساتھ ہی حضرت کا ترجمہ بھی ملاحظہ فرماتے چلیے۔

[1] عنایت محمد خاں غوری، سند مسند جانشینی ص ۲

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

الحمد للہ العلام الغیوب ۰ غفار الذنوب ۰ ستار العیوب
المظہر من ارتضٰی من رسول علی السر المحجوب وافضل
الصلاۃ واکمل السلام علی ارضی من ارتضٰی واحب
محبوب سید المطلعین علی الغیوب ۰ الذی علمہٗ
ربہ تعلیمًا وکان فضل اللہ علیہ عظیما ۰ فھو علی
کل غائب امین وما ھو علی الغیب بضنین ولا ھو
بنعمۃ ربہ بمجنون مستور عنہٗ ما کان او یکون فھو
شاھد الملک والملکوت ومشاھد الجبار والجبروت مازاغ
البصر وما طغیٰ افتمٰرونہ علیٰ ما یریٰ نزل علیہ القراٰن
تبیانا لکل شیٔ فاحاط لعلوم الاولین والاخرین فی بعلوم
لا تنحصر بحد وینحسر دونہا العد ولا یعلمہا احد
من العالمین فعلوم اٰدم وعلوم العالم وعلوم اللوح وعلوم
القلم کلہا قطرۃ من بحار علوم حبیبنا صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم لان علوم وما یدریک ما علومہ علیہ
صلوات اللہ وتسلیمہ ھی اعظم رشحۃ واکبر غرفۃ
من ذالک البحر الغیر المتناھی اعنی العلم الازلی
الالٰھی فھو یستمد من ربہ والخلق یستمدون منہ فما
عندھم من العلوم انما ھی لہٗ وبہ ومنہ وعنہٗ ؎

وکلہم من رسول اللہ ملتمس
غرفا من البحر او رشفا من الدیم

وواقفون لدیہ عند حدھم
من نقطۃ العلم او من شکلۃ الحکم

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وعلیٰ اٰلہ وصحبہ وبارک وکرم اٰمین

ترجمہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۰ نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم ۔ سب خوبیاں اللہ کو جو جمیع غیوب کا کمال جاننے والا ہے، گناہوں کا بڑا بخشنے والا عیبوں کا بہت چھپانے والا، پوشیدہ راز پر اپنے پسندیدہ رسولوں کو مسلط کرنے والا[ع] اور سب سے افضل درود اور سب سے کامل تر سلام اُن پر جو ہر پسندیدہ سے زیادہ پسندیدہ اور ہر پیارے سے بڑھ کر پیارے ہیں، غیبوں پر اطلاع پانے والوں کے سردار جن کو اُن کے رب نے خوب سکھایا۔ اور اللہ کا اُن پر فضل بہت بڑا ہے اور وہ ہر غیب پر امین اور غیب کے بتانے میں بخیل نہیں۔ اور نہ وہ اپنے رب کے احسان سے کچھ پوشیدگی میں ہیں کہ جو ہو گذرا یا آنے والا ہو، اُن سے چھپا ہو تو وہ ملک اور ملکوت کے مشاہدہ فرمانے والے ہیں اور اللہ عزوجل کی ذات وصفات کے ایسے دیکھنے والے ہیں کہ نہ آنکھ کج ہوئی اور نہ حد سے بڑھی، تو کیا تم جو کچھ وہ دیکھ رہے ہیں۔ اس میں اُن سے جھگڑتے ہو، اللہ نے اُن پر قرآن اتارا ہر چیز کا روشن بیان کر دینے کو تو حضور نے تمام اگلے پچھلے علوم پر احاطہ فرمایا اور ایسے علموں پر جو کسی حد پر نہ رکیں اور گنتی اُن تک پہونچنے سے تھک رہے اور تمام جہان میں اُن کو کوئی نہیں جانتا تو آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم اور تمام عالم کے علم اور لوح وقلم کے علم یہ سب مل کر ہمارے محبوب صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے علموں کے سمندروں سے ایک

ع مظہر کا ترجمہ مسلط کرنے والا اس لئے کیا گیا کہ ظہور یا اظہار کے صلہ میں علیٰ آئے تو اسکے معنی چیرہ شدن یا چیرہ گردانیدن ہو جاتے ہیں۔ یعنی مسلط کر دینا یا قبضہ میں دے دینا کما یقال ظھر علیہ ای غلب علیہ کذا فی الصراح ۔ ۱۲ حامد رضا غفرلہٗ

ایک بوند ہیں۔ اس واسطے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم (اور تو لے کیا جاتا کہ حضور کے علم کیا ہیں (اُن پر اللہ تعالیٰ کے درود و سلام) سب سے بڑا چھینٹا اور عظیم تر چلو ہیں۔ اُن غیر متناہی سمندر یعنی علم قدیم الٰہی سے تو حضور اپنے رب سے مدد لیتے ہیں اور تمام جہان حضور سے مدد لیتا ہے تو اہل عالم کے پاس جو کچھ علوم ہیں وہ سب حضور کے علم ہیں اور حضور کے سبب ہیں اور حضور کی سرکار سے آئے اور حضور سے اخذ کئے گئے ہیں ۔

رسول اللہ تجھ سے مانگتا ہے ہر بڑا چھوٹا
تیرے دریا سے چلو یا ترے بادل سے اک چھینٹا

ترے آگے کھڑے ہیں اپنی حد پر تیرے علم والے
کوئی نقطہ ہی پر ٹھہرا کوئی اعراب پر ٹھٹکا

اللہ تعالےٰ اُن پر درود و سلام بھیجے اور اُن کے آل و اصحاب پر برکتیں اور اعزاز نازل فرمائے الٰہی ایسا ہی کر

مندرجہ بالا سطور میں آپ نے حضرت حجۃ الاسلام کی کئی تمہیدیں پڑھیں اور اُن کے تراجم بھی ملاحظہ فرمائے ــــــــ اب میں حضرت ہی کی ایک نہایت مشہور اور عربی فصاحت و بلاغت سے مملو تمہید جو رسالہ " الاجازات المتینۃ لعلماء بکۃ والمدینۃ " (۱۳۲۴ھ) پر لکھی گئی ہے۔ مولانا حافظ محمد احسان الحق قادری رضوی زید مجدہم کے اُردو ترجمہ کے ساتھ پیش قارئین کر رہا ہوں۔

یہ تمہید امام احمد رضا کی سوانحی معلومات پر بڑی مستند دستاویز اور عربی ادب کا بڑا نادر نمونہ ہے۔ آپ بھی ملاحظہ فرمائیں۔

تمہیدِ رسالہ

الاجازات المتینۃ لعلماء بکۃ والمدینۃ

لنجل المصنف العلام الفاضل الجلی الشان مولانا محمد القادری المعروف بالمولوی الحاج حامد رضا خاں سلمہ المنان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وکفیٰ وسلامٌ علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ لاسیما ھٰذا الحبیب المرتجی والشفیع المصطفیٰ وآلہ وصحبہ اولی الصدق والوفا والنور والصفا وعلینا معھم یامن وعد فوفیٰ واوعد فعفا اما بعد فان المولیٰ سبحانہ وتعالیٰ یختص برحمتہ من یشاء ویمنّ علیہ بجلیل الآلاء ویختار لہ من النعم العظام ما یحتار فیہ العقول والافہام

بل لا یقدر قدرہ الاوهام وذالك بمن یمن جمال کمال نعم افضال حبیبه الکریم الغنی المغنی الجواد المعطی ابی القاسم قاسم اقسام النعیم علیه وعلی اله وصحبه افضل صلاۃ واکمل تسلیم فانه هو الوسیلة العظمی والخلیفة الاعلی واعطی المفاتیح دنیا واخری جعل المولی خزائن رحمته طوع یدیه فلا ینقل خیر الا منه ولا یسند عطاء الا الیه ورحم الله القائل واجزل له الاجر الکامل ؎

الا بابی من کان ملکا وسیدا

وآدم بین الماء والطین واقف

اذا رام امرا لا یکون خلافه

ولیس لذالك الامر فی الکون صارف

ورضی الله عنه سید العارف بالله الامام ابی الحسن محمد البکری الصدیقی حیث یقول ؎

ما ارسل الرحمٰن او یرسل

من رحمة تصعد او تنزل

فی ملکوت الله او ملکه

من کل ما یختص او یشمل

الا وطه المصطفی عبده

نبیه مختاره المرسل

واسطة فیها واصل لها

یعلم هذا کل من یعقل

لاسیما نعم الدین من اول یوم الی الدین فالامر فیها واضح مبین وذالك قول رب العٰلمین وآخرین منهم لما یلحقوا بهم

وهو العزیز الحکیم ○ ذالك فضل الله یؤتیه من یشاء والله ذو الفضل العظیم ○ والحمد لله رب العٰلمین ○ وان من اجل اولئك الآخرین الاولین سبقا فی الآخرین والاسبقین فضلا فی اللاحقین الذی انعم علیه نبیه الاول الآخر الباطن الظاهر الفاتح الخاتم اول الکائنین وخاتم النبیین صلوات الله وسلامه علیه وعلی اله وصحبه اجمعین۔

بنعم لا یقدر قدرها ولا یزن غمرها ولا یحصی والله العظیم عددها ولا ینفد ان شاء الکریم امدها ولا یقطع بعون المصطفی مددها فان الکریم اذا بدا اعاد واذا عود ادام ولا یقطع عوائد موائد الفضل والانعام ومن مثل هذا الحبیب المرتجی العمیم الجود العظیم الرجا صلی الله تعالی علیه وعلی اله دائما ابدا فی الفضل والکرم والجود والندی ؎

حاشا ان یحرم الراجی مکارمه

او یرجع الجار منه غیر محترم

صلی الله تعالی علیه وعلی اله وسائر المتعلقین باذیاله قدر جوده ونواله ونعمه وافضاله وجاهه وجلاله وحسنه وجماله وفضله وکماله سیدنا الوالد الماجد الامام امام اهل السنة السنیه والجماعت السنیة مجدد المائة الحاضرہ موید الملة الطاهرہ سنام نور الایمان حضرۃ المولی الحاج الشیخ احمد رضا خان افاض الله علینا

من شآبیب فیضه المدرار ٭ ما ترنم الهزار فوق الازهار

فانه اتم الله نورہ وادام حبورہ لما من علیه الحبیب القریب المجاب

المجيب صلى الله تعالیٰ علیه وسلم وعلیٰ اله وصحبه
وشرف وکرم بالحج مرة اخریٰ احسن من الاولی
امطر علیه امطار الکرم وادم علیه دیم النعم

فقربه تقریباً وجعله الی الکرام

حبیباً واحله من القلوب المحل الجلیل

فاجلّه الاجلّه باجل تبجیل وحق الحق لم یطلب والدی
شهرة فی الخلق ولم یبغ طریقا الی تلك المسالك ولم یلق بالاً الی تسبب
فی ذالك ولکن اراد المصطفیٰ ومراد المصطفی لایریٰ تخلفا فان مراده مراد الله
وتریٰ ربّه یسارع فی هواه فمع حب والدی العزلة والخمول وضع
الله له فی ارضه القبول فکانما نودی فی مکة یا اهل الصفا اهرعو
فقد جاء عبد المصطفیٰ فراینا العلماء الیه مهرعین واکابر
العظماء الی اعظامه مسرعین فمنهم من یقتبس من انوار علمه
وضیاءه ومن یلتمس البرکة فی لقاء محیاه وهذا اجاء فسأل واستفتیٰ
وهذا جلیل یعرض علیه ما کان افتیٰ حتیٰ ان جلة الجلیلة الممتازة
طلبوا منه برکة الاجازة ودخل کبار فی بیعة الطریقة وقام مخدوم
الکرام بخدمته الانیقة حتیٰ ان شیخا جلیلا اماما مطاعا مهابا کبیر
الشان عظیم المکان من اجلة علماء البلد الحرام المشار الیه بالاصابع
بین الکرام سمعناه یقول له فی محاورته لما اهویٰ الی لمس رکبته بل
انا اقبل ارجلکم ونعالکم کثر الله فی الامة امثالکم فراینا بحمد الله رای
العین ما اخبر عن نبیه رب المشرقین اذ یقول واخرین منهم لما یلحقوا

بهم وهو العزیز الحکیم۔

ذالك فضل الله یوتیه من یشاء والله ذو الفضل العظیم وان اوّل من

اتاه للاستجازة طالبا منه نعمة الاجازة محدث المغرب جلیل المنصب
السید الفاضل العالم الکامل مولٰنا السید عبد الحی ابن السید الکبیر
الشریف عبد الکبیر الکتانی الفاسی ذو فضل مبین له ستون مصنفا فی علم
الحدیث وغیره من علوم الدین کان اتی مکة حاجا فارسل الی سیدی الوالد
الاتقی من دون سبقة تعارف اصلا فضلاً عن لقاء لاربع بقین من
ذی الحجة سنة الف ثلثمائة وثلث وعشرین انی ارید الاتیان الیکم
لاقتبس من نورکم المبین وقد کان ابی مشتغلا فی هذا النهار ردا علی
الوهابیة بکتابه کتابه الدولة المکیة بالمادة الغیبیة وکان واعد العلماء
الکرام ان یتمه تصنیفا وتبییضا فی ثلثة ایام فخاف ان یتاخر
فتنصل واعتذر ورد الیه الجواب ان سیتم غدا الکتاب ان شاء الملك
الوهاب فانا بنفسی اتی الیکم بعد غد فارسل السید المغربی حفظه
الاحد انی غدا ذاهب الی المدینة المنیرة وقد اکترینا الابل وتعین
الرواح بعد الظهیرة فاذن ابی وتوکل فی اتمام شانه علی الفتاح فرح
السید واتاه من الغد بعد الاصباح فاستجاز فی الحدیث اولا وسمع
ما جاء بالاولیه مسلسلا ثم طلب اجازة سلاسل الاولیاء الکبار فکتب ابی کل ما اقترح
وطال المجلس الی نصف النهار ثم توجه السید من فوره بعد الصلاة الاولی الی مدینة
المصطفیٰ وکان معه شاب صالح من طلبة العلم الکریم یدعی حسین جمال بن عبد
الرحیم فتخلف ساعة عن السید واتی مستجیزا الی حضرة الوالد وقد ان
رحیلهم الی اطیب مکان فاجازه والدی اجازة باللسان واذن له ان یکتب
نسخة باسمه من عند السید علی نحوه ورسمه فکانت هذا نسخة
اولی ومع تلك الطفرة وعود الحمی اتم الله الکتاب قبل المیعاد وارسل
مبیضا الی العلماء الامجاد ثم من غد احنی للیلتین من ذی الحجة الحرام

اتاه زائراً اجل العلماء الاماثل الكرام حضرة مولانا الشيخ صالح كمال
مع بعض اخيرين اهل العلم والافضال من بيت دحلان بيت الفضل
والكمال فاستجازوا فاجاز لهم باللسان ولم يزل متوفقاً فى كتابة
الاجازة لذالك العلامة الجليل الشان اجلالا لشانه وتعظيماً
لمكانه والشيخ كلمه يلقى يطلب ويتقاضى حتى انشاء له نسخة اخرى
حافلة كبرى وسماها الاجازة الرضوية لمبجل مكة البهية جمع
فاوعى وذكر الشيخ باحسن الذكرى فكانت نسخة ثانية اسماء
غانيه ثم ان المولى سبحانه وتعالىٰ قد كان القى بين حضرة
الوالد والسيد الماجد العلامة النبيل الفهامة الجميل مولينا
السيد اسمٰعيل خليل حافظ كتب الحرم الجليل باول اللقياء تراني
المحيا حبا فى الله فوق العادة لان الارواح جنود مجندة وكان السيد
سأله الاجازة فبمنه النسخة الجامعة اجازة مع اخيه السيد
مصطفى خليل ادامهم الله بالعز والتبجيل وكتب لهما عند ذكر
الاسماء ما يليق بهما من ثناء وسناء
ثم كتب نسخة ثالثة للعالم العامل الحادى الشيخ احمد الخضراوى
ثم تتابع الناس فكتب نسخة رابعة مختصرة جامعة وجيزة
نافعة واستنسخ منها عدة نقول بترك البياض مكان اسم
المجاز فكلما اتى عالم يستجيز كتب اسمه واعطاه نسخة
فاوجز واجاز لكن عدة كرماء طلبوا مع ذالك النسخة الكبرى و
وكانوا بذالك احق واحرى فمنهم من احاله على حضرة الشيخ صالح
كمال كى يستنسخوها من عنده لتخفف الاثقال ومنهم من وعده الارسال
اليه من عنده بعد الوصول الى وطنه وبلده فهاتان النسختان اعنى

الثانية الكبرىٰ والرابعة الجامعة الصغرىٰ كان كل منها على عدة
اعلام لعلماء واعلام فذكر فى محل الاسم ما اختلفت العبارات
ومع كل ما ذكر فى آخره من تاريخ الاثبات ثم كتب نسخة خامسة
للشيخ عبد القادر الكردى تلميذ الشيخ العلامة صالح كمال وولده
السعيد عبد الله فريد لما كتب اليه يطلب منه الاجازة له ولشيخه
العلامة ذى الافضال ثم كتب نسخه سادسة للسيد محمد عمر
المطوف ابن السيد الجليل ابى بكر الرشيد المرحوم بكرم المتعال ثم
سار الى حضرة المدينة المنورة فتلقاه علماؤها الكرام كعلماء
مكة بالاكرام والاجلال حتى قال له الشيخ صالح السعيد المولوى
محمد كريم الله الفنجانى مجاور الحرم المدنى تلميذ حضرة الشيخ
العلامة الاجل مولينا الشيخ محمد عبد الحق الٰه آبادى مجاور
الحرم المكى الشنى انى مقيم بالمدينة الامينية منذ سنين ويأتيها
من الهند الوف من العٰلمين فيهم علماء وصلحاء اتقياء رأيتهم
يدورون فى سكك البلد لا يلتفت من اهله احد ورأيت العلماء والكبراء
العظماء اليك مهرعين وبالاجلال مسرعين ذالك فضل الله يؤتيه
من يشاء والله ذو الفضل العظيم وقد طلب هنالك عدة من العلماء
الاجازة فاجاز باللسان اكثر من اجازه لان عبد المصطفىٰ حضرة
المصطفىٰ عليه افضل صلوات الله فى شغل شاغل عمن سواه
ولبعضهم وعد ان يرسل من البلد كالفاضل الكامل مولانا الشيخ
عمر بن حمدان المحرسى المدرس بالحرم النبوى السرى والسيد الشريف
اللطيف النظيف مولانا السيد مامون البرى الا السيد الجليل السعيد
الحميد مولانا الشيخ محمد سعيد شيخ الدلائل ذا الشرف والفضائل

فکتب النسخة سابعة عین وقت الرحیل من البلد الجمیل وبعد
ان یرسل من الوطن التفصیل ولما رجع الی الوطن واشتغل بتصنیف
کتب ودفع فتن وقع التاخیر فاتت الکتب من الحرمین
بالتذکیر ولذکو ملخص تلك الصحائف مع کتاب اخر من سید جلیل
مشحون باللطائف لیعلم الانام وصلا بحمد الله الوداد وحسن الاتحاد
بین سید الوالد وذالك السید

رسالہ
الاجازات المتینۃ لعلماء بکۃ والمدینۃ
کی تمہید

جسے مصنف رسالہ (علیہ الرحمہ) کے فرزند حجۃ الاسلام العلامہ الحاج
الفاضل صاحب الشان المولوی محمد حامد رضا خاں القادری نے لکھا۔
(سلامتی والا رب انھیں سلامتی کے گھر (جنت) میں داخل فرمائے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سب تعریفیں اللہ کو ہیں اور وہ کافی ہے۔ سلام اللہ کے ان بندوں
پر جنہیں اس نے چنا۔ خاص کر اس محبوب پر جو امید گاہ شفاعت کنندہ اور انتخاب
فرمودہ ہیں۔ نیز آپ کی آل و اصحاب پر جو صدق و وفا اور نور و صفا والے ہیں۔
اور اُن کے ساتھ ہم پر بھی (سلامتی آتار) اے وہ ذات جس نے وعدہ کیا تو پورا
کیا اور دھمکی دی تو معاف فرمایا۔ حمد و صلوٰۃ کے بعد حقیقت یہ ہے کہ مولا سبحانہٗ
وتعالےٰ جسے چاہتا ہے اپنی رحمت کے ساتھ خاص فرماتا ہے اور اپنی جلیل الشان

نوازشوں کے ساتھ اس پر احسان کرتا ہے اور اس کے لئے ایسی بڑی بڑی نعمتیں
پسند فرماتا ہے جن سے عقلوں اور فہموں کو حیرت ہوتی ہے بلکہ ان کی قدر و منزلت کا
اندازہ وہم و گماں بھی نہیں کر سکتے۔ اور اُن سب الطاف کا اصل سبب حبیب
کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کا وہ بابرکت احسان ہے جو آپ کی فضیلت والی نعمتوں
کے کامل حسن کا کرشمہ ہے۔ وہ حبیب جو غنی ہیں دوسروں کو غنی کرتے ہیں، سخی
ہیں دوسروں کو دیتے ہیں، ابو القاسم ہیں دوسروں میں نعمتوں کی تمام قسمیں بانٹتے
ہیں (آپ پر اور آپ کی آل و اصحاب پر افضل درود اور اکمل سلام اترے) کیونکہ
آپ ہی بندوں کے لئے سب سے بڑے وسیلہ اور اللہ تعالیٰ کے سب سے
بڑے خلیفہ و نائب ہیں۔ دنیا میں اور آخرت میں سب خزانوں کی کنجیاں آپ ہی کو
عطا ہوئی ہیں۔ مولیٰ تعالےٰ نے اپنی رحمت کے خزانے آپ کے دست کرامت
میں رکھ دیئے ہیں۔ تو کوئی بھلائی کسی کیطرف نہیں جاتی مگر آپ کے پاس سے ہو کر
اور کوئی عطیہ کسی کو نہیں پہنچتا مگر آپ سے نسبت پاکر۔ اُن اشعار کے قائل پر اللہ تعالےٰ
رحمتیں اتارے اور اجر کامل بخشے۔

ترجمہ اشعار:۔ "سنتے ہو باپ قربان ہو اُن پر جو اس وقت بھی بادشاہ اور
سردار تھے جبکہ حضرت آدم پانی اور مٹی میں تھے۔ وہ جب کسی امر کا ارادہ فرماتے
ہیں تو اس کا خلاف نہیں ہو سکتا۔ سارے جہان میں کوئی ایسا پیدا نہیں ہوا جو
آپکے ارادے کو بدل سکے"۔

عارف ربانی سیدی ابو الحسن محمد البکری الصدیقی الامام سے خدا راضی ہو۔
وہ کیا خوب فرماتے ہیں ؎

ترجمہ اشعار:۔ "جتنی رحمتیں اللہ رحمان نے بھیجی ہیں یا بھیجے گا وہ چڑھتی ہو یا اترتی
ملکوت میں ہوں یا ملک میں، خاص ہوں یا عام سب واسطہ۔ اور اصل آنحضرت
(صلے اللہ علیہ وسلم) ہیں جو طٰہٰ بھی ہیں اور مصطفیٰ بھی، اللہ کے بندے بھی

ہیں اور نبی بھی، مختار بھی ہیں اور مرسل بھی، یہ ایسی حقیقت ہے جسے ہر عقل مند جانتا اور مانتا ہے۔"

بالخصوص دین کی نعمتیں! وہ روزِ اوّل سے روزِ آخرت تک جتنی بھی ہیں، سب حضور (علیہ السلام) کے واسطے ہیں۔ اس امر کی دلیل واضح ہے اور رب العٰلمین کا یہ ارشاد ہے۔

ترجمۃ الآتیین مع التفسیر بین الہلالین:۔ "میرے رسول اپنی امت کو پاک کرتے ہیں اور انھیں کتاب وحکمت کا علم عطا کرتے ہیں" ـــ اور ان میں سے اوروں کو بھی (جو قیامت تک آئیں گے) پاک کرتے ہیں اور علم عطا فرماتے ہیں جو اُن اگلوں سے نہ ملے (بعد میں پیدا ہوئے) اور وہی عزت وحکمت والا ہے یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے دے اور اللہ بڑے فضل والا ہے (سورۃ الجمعہ رکوع ۱) اور سب تعریف اللہ رب العٰلمین ہی کو ہیں۔

اس آیت میں قیامت تک آنے والے جن اوروں کا ذکر ہوا ہے اُن میں فضل وکمال کے اندر سبقت لے جانے والوں میں ایک ایسا عظیم الشان جلیل المرتبت شخص بھی ہے جس کو اس کے مقدس پیغمبر نے بے اندازہ نعمتیں بخشی ہیں وہ پیغمبر جو اوّل بھی ہیں آخر بھی ہیں، باطن بھی ہیں ظاہر بھی، فاتح بھی ہیں خاتم بھی، کائنات میں (من حیث الخلقت) پہلے بھی ہیں اور نبیوں میں (من حیث البعثت) پچھلے بھی (صلوات اللہ وسلامہ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین) اور اُن کی بخشی ہوئی نعمتیں سمندر کی طرح بے اندازہ ہیں جس طرح اس کا پانی تمام نکالا نہیں جاسکتا، یونہی وہ نعمتیں ختم نہیں ہوسکتیں اللہ عظیم کی قسم وہ گنی نہیں جاسکتیں۔ رب کریم نے چاہا تو کسی حد پر نہ رکیں گی، مصطفےٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی مدد سے اُن میں اضافہ نہیں رکے گا کیوں کہ کریم جب دینے لگتا ہے تو دیتا ہی جاتا ہے اور جب کسی کو اپنے آستانہ کرم سے لینے کا عادی بنادیتا ہے تو لینے دینے کی یہ رسم برقرار رکھتا ہے اسکے فضل و

انعام کے دسترخوانوں کی مہربانیاں منقطع نہیں ہوا کرتیں۔ اور اللہ تعالےٰ کے اس حبیب جیسا فضل وکرم میں جود وسخا میں دوسرا کون ہے؟ آپ امید گاہ ہیں، آپکی سخاوت عام ہے، آپ کی ذات سے بڑی امیدیں وابستہ ہیں (صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ دائمًا ابدًا)

ترجمہ شعر:۔ آپ اس عیب سے پاک ہیں کہ امیدوار کرم آپ کی کرم نوازیوں سے محروم کردیا جائے یا آپ کی پناہ میں آنے والا ناکام واپس جائے۔

اللہ تعالےٰ آپ پر اور آپ کی آل پر اور آپ کے دامن رحمت سے لپٹنے والوں پر درود ورحمت نازل فرمائے بمقدار آپ کی بخشش اور نوال کے نعمت و افضال کے، مرتبہ اور جلال کے، حُسن اور جمال کے، فضل اور کمال کے۔

اس جلیل المرتبت شخص سے مراد میرے والد محترم ہیں جو بزرگی والوں کے بزرگ، روشن سنت اور سُنی جماعت کے امام، اس چودھویں صدی کے مجدد پاکیزہ ملت کے مددگار اور نور ایمان کے بلند نشان ہیں۔ یعنی حضرت مولانا الحاج الشیخ احمد رضا خاں (اللہ تعالےٰ ہم پر اُن کے ابرِ فیض بار کی بارشیں نازل فرمائے جب تک کہ کلیوں پر بلبلیں چہکیں)

ہوا یوں کہ حضرت والد ماجد (اللہ تعالےٰ آپکے نور فیض کو کامل اور ہمیشہ کو دائم فرمائے) پر جب بموقع حج ثانی جو پہلے حج سے احسن ثابت ہوا اللہ تعالیٰ کے پیارے حبیب نے احسان فرمایا (وہ حبیب جنہیں حق تعالےٰ کا قرب حاصل ہے جن کی سب دعائیں قبول ہوئی ہیں، جو دوسروں کی التجائیں منظور فرماتے ہیں (صلی اللہ علیہ وسلم وعلیٰ آلہ وصحبہ وشرف وکرم) اور آپ پر بارانِ کرم کو اتارا، نعمتوں کی وہ بارشیں لگاتار نازل فرمائیں کہ مقرب بارگاہ کردیا اور اہل کرم کا محبوب بنادیا اور اہل حرم کے دلوں میں باعزت وباعظمت جگہ مرحمت فرمادی کہ وہاں کی بہت بڑی جلیل القدر شخصیتوں نے آپ کی بہت بڑی تعظیم وتوقیر کی۔ حق تعالےٰ کی قسم

کہ حضرت والد ماجد کو مطلوب شہرت نہ تھی۔ انھوں نے اس کے حصول کا کوئی
طریقہ اختیار نہ کیا، اپنے دل کو اس کے سبب کی جانب مائل نہ ہونے دیا لیکن
بایں ہمہ حضرت جناب محمد مصطفےٰ (صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم) نے آپ کو مشہور کرنے
کا ارادہ فرمالیا اور آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی مراد متخلف نہیں ہو سکتی کیونکہ
حضور کی مراد اللہ کی مراد ہے اور حضور کا چاہا اللہ کا چاہا ہے۔ تم دیکھتے ہو کہ حضور
کا رب حضور کی مراد پوری کرنے میں جلدی کرتا ہے (صلی اللہ علیہ وسلم) فلہٰذا علیہ
والد ماجد نے اگرچہ گوشہ نشینی اور گمنامی کو پسند کیا مگر اللہ تعالیٰ نے اپنی زمین
میں آپ کی مقبولیت رکھدی گویا مکہ مکرمہ میں کارکنان قضا وقدر سے ندا کردا
دی گئی کہ اہل صفا جلدی چلو مصطفیٰ (صلے اللہ علیہ وسلم) کا غلام آیا ہوا ہے۔ تو
ہم نے وہاں کے علمائے کرام کو آپکی جانب تیز تیز آتے اور اکابر علماء کو آپکی تعظیم و توقیر میں جلدی
کرتے دیکھا، بعض آپکے علمی انوار حاصل کرنے کیلئے آئے۔ بعض صرف برکت ملاقات کی غرض
سے پہنچے، کسی نے آکر مسئلہ پوچھا اور فتویٰ طلب کیا۔ کسی بزرگ نے اپنا لکھا ہوا فتویٰ
دکھایا (اور تصدیق وتقریظ چاہی) یہاں تک کہ باعزت لوگوں، ممتاز شخصیتوں نے
آپ سے برکت اجازت چاہی اور بڑی شان والے اکابر بیعت طریقت میں
داخل ہوئے اور اہل کرم مخدوم عمدہ خدمات بجالانے لگے۔ تا آنکہ ہم نے خود
سنا کہ ایک دفعہ ایک بزرگ بلند مرتبہ، پیشوا، فرمانروا، باہیبت، کبیر الشان
عظیم المکان، معزز علمائے حرم، اہل کرم میں اتنے معظم کہ اُن کی جانب انگلیوں سے
اشارے ہوتے ہیں، سے گفتگو کرتے وقت جبکہ حضرت والد ماجد نے ادباً اُن کے
گھٹنے کو چھونا چاہا تو وہ بولے انا اقبل ارجلکم ونعالکم کثر اللہ فی الامۃ امثالکم" میں آپ
کے قدموں اور جوتوں کو بوسہ دوں۔ اللہ تعالےٰ اس امت میں آپ جیسے علماء بکثرت
پیدا کرے۔

تو ہم نے بحمدہ تعالےٰ اپنی آنکھوں سے (والد صاحب کی وسعت علمی کا)

وہ منظر دیکھا جسکی خبر رب المشرقین نے اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بابت
قرآن مجید میں دی۔

ترجمہ آیت:- "میرے رسول اپنی امت کو پاک کرتے ہیں اور انھیں کتاب و
حکمت کا علم عطا فرماتے ہیں" ——— اور ان میں سے اوروں کو بھی (جو قیامت
تک آئیں گے) پاک کرتے ہیں اور علم عطا فرماتے ہیں جو اگلوں سے نہ ملے (بعد
میں پیدا ہوئے) اور وہی عزت وحکمت والا ہے یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے
دے اور اللہ بڑے فضل والا ہے (سورۃ الجمعہ رکوع ۱) والد صاحب کی خدمت
میں نعمت اجازت حاصل کرنے کے لئے سب سے پہلے جو متجیز حاضر ہوئے اُن
کا نام مولانا السید عبدالحی بن السید الکبیر الشریف عبدالکبیر الکتانی الفاسی ہے، موصوف
محدث المغرب جلیل المنصب سردار فاضل عالم کامل، صاحب فضل مبین ہیں۔ علم حدیث
میں اور اس کے علاوہ دیگر علوم دینیہ میں ساٹھ کتابیں تصنیف فرماچکے ہیں۔
آپ مکہ مکرمہ میں حج بیت اللہ کے لئے آئے ہوئے تھے۔ انھوں نے بغیر کسی
سابق تعارف وسابق ملاقات کے والد ماجد کی خدمت میں ۲۶ ذی الحجہ ۱۳۲۳ھ کو
پیغام بھیجا کہ میں آپکے نور علم سے مقتبس ہونے کے لئے آنا چاہتا ہوں۔ اس دن
والد محترم "وہابیوں" کے رد میں "الدولۃ المکیہ بالمادۃ الغیبیہ" (۱۳۲۳ھ) لکھنے
میں مصروف تھے۔ اور تین دن میں کتاب کی تصنیف وتبییض کے مکمل کرنے کا
علماء کرام سے وعدہ فرماچکے تھے۔ بوجہ ملاقات کتاب کی تکمیل میں تاخیر کا خوف
تھا۔ اس لئے آپ نے سید صاحب (حفظہ الاحد) کی خدمت میں معذرت
پیش کی اور جواب ارسال کیا کہ کل تک (انشاء الملک الوہاب) کتاب مکمل ہوجائے
گی تو میں پرسوں خود حاضر ہوجاؤں گا۔ سید صاحب نے دوبارہ کہلا بھیجا کہ کل مدینہ
منورہ جا رہا ہوں کرایہ کے اونٹ لے لئے ہیں۔ کل دوپہر بعد روانگی کا پروگرام بن
چکا ہے تو حضرت والد ماجد نے کتاب کی تکمیل خدائے فتاح کے سپرد کی اور سید

صاحب موصوف کے تشریف لانے کی اجازت دیدی۔ سنتے ہی سید محترم خوش ہوئے
اور صبح کے وقت تشریف لے آئے۔ انہوں نے آتے ہی والد ماجد سے اجازت حدیث
حاصل کی اور حدیث مسلسل بالاولیت کا سماع کیا۔ پھر اولیاء کبار کے سلاسل طریقت
کی اجازتیں لیں۔ والد ماجد نے تمام اجازتیں اُن کی منشاء کے مطابق لکھکر مرحمت
فرمائیں۔ یہ مجلس دوپہر تک رہی۔ پھر سید صاحب نماز ظہر کے فوراً بعد مدینۃ المصطفیٰ
(صلی اللہ علیہ وسلم) کی جانب روانہ ہو گئے۔ موصوف کے ساتھ ایک جوان صالح علم
دین کا طالب "حسین جمال بن عبدالرحیم" بھی تھا۔ اس نے سید صاحب سے کچھ پیچھے
رہ کر اجازت حدیث طلب کی۔ چونکہ مدینہ طیبہ کی جانب اُن حضرات کی روانگی کا
وقت قریب تھا۔ اس لئے والد ماجد نے اُسے زبانی اجازت دیکر فرمایا کہ سید
صاحب کے نسخے کی نقل لے کر اپنا نام لکھ لینا یہ اجازات کا پہلا نسخہ ہے۔ اس
تاخیر کے ساتھ ساتھ والد صاحب کو بخار بھی دوبارہ ہو گیا۔ مگر اللہ تعالےٰ نے
وقت سے پہلے کتاب مکمل فرمادی۔ اور والد صاحب نے مسودہ صاف فرما کر
(حسب وعدہ) علماء امجاد کے پاس بھیج دی۔

پھر اگلے دن یعنی بتاریخ ۲۸ ذی الحجہ والد صاحب کی زیارت کے لئے
حضرت مولانا شیخ صالح کمال تشریف لائے جو برگزیدہ علماء کرام کے سردار ہیں
ان کے ساتھ فضل وکمال کے گھرانے "دحلان" کے دیگر اہل علم اور اصحاب
فضیلت بھی تھے۔ انھوں نے بھی اجازتیں مانگیں۔ آپنے سب کو زبانی اجازتیں
بخشیں اور جلیل القدر علامہ (صالح کمال) کی جلالت شان اور عظمت مکان کے
پیش نظر اُن کے لئے سند اجازت لکھنے میں کافی توقف فرمایا۔ وہ جب ملتے سند
کا مطالبہ فرماتے اور تقاضے پر تقاضا کرتے۔ یہاں تک کہ اُن کی خاطر سند کا
الگ بڑا نسخہ ارشاد فرمایا۔ جس کا تاریخی نام "الاجازۃ الرضویہ لمبجل مکۃ البہیۃ"
تجویز کیا۔ اس نسخے کو اجازات کا جامع اور پوری طرح کامل بنایا۔ اس میں

شیخ کا ذکر بڑے حسین الفاظ میں کیا۔ تو نسخہ ثانیہ ایسا حسین ہو گیا کہ ہر بیا کش
سے مستغنی نظر آنے لگا۔ پھر مولےٰ سبحانہٗ وتعالےٰ نے والد ماجد کے درمیان
اور سید، بزرگ، علامہ، دانشمند، کثیر الفہم، باجمال، مولانا السید اسمٰعیل خلیل محافظ
کتب حرم شریف کے درمیان پہلی ملاقات میں چہرے پہ نگاہ پڑتے ہی فوق
العادہ محبت فی اللہ پیدا فرمادی۔ کیونکہ (مطابق حدیث مشکوٰۃ ص۴۲۵) روحیں متعلق
بالاجسام ہونے سے پہلے جمع کئے ہوئے لشکر کی صورت ہوا کرتی ہیں (تو جو عالم
ارواح میں متعارف ہوں وہ عالم اجسام میں بھی متعارف ومانوس ہو جاتی ہیں)
بعد از ملاقات سید صاحب نے بھی سند مانگی تو والد ماجد نے اُن کو بھی اور اُن
کے بھائی سید مصطفےٰ خلیل کو بھی وہی نسخہ ثانیہ جامعہ مرحمت فرمایا (اللہ تعالےٰ
ان سب کو عزت وعظمت بخشے) البتہ ان کے ناموں کے ساتھ اُن کی شان کے
لائق کلمات مدح وثنا لکھے۔ پھر آپنے تیسرا نسخہ باعمل عالم حاوی فروع واصول
شیخ احمد خضراوی کے لئے لکھا۔ ازاں بعد مستجیزین کا تانتا بندھ گیا۔ سند طلب
طلب کرنے والے علماء ومشائخ پے درپے آنے لگے تو حضرت والد ماجد نے
اُن کے لئے سند کا چوتھا نسخہ تالیف فرمایا جو مختصر بھی ہے اور جامع بھی۔
اور تھوڑے الفاظ پر مشتمل ہونے کے باوجود نافع بھی اور آپنے مجاز کے نام
کی جگہ خالی چھوڑ کر اس نسخے کی متعدد نقلیں کروالیں۔ جب کوئی عالم دین سند
لینے آتے تو والد ماجد خالی جگہ اُن کا نام لکھکر یہ نسخہ اُن کے حوالے کر دیتے
اسطرح اختصار کے ساتھ اجازت بخشتے۔ لیکن بایں ہمہ متعدد اہل کرم نے
بڑا نسخہ مانگا اور وہ اس "نسخہ کبریٰ" کے لائق وحقدار تھے۔ والد ماجد نے بوجھ ہلکا
کرنے کے لئے ان حضرات میں سے بعض کو جناب شیخ صالح کمال کے سپرد کیا کہ
اُن کے پاس سے لکھوالیں۔ اور بعض سے وعدہ فرمایا کہ وطن پہنچکر بھیجیں گے۔
تو دوسرا نسخہ جو بڑا ہے اور چوتھا نسخہ جو چھوٹا ہے مگر جامع، یہ دونوں علماء اعلام

کے ناموں کی گنتی کے مطابق مرتب کئے گئے۔ تو ہم مختلف ناموں کے محل میں مختلف عبارات ذکر کریں گے اور اُن کے ساتھ تاریخ اثبات بھی لکھیں گے جو آخر میں ذکر کی گئی۔ پھر آپ نے حضرت علامہ صالح کمال کے شاگرد شیخ عبدالقادر الکردی کے لئے اور اُن کے سعادت مند لڑکے عبداللہ فرید کیلئے پانچواں نسخہ مرتب کیا۔ جبکہ انھوں نے عریضہ بھیج کر اپنے لئے اور اپنے استاد علامہ صاحب افضال (صالح کمال) کے لئے اجازت نامہ طلب کیا۔ پھر چھٹا نسخہ سید محمد عمر المطوف بن سید جلیل ابوبکر الرشید (المرحوم بکرم المتعال) کیلئے لکھا۔ ازاں بعد آپ عالی بارگاہ مدینہ منورہ کی جانب روانہ ہوئے وہاں کے علماء کرام نے بھی مکہ مکرمہ کے علماء کرام کی طرح آپ کا استقبال پورے اکرام واجلال کے ساتھ کیا۔ یہاں تک کہ علامہ اجل مولانا الشیخ محمد عبدالحق الہ آبادی مجاور حرم مکہ معظمہ کے صالح اور سعادت مند تلمیذ حضرت مولانا محمد کریم اللہ الفنجابی مجاور حرم مدینہ منورہ نے ایک دن حضرت والد ماجد سے کہا میں سالہا سال سے مدینہ منورہ میں رہائش پذیر ہوں۔ ہندوستان سے ہزاروں انسان آتے ہیں۔ ان میں اہل علم، اہل صلاح اہل تقویٰ سب ہوتے ہیں۔ انھیں دیکھا کہ وہ بلدہ مبارکہ کی گلیوں میں گھومتے ہیں۔ کوئی اُن کیطرف دھیان نہیں کرتا۔ لیکن آپ کی مقبولیت کی عجیب شان دیکھتا ہوں کہ بڑے بڑے علماء عظماء آپ کیطرف دوڑے آرہے ہیں۔ اور تعظیم بجالانے میں جلدی کررہے ہیں۔ یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے دیتا ہے وہ بڑے فضل والا ہے۔ اور مدینہ منورہ میں بھی متعدد علماء کرام نے اجازتیں مانگیں آپ نے اکثر کو صرف زبانی اجازتیں دیں۔ کیونکہ "غلامِ مصطفےٰ" بارگاہ مصطفےٰ (علیہ افضل صلات اللہ) میں ایسا مشغول ہو گیا کہ ماسوائے مصطفےٰ (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کیطرف متوجہ نہیں ہو سکتا تھا۔ اسی بناء پر بعض علماء سے وعدہ فرمایا کہ وطن جاکر سند اجازت بھیجیں گے۔ یہ وعدہ فاضل کامل حضرت مولانا عمر بن حمدان محرسی مدرس حرم

نبوی کے لئے اور صاحب سیادت وشرافت لائق لطافت وظرافت مولانا سید مامون البرنی کے لئے تھا۔ ان سید جلیل الشان، سعادت مند صاحب ستائش موصوف بالشرف والفضائل مولانا الشیخ محمد سعید شیخ الدلائل کیلئے ساتواں نسخہ اس وقت قلمبند فرمایا جبکہ بلدہ جمیلہ سے کوچ کرنے کا وقت آگیا اور اُن سے وعدہ کیا کہ وطن پہنچکر تفصیل بھیجوں گا۔ پھر جب وطن پہونچے تو کتابیں لکھنے، فتنے مٹانے میں ایسے مصروف ہو گئے کہ سندیں بھیجنے میں دیر لگ گئی۔ اس پر کئی خطوط بطور یاد دہانی حرمین طیبین سے بریلی تشریف فرمائے۔ اب ہم وہ خطوط مختصراً ذکر کرتے ہیں اور ایک دوسرا خط بھی ذکر کریں گے جو خوبیوں سے بھرے ہوئے جلیل الشان سید صاحب کی طرف سے آیا تھا۔ تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ حضرت والد ماجد کے درمیان اور سید صاحب موصوف کے درمیان (بحمد اللہ الودود) کتنا مضبوط رابطہ اور کیسا حسین اتحاد تھا۔

الدولۃ المکیہ کا شاہکار اردو ترجمہ

کسی کتاب کا ترجمہ اور اس کو کسی دوسری زبان منتقل کرنا آسان نہیں۔ اور وہ بھی امام احمد رضا کی شہرۂ آفاق نادرروزگار تاریخی عربی تصنیف "الدولۃ المکیہ" کا رواں اور با محاورہ اردو ترجمہ کسی عام آدمی کا کام نہ تھا۔ اس کیلئے بھی مصنف برحق کے جانشین برحق حجۃ الاسلام مولانا محمد حامد رضا خاں نے ترجمہ کی اور ایسا شاہکار ترجمہ کیا کہ اس پر اصل کتاب کا گمان ہونے لگا۔ پھر یہ طرۂ امتیاز بھی فاضل مترجم کو حاصل رہا کہ نثر کا ترجمہ نثر میں اور نظم کا نظم میں۔

یوں تو الدولۃ المکیہ پوری کی پوری کتاب اپنے موضوع میں لاجواب ہے ہر دور کے علماء محققین کے لئے تحقیقات کا سرمایہ آیات بینات کا مجموعہ اور ہند و پاک میں مطبوعہ ہے۔ مگر اسوقت مندرجہ ذیل سطور میں صرف حضرت شیخ العلماء[1] محمد سعید مفتی شافعیہ بابصیل مکی کی اس کتاب پر شاندار تقریظ کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اما بعد فقد اطلعت علی رسالۃ الفاضل الکامل سیدی احمد رضا خان المسماۃ بالدولۃ المکیہ بالمادۃ الغیبیہ فوجدت مؤلفہا الکامل سید احمد رضا خان المذکور مستحقاً للثناء الجلیل فی نفسہ وفی رسالتہ المذکورۃ بثلاثۃ اوجہ الوجہ الاول انہ رأس علماء الجہۃ التی ہی مقرہ وانہ المحقق المدقق فی علوم الشریعۃ ومطالبہا اصولاً وفروعاً الوجہ الثانی انہ قام واجتہد فی حق جناب سید المرسلین بحسن تعظیمہ واجلالہ کما ینبغی وبالخصوص ما اکرمہ اللہ تعالیٰ بہ من العلوم الغیبیہ التی لانہایۃ لہا حتی فی اللوح المحفوظ والعرش والعوالم العلویۃ وغیرہا

[1] فاضل مترجم نے حضرت شیخ العلماء کے حلقۂ درس کی مجلس میں شرکت کی سعادت حاصل کی۔ ملاحظہ ہو [illegible]

مما بینہ فی رسالۃ المذکورۃ واستدل علیہ وبرہن بما نقلہ عن بعض مشایخہ وعن المؤلفین المتقدمین والمتاخرین مما لایکاد یحصر کما یراہ من اطلع علیہ فی الرسالۃ المذکورۃ الوجہ الثالث رسالۃ المذکورۃ العظیمۃ فی شانہا مع کونہ الفہا فی عام حجہ سنۃ الثالث والعشرین فی زمن یسیر کما ذکرہ واتقنہا وبسط فی الاستدلالات والمباحث حتی انہا وقعت عند علماء الحرمین موقعاً جلیلاً وقرظوا لہ علیہا واجادوا فیما قاموا بہ لہ وہو قلیل من قدرہ اذا علمت ذالک کلہ تبین واتضح لک ضلال المعترضین علیہ من الوہابیہ والحسدۃ ہذا ما تیسر لی من نصرۃ ہذا الامام الکامل قالہ بفمہ ورقمہ بقلمہ المرتجی من ربہ کمال النیل محمد سعید بن محمد بابصیل مفتی الشافعیہ وشیخ العلماء بمکۃ المحمیۃ غفر اللہ لہ ولوالدیہ ومشایخہ وجمیع المسلمین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حمد و نعت کے بعد میں نے فاضل کامل میرے سردار احمد رضا خاں کے رسالہ "الدولۃ المکیہ بالمادۃ الغیبیہ" کا مطالعہ کیا تو میں نے مصنف مذکور فاضل سیدی احمد رضا خاں کو اپنی ذات اور اپنے اس رسالہ مذکورہ میں تین وجہ سے عظیم تعریف کا مستحق پایا۔ وجہ اول یہ کہ جس سمت میں ہے وہاں کے علماء کا سردار ہے اور وہ شریعت کے اصول و فروع سے علوم و مطالب میں محقق و مدقق ہے۔ وجہ دوم یہ کہ وہ حق جناب سید المرسلین صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم میں حضور کے حسن تعظیم و آداب کے ساتھ قیام و کوشش تام رکھتا ہے۔ اور خصوصاً ان علوم غیب میں کہ اللہ تعالےٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو کرامت کئے جو بے انتہا ہیں، ان چیزوں سے جو لوح محفوظ اور عرش عالم ہائے بالا وغیرہا میں ہیں۔ جن کا بیان مصنف

نے اپنے رسالہ مذکورہ میں کیا اور جن پر دلائل قائم کئے اور اُن پر اُن سندوں سے دلیل قطعی قائم کی جو اپنے بعض مشائخ اور مصنفینِ سلف و خلف سے نقل کیں۔ جن کا حصر ہوتا معلوم نہیں ہوتا۔ جیسا رسالہ مذکورہ میں اُن کے مطالعہ کرنے والے کے پیش نظر ہیں۔ وجہ سوم یہ رسالہ مذکورہ کہ اپنی شان میں عظمت والا ہے باآنکہ اُسے اپنے زمانۂ حج ۱۳۲۳ھ میں قلیل مدت میں لکھ دیا۔ جیسا کہ اس کا ذکر کیا۔ اس میں خوب محکم کلام کیا اور دلائل و مباحث کو بسط دیا۔ یہانتک کہ وہ رسالہ علماء حرمین شریفین کی نگاہ میں عظیم وقعت پر واقع ہوا۔ اور ان علماء کرام نے مصنّف کیلئے رسالہ پر تقریظیں لکھیں۔ اور انھوں نے مصنّف کی تائید میں بہت خوب قیام کیا اور یہ بھی مصنّف کی قدر سے کم ہے۔ جب یہ سب تجھے معلوم ہو لیا تو تجھ پر واضح اور روشن ہو گیا کہ وہابیہ اور حاسد جو اس پر اعتراض کرتے ہیں سب گمراہ ہیں۔ یہ ہے وہ جو مجھے اس امام کامل کی مددگاری میں میسّر ہوا۔ اُسے اپنے منھ سے کہا اور اپنے قلم سے لکھا اپنے رب سے کمال مراد پانے کا امیدوار **محمد سعید بن محمد بابصیل** نے جو مکہ معظمہ میں مفتی شافعیہ اور شیخ العلماء ہے اللہ تعالیٰ اُسے اور اس کے ماں باپ اور استاذوں اور سب مسلمانوں کو بخشے۔

یہ تقریظ منثور کا ترجمہ منثور تھا۔ ذوق مطالعہ تازہ ہے اب محدّث مکی حضرت عبد القادر بن سودہ القرشی کی تقریظ منظوم کا ترجمہ منظوم بھی پڑھتے چلئے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حمدا لمن اظهر الحق عيانا ومنح اقوامًا بكمال الايمان بالمنا فظاهرا فبان نجمهم تبيانا نحمده سبحانه ونشكره ولو من بهم ونوحده ونشهد انه الله الذى لا اله الا هو مكون الكائنات ونشهد ان سيدنا ونبينا ومولانا محمد الذى اطلعه الله على جميع المكونات فعلم كليها وجزئيها والماضى والآت المرسل بكمال انواع الايمان اعجازًا لهم وقهرا فلم يبق لاحد من الناس عذرا صلى الله تعالىٰ عليه وعلى اٰله واصحٰبه الذين مهدوا الدين واسسوه وكشفوا عن وجه مخدرا النقاب وازالوه اما بعد وفى كل ربع بنو سعد فان العبد الفقير المعترف بالعجز والتقصير لما اطلع على الرسالة المسماة بالدولة المكيه بالمادة الغيبيه لمؤلفها اصولى الزمان وعلامة الاوان المتكلم النظار والمفسر الذى عليه المدار يتيمة الدهر بلا اقران قاضى القضاة الشيخ احمد رضا خان الفيتها البحر الزاخر ولفولها كالانجم الزواهر ومذا معنت فى مسائلها النظر وجدتها هى عقيدة اهل الايمان فى البدو والحضر ترشحت من تطريز الانقال وتوشحت

بمخدرات المقال. ففی کل لفظ روض من المنیٰ وفی کل سطر منها عقد من الدر والله انها لساحرة وباهرة ذو المنقول ولم یبق لاحد بعده مایقول ومخالف العقیدة التی فیها جهول وضلول لکن لله دره فلقد رد عقولهم خاسرة خائبة وانقلبت بصائرهم خاسئة هائبة ولقد کنت رأیت رئیس هذه الطائفة الکاذبة وانا مقیم بالمدینة المنورة علی منورها افضل الصلوات وازکی السلام وتذاکرت معه فی علوم فنفر منه قلبی نفورا کلیا وانشدت فی مواجهته لاتعصب من ینهضك حاله ولا یدلك علی الله مقاله فخلیت سبیله ولقد نقلت مایشفی ویکفی فی الرد علی هذه الطائفة الوهابیه فی کتابی المسمی العنوان العرب ونقلت هنالك مالصاحب سیوف الفتاك والترجمانة الکبریٰ فی اخبار هذا العالم برا وبحرا ولذلك رسائل الشیخ الطیب ابن کیران وتلمیذه صاحب الفتوحات الوهابیة فی الرد علی الطائفه الوهابیه وکذلك رسالة سیدی ابراهیم الریاحی التونسی ولله در عصرینا حسان الزمان ومحی سنة سید ولد عدنان المحفوظ بالنبی العدنانی الشیخ یوسف النبهانی حیث ذکر فی کتابه شواهد الحق هاتیك التنبیهات التی هی فی فوادهم شهب زاجرات فلقد قام هو وصاحب الرسالة بالواجب واتیا بالحکم الصائب لکن العلم والعدل اصل کل خیر والجهل والظلم اهل کل شر والله تعالیٰ ارسل رسوله سیدنا وشفیعنا ووسیلتنا الی ربنا دنیا واخریٰ بالهدیٰ ودین الحق وامره ان یعدل بین الطوائف ولا تتبع اهواء احد منهم فقال عز من قائل فلذلك فادع واستقم کما امرت ولا تتبع اهواءهم وقل اٰمنت بما انزل الله من کتاب وامرت لاعدل بینکم الله ربنا وربکم لنا اعمالنا ولکم اعمالکم ولا حجة بیننا وبینکم الله یجمع بیننا والیه المصیر وحاصل ما یقال

فی هذه الرسالة ذات الحسن والجمال والبهاء والکمال.

ایها الناظر فیها ... انظر الحق یقینا
وتحققها اعتمادا ... وملاذا وبیانا
فهی والله اساس ... وهی نور المؤمنین
کملت حقا بصدق ... وبدرت للعالمینا
نشرها فی الکون ظاهر ... فی عیون الحاسدینا
او یخفی النور حقا ... من نجوم ظاهرینا
نورهم فی الهند ظاهر ... من جمیع المؤمنینا
رب صل ثم سلم ... عن جمیع المرسلینا
سیما عالم غیب ... وامام المتقینا
عالم الخمس یقینا ... بل رأی الحق مبینا
وعلی آل الکرام ... وجمیع التابعینا

قاله بفمه ورقمه بقلمه خادم الحدیث والاسناد غبار النعال وتبیح الافعال الراجی عفو ربه المتعال الحال وقته بالمدینة المنورة بعد قبوله مرادحج بیت الله الحرام عبد القادر بن محمد بن عبد القادر بن الطالب بن سودة القرشی ابا الحسینی اما الفاسی لدجمیع المسلمین بالحسنی وکتبت فی الحرم النبوی لمواجهة الشریفه مجل فی ۲۹ ربیع الآخر سنه ۱۳۲۶ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حمد اس کے لئے جس نے حق کو آشکارا کر کے آنکھوں دکھایا اور گروہوں کو ظاہر اور باطن میں کمال ایمان عطا کیا۔ قرآن کا ستارہ خوب روشن ہو کر چکا۔ ہم اس کی حمد کرتے اور اس کی پاکی بولتے اور اس کے شکر گزار ہوتے ہیں۔ اور اس پر

ایمان لاتے اور اسے ایک اکیلا جانتے ہیں اور گواہی دیتے ہیں کہ یقیناً وہی خدائے برحق جس کے سوا کوئی معبود نہیں خالق کائنات ہے۔ ہم گواہی دیتے ہیں کہ ہمارے سردار ہمارے آقا محمد ہیں جنہیں اللہ نے جمیع مخلوقات پر مطلع فرمایا تو انھیں ہر کلی وجزئی بتایا اور ہر گذشتہ وآئندہ سکھایا لوگوں کو عاجز ومقہور کرنے کیلئے ہر طرح کے کمال ایمان کے ساتھ بھیجے گئے تو کسی کے لئے عذر باقی نہ رہا اللہ ان پر رحمت کاملہ نازل فرمائے اور ان کے آل واصحاب پر جنہوں نے دین کو آراستہ وپیراستہ اور ان کی بنیادوں کو مضبوط کیا اور اس کے پردہ نشین (رازہائے سربستہ) کے چہروں سے گھونگھٹ اٹھا دیا۔ بعد حمد وثناد مدحت اور ہر گھر ہیں ہیں فرزندان سعادت بلاشبہ بندہ فقیر معترف عجز وتقصیر جب مطلع ہوا الدولۃ المکیہ بالمادۃ الغیبیہ مصنفہ اصولی زماں وعلامہ دوراں متکلم مناظر جس پر مدار کار وہ مفسر درتیم زمانہ حاذق قاضی قضاۃ آفاق استاد احمد رضا خاں تو میں نے اسے دریائے مواج وزخار پایا اور اس کے نقول کو ستاروں کے مانند ضیا بار۔ اور میں نے جب اس کے مسائل میں گہری نظر کی تو میں نے انہیں تمام اہل ایمان کا شہرہ وپیرو نجات کا عقیدہ پایا۔ وہ نازل ہے کہ رفع احادیث کی دامن نگاری نے اسے سنوارا اور پروگیان کلام کی جھیلوں نے اسے سجایا۔

مرادوں کے ہیں باغ ہر لفظ میں　　　تو ہر سطر میں موتیوں کی لڑی

خدا کی قسم وہ بلاشبہ عقلوں پر جادو ڈالنے والا اور اہل منقول کا مغلوب کرنیوالا ہے اور اس کے بعد اس کو کچھ کہنے کی جگہ نہ رہی اور مخالف اس عقیدہ کا کہ اس میں ہے جاہل وگمراہ ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کیلئے ہے اس کی خوبی کہ اس نے یقیناً انکی عقلو کو خائب وخاسر پھیرا اور ان کی بصیرتیں دھتکاری ہوئیں ہیبت زدہ پلٹیں اور بے شک وشبہ میں نے اس جھوٹے طائفہ کے گروہ کو اپنے قیام مدینہ منورہ کے وقت دیکھا تھا (اس مدینہ کو نور دینے والے پر بہت بہترین اور ستھرا صلاۃ وسلام) اور میں نے اس سے علمی مذاکرہ کیا اس سے میرا دل نفرت کلی سے نفور ہو گیا اور اس کے منہ پر

میں نے یہ شعر پڑھا ؎

اسکی صحبت ترک کر گر ہو نہ تجھکو کچھ مجال
اور دکھاتی ہو نہ راہِ حق تجھے اسکی مقال

تو میں نے اس کا راستہ خالی کر دیا اور در حقیقت میں نے نقل کیا اس طائفہ وہابیہ کے رد میں وہ کہ کافی وشافی ہے اپنی کتاب مسمیٰ بعنوان المعرب میں اور اس میں میں نے نقل کیا وہ کہ مصنف سیوف الفتاک اور الترجمانۃ الکبریٰ فی اخبار نبا العالم برا وبحرا نے تحریر کیا۔ یونہی رسائل شیخ طیب ابن کیران اور انکے تلمیذ مصنف الفتوحات الوہابیہ فی الرد علی طائفۃ الوہابیہ میں جو تھا اور یونہی رسالہ سیدی ابراہیم ریاحی تونسی میں جو تھا اور اللہ کیلئے ہے خوبی ہمارے ہمعصر حسان زمان زندہ کن سنت سردار عدنان محفوظ بہ بنی عدنانی معروف شیخ یوسف نبہانی کہ انہوں نے اپنی کتاب شواہد الحق میں وہ تنبیہات ذکر فرمائیں کہ ان کے اندر کے دلوں میں زجر کرنے والی شہاب ہیں تو در حقیقت بلا ریب وہ (علامہ نبہانی) اور مصنف رسالہ ہذا (الدولۃ المکیہ) ادائے واجب کیلئے کھڑے ہوئے اور جسم صائب لائے لیکن علم وعدل ہر نیکی کی جڑ ہے۔ اور مولا تعالیٰ نے اپنے رسول کو ہمارا سردار، ہمارا شفیع، ہمارا وسیلۂ دنیا و آخرت بنا کر رہنمائی اور سچے دین کے ساتھ بھیجا۔ اور انھیں حکم کیا کہ سب فرقوں میں عدل فرمائیں اور ان میں سے کسی کی ہوائے نفس کی پیروی نہ کریں۔ تو ارشاد فرمایا (رہر قائل سے عزیز تر) تو اسی کی دعوت دو اور خود مستقیم رہو جیسا کہ تمہیں حکم دیا گیا انکی خواہشوں کی پیروی نہ کرو اور کہہ دو میں ایمان لایا اللہ کی اتاری ہوئی کتاب پر اور مجھے حکم دیا گیا کہ میں تم میں انصاف کروں، اللہ ہمارا تمہارا رب ہے۔ ہمارے لئے ہمارے اعمال اور تمہارے لئے تمہارے کرتوت ہیں۔ ہم میں تم میں کوئی حجت نہیں اللہ ہم میں اتفاق دے اور اسی کیطرف ہے پھرنا۔ اس رسالہ صاحب حسن وجمال ونور وکمال کے حق میں جو کہا گیا اس کا حاصل کلام ونتیجۂ مقال یہ ہے ؎

اے مرے پیارے ناظریں — حق ہے یہ رسالہ بالیقیں
حق جان اور کر اعتماد — جائے پناہ ذکر مراد
واللہ وہ ہے اصل دیں — نور ضیائے مؤمنیں
کامل ہے صدق وحق میں — ہے آشکار اخلق میں
عالم میں نشر وظہور ہے — چشم حسد بے نور ہے
کیا نور بیچ چھپ رہے — انجم سے جب ہو سب کھلے
یہ نور ہند کا نور ہے — مسلم میں اس کا ظہور ہے
تحفے صلاۃ وسلام کے — سب مرسلین عظام سے
مخصوص عالم غیب پر — سردار اتقیا کے سر بسر
اے علم خمس ہے بالیقیں — کر خدا بھی اس سے چھپا نہیں
اور سرورا ن دین پر
اتباع وتابعین پر

اسے اپنے منھ سے کہا اور اپنے قلم سے تحریر کیا۔ خادم حدیث واستاد خاک پاپوش علماء زشت کار عبدالقادر محمد سودہ القرشی

اپنی برتری والے پروردگار کی بخشش کے امیدوار وارد حال مدینہ منورہ بعد حصول مراد حج بیت اللہ الحرام عبدالقادر ابن محمد ابن عبدالقادر ابن طالب سودہ باپ سے قریشی ماں سے حسینی پیدائش وپرورش سے فاسی اللہ کا اور سارے مسلمانوں کا خاتمہ بخیر فرمائے اسے حرم نبوی میں بمواجہہ شریف بعجلت تحریر کیا۔ بتاریخ ۱۹ ربیع الآخر الفاخر ۱۳۲۹ھ

حضرت حجۃ الاسلام اپنے والدگرامی وقار ممدوح خواص وعوام امام احمد رضا خاں کے علمی جانشیں تھے۔ یہی وجہ ہے کہ "الدولۃ المکیہ" کی تسوید ہو یا تمہید، ترجمہ ہو یا تقریظ ہر محاذ پر حرمین طیبین میں آپ ایک ادیب لبیب اور وکیل جلیل نظر آتے ہیں۔

امام احمد رضا کا علمی طنطنہ حرمین طیبین پر چھایا ہوا تھا۔ اعاظم علماء کرام الدولۃ المکیہ پر بڑی دھوم دھام سے تقریظ لکھ رہے تھے۔ مصنف کی علمی جلالت اور فقہی مہارت کا برملا اعتراف کیا جا رہا تھا، سوال وجواب کا بازار بھی گرم تھا۔ مگر بحمدہ تعالٰی مصنف خود اپنی تصنیف پر شکوک کے مسکت جوابات کے لئے موجود تھے۔ کبھی کبھی اُن جوابات سے بعض مفتیان کرام کو اپنی عظمت شان کی وجہ سے ناگوار خاطر بھی ہوا مگر مصنف عدیل نے وہی کیا جو انصاف اور اظہار حق کا تقاضا تھا۔ اس محاذ پر بھی حضرت حجۃ الاسلام نے اپنے والد موصوف کی موجودگی میں مفتی شافعیہ کے شاگرد شیخ عبدالقادر طرابلسی شبلی مدرس کو کہ بعض مسائل میں وہ الجھے ہوئے تھے، ایسے جواب دیئے کہ وہ خوش ہو گئے۔ الملفوظ ج ۲ ص ۵۰

یہاں تک عنوان تحریر صرف الدولۃ المکیہ کا اردو ترجمہ تھا، اسکی تمہید فاضل مترجم ہی کے قلم سے مع ترجمہ آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ اب ہم یہاں سے "کفل الفقیہ الفاہم فی احکام قرطاس الدراہم" کی تمہید کا جائزہ لیتے ہیں۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت حجۃ الاسلام کو امام احمد رضا کی کتابوں پر قلم برداشتہ تمہیدی تحریر کے فیضان کا ایک حصہ وافر عطا ہوا تھا کہ تمہید ہی میں مصنف کی شان تصنیف کی آن اور حسن بیان سب کچھ اس طرح لکھ دیا جائے کہ اصل کتاب اور تمہید میں بیان وزبان کا کوئی فرق باقی نہ رہے۔ اس دور میں یہ طغرائے امتیاز صرف حجۃ الاسلام کو حاصل رہا ہے۔

کفل الفقیہ الفاہم کی تمہید کے مندرجہ ذیل روشن سطور عربی زبان وبیان کے ایسے انمول جواہرات ہیں جو رہتی دنیا تک عربی ادب کے خزائن میں نوادرات کا حسین اضافہ ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے اور فاضل تمہید نگار کی فی البدیہہ تحریر کی داد دیجئے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

احمد الحمید المحمود حمد حامد احمد
واصلی واسلم علی احمد محمد امۃ احمد
وبعد فلما توجہ للمسیر کالبدر المنیر
من حضیض الہند الی اوج ج ام
القری وزیارۃ حرم الحبیب المصطفی
المرتجی المرتضی المجتبی علیہ افضل التحیۃ
والثناء مرۃ اخری فی العام الماضی قبل
عام خلا امام اہل السنۃ السنیۃ
والجماعۃ التنیۃ مجدد المائۃ الحاضرۃ
مؤید الملۃ الطاہرۃ سنام نور
الایمان انسان عین الاعیان الذی
لم یکتحل بمثلہ طرف الاوان قطب
المکان وغوث الزمان برکۃ الاعیان
آیۃ من آیات الرحمن سیدی واستاذی
ووالدی وملاذی حضرۃ المولی الحاج
الشیخ احمد رضا خان افاض اللہ
علینا من شآبیب فیضہ المدرار

سراہے گئے حمد کئے گئے کی وہ حمد کرتا
ہوں جو سب سے بہتر حمد کرنے والے نے کی۔ اور
درود وسلام بھیجتا ہوں اُن پر جو سب بکثرت سراہے
ہوؤں سے زیادہ سراہے گئے ہیں جن کا نام
پاک احمد ہے۔ حمد و نعت کے بعد جبکہ چودہویں رات
کے روشن چاند کی طرح سیر کیلئے ہند کی پستی سے
بلندی حج کو معظمہ و زیارت حرم حبیب مصطفےٰ
امید گاہ و پسندیدہ و برگزیدہ علیہ افضل الصلوٰۃ
والسلام کی طرف سال گذشتہ سے پہلے سال
دوسری بار وہ متوجہ ہوئے جو اہلسنت تابندہ
وجماعت سنت کے امام ہیں۔ اور موجودہ صدی
کے مجدد و ملت پاکیزہ کے ناصر نور ایمان کی بلندی
چشم عمائد کی پتلی۔ وہ کہ زمانے کی آنکھ نے ان کا
مثل نہ دیکھا۔ قطب مکان وغوث زمان و برکت
وجود۔ آیاتِ الٰہیہ سے ایک آیت۔ میرے
سردار استاد و والد و جائے پناہ حضرت مولانا حاجی
جناب احمد رضا خان صاحب اللہ عزوجل

ما ترنحا بہزار فوق الازہار وکنت
وخیلا فی محاسیب عیالہ متشبثا
باہدابہ واذیالہ فرأیت ما قد خصہ
اللہ تعالی بہ من مزایا الاکرام و
واسبغ علیہ من عطایا الاعظام و
اسبل علیہ من عطاء الانعام ببلدہ
الحرام وبلد حبیبہ سید الانام
علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام مدی
اللیالی والایام فبجلہ اہالیہما ووقروہ
وکرموہ وحبروہ وعلی اعدائہ نصروہ
وقہروا المفسدین المارقین من الدین
کما تخرج الشعرۃ من العجین وہتکوا
خیام خبثہم المہین فباءوا بغضب من
اللہ واصبحوا خاسرین وساء صباح المنذرین
وفرت ذریۃ الشیطان بہوۃ الہوان
کحمر مستنفرۃ فرت من قسورۃ و
ہتکت استارہا وکشف عوارہا
وفشا عارہا وتواری اوارہا وخمدت
نیرانہا وقدت فیرانہا وذبحت ثیرانہا
وقلب للعلماء الکرماء الاتقیاء العظماء
الکبار الاعلام بکمال الاعزاز ونہایۃ
الاحترام وشہد واللہ انہ سید الفرد

ہم پر اُن کے فیض بسیار بار کے چھینٹے ڈالے
جب تک کلیوں پر بلبلیں چہکیں اور میں اُن کے
شمار عیال میں داخل انکے آنچلوں دامنوں سے
متمسک تھا تو میں نے دیکھے وہ عزت کے وہ امتیاز جن
اللہ تعالیٰ نے انکو خاص کیا اور اُن پر اپنی بڑی
عطائیں وسیع فرمائیں اُن پر اپنے انعام کا دامن ڈالا
اپنے حرمت والے شہر (مکہ معظمہ) اور اپنے سرور عالم کے شہر
(مدینہ طیبہ میں) (ان پر سب سے بہتر درود وسلام جب تک رات
دن باقی ہیں) دونوں شہر کرم کے لوگوں نے انکی تعظیم
و توقیر و تکریم و خاطر داری کی اور انکے مخالفوں پر اُن کو
مدد کی۔ اور ان مفسدوں کو کر دین سے ایسے نکل گئے
جیسے آٹے سے بال، مغلوب کیا۔ اور انکی ذلیل
خباثت کے پردے چاک کئے۔ تو وہ مفسد غضب الٰہی
کے مستحق ہوئے۔ اور خسارے میں رہے۔ اور ڈرائے
گئے کی بری صبح ہوئی۔ اور شیطان کی اولاد ذلت
کی غار میں بھاگی۔ جیسے بھڑکے ہوئے گدھے کہ
شیر سے بھاگے ہوں۔ اور ان مفسدوں کے پردے
چاک ہوگئے۔ اور عیب کھل گئے۔ اور انکی ذلت
فاش ہوئی۔ اور انکی گرمی روپوش اور ان کی
آگیں خاموش ہوئیں اور انکے چوہے مارے گئے اور ان
کے بیل ذبح کئے گئے اور حضور محدث علماء کرام اتقیا
عظام بڑے بڑے مشاہیر کمال عزت اور نہایت احترام

الامام بل قبلوا ايا ديه والاقدام و
استمعوا منه الحديث المسلسل بالاولية
واستجازوا منه بالصحاح والسنن و
المسانيد والمعاجيم والمصافحات الاربع
المروية حتى بايعوا على يديه وانسلكوا
في السلسلة العلية القادرية
الرضوية وكان ذالك كله
دق وجله بالاصرار فوق الاصرار
من صناديد العلماء و كبار
الكبار ذالك فضل الله يؤتيه
من يشاء والله ذوالفضل العظيم
وطابت بطيب ذكره الاذان و
فاح بشميم فضله كل نادو مكان و
وطار صيت نواله في الزوايا والآفاق فتاقت
الافئدة للقائه بالاشواق بيد انه فاح عرف
علومه وتضوع مسك فهومه من الرسالة
المباركة الدولة المكية بالمادة الغيبية
التي صنفها بجواب اسئلة الوهابية
الغيبية فهزم الاحزاب و بدا كا
تحت الثياب وقتل الرؤس والاذناب
وسيفه في الجراب وا تم الكتاب
وانهي الجواب في ثلث جلسات

سے ملے اور ان کیلئے گواہی دی کہ وہی سردار
و پیشوا امام ہیں۔ بلکہ اُن کے ہاتھ پاؤں چومے
اور اُن سے حدیث مسلسل بالاولیۃ سنی اور حدیث
کی کتابوں، صحاح ستہ و سنن و مسانید و معاجیم
اور چاروں مصافحوں کی اجازت لی یہاں تک
کہ اُن کے ہاتھ پر بیعت کی اور سلسلہ عالیہ قادریہ
رضویہ میں منسلک ہوئے۔ اور یہ تمام باتیں چھوٹی اور
بڑی سب اُن عمائد علماء و اکابر کے اصرار
سے ہو گئیں۔ یہ خدا کا فضل ہے جسے چاہے
دے اور اللہ تعالےٰ بڑے فضل والا ہے۔
حضرت ممدوح کے تذکرہ سے کان خوش
ہو گئے اور اُن کی خوشبوئے فضل سے ہر مجلس
و منزل مہک اٹھی۔ اور اُن کے فیض کا شہرہ
اطراف و آفاق میں بلند ہوا تو قلوب بڑے
شوق سے اُن کے آرزومند ہوئے مگر اُن کے
علوم کی خوشبو پھیلنا اور اُن کے مشک
فہوم کا خوب مہکنا رسالہ مبارکہ " الدولۃ
المکیہ بالمادۃ الغیبیہ " سے ہوا جسے غیبی
وہابیہ کے جواب سوالات میں تصنیف فرمایا
تو اُن کے گروہوں کو بھگا دیا۔ اور ہاتھ باہر
نکالنے کی حاجت نہ ہوئی اور اُن کے سر و دم
قطع کئے اور تلوار نیام کی نیام ہی میں رہی یہ

لا يبلغ مجموعهما عشر ساعات فما
كان الا كرامة من الله وخرقا
للعادة لكنه له كداب وعادة قد
جرب مرارا في امثال الافادة اتم
الله له الحسنى وزيادة فاتى بما
ببديهة مطلوقة وبلاغة رائعة
متحلية بروايات فاستضاء وابانوارها
الساطعة واستيقنوا ان له قدما فارعة
في اعلام العلام من المنقول و
المفهوم فاستوقفوا عند مطايا
الادب والقوا اليه ركاب الطلب
واستفتوه في مسائل كثيرة فاجابهم
عن قريحة مشرقة منيرة منها
اثنتا عشرة مسئلة تبلوا الاذهان
وتجلوا المكان وتسبر الاوزان و
تخبر عن قدر الفرسان في معارك
الميدان بعد ما بحثوا فيها من
جل وقل واستسقوا لها الوابل
والطل وتعلل الناس بعسى ولعل
فابتدء في اجوبتها يوم السبت
وعاودته الحمى يوم الاحد
فانهاه ضحى يوم الاثنين لسبع

کتاب اور جوابات صرف تین جلسوں میں تمام
ہوئے جنکا مجموعہ دس گھنٹے بھی نہ تھا۔ تو یہ
نہ تھا مگر اللہ عزوجل کیطرف سے کرامت و خارق عادت
مگر وہ حضرت ممدوح کیلئے تو دستور و عادت کے مثل ہے
جسکا ایسے افادوں میں اُن سے بارہا تجربہ ہوا
اللہ اُن کیلئے وہ سب بہتر خوبی اور اس پر بھی
زیادت پوری کرے تو یہ رسالہ ایک نورانی نگاہ و
فراواں بدیہہ اور بلاغت ترقی گزیں سے لکھ دیا
سیراب روایتوں سے جلوہ ریز اور گوہر بن اُن شعلہ
سے زیور پوش تو وہ علماء اُس کے بلند نورانی
سے ضیا گیر ہوئے اور انھوں نے یقین کیا کہ
مصنف کا قدم مشاہیر علوم معقول و منقول میں
بلند ہے۔ تو اُن کے پاس حاجتوں کے ناقے رکھے
اور انکی طرف طلب کے جمانے سرگرم تیز کئے۔ اور
بہت مسائل میں اُن سے فتوے چاہے تو مصنف
نے چمکتی نورانی طبیعت سے انکو جواب دیئے۔
ازاں جملہ وہ بارہ مسئلے کہ ذہنوں کو آزمائیں اور
آدمی کا مقام کھولیں اور قیمت جانچیں اور سواروں
کے معرکوں میں سواروں کی قدر بتائیں بعد اسکے
وہ علماء ان مسائل میں صغار و کبار سے بحث کر چکے
تھے اور ان کیلئے بڑی بھرن اور شبنم سب پانی مانگ
چکے تھے اور لوگوں نے آئے بلے کرکے ٹال دیا

بقين من المحرم الحرام ۱۳۲۴ھ سنة في بلد الله الحرام فقد اتى بفضل الله المنعام منزهٌ عن الاوهام وكان ذالك الاقتراح من الفاضل الصفي الكامل الوفي امام المقام الحنفي مولانا الشيخ عبد الله ميرداد المكي القادري الرضوي ابن شيخ الخطباء وسيد الائمة العظماء حضرة الشيخ احمد ابي الخير حفظهما الله تعالىٰ عن كل ضير۔ واستاذه الفاضل الكامل الحائد الزاوي عن كل المساوي مولانا الشيخ حامد احمد محمد الجداوي حفظ عن شر الغدق والغاوي ووقانا واياهم عن كلاب البدع ونباح العاوي وحمانا واياهم عن جميع المهالك والمهاوي ورَوّانا جميعًا من شابيب فضله الزاوي ونضر قلوبهم وقلبي الزاوي وغفر لنا ولهم جميع المساوي ورزقنا

تھا۔ ایسے مسائل کا جواب مصنف ممدوح نے بروز شنبہ شروع فرمایا اور اتوار کو بخار آ گیا تو روز دوشنبہ پہر دن چڑھے سے تمام فرما دیا۔ ۲۳ محرم الحرام ۱۳۲۴ھ کو اللہ عزوجل کے حرمت والے شہر مکہ معظمہ میں تو بڑے احسان والے اللہ کے فضل سے پیاس کے وقت مینھ آیا۔ اور اسکی خواہش دو عالموں کی کیطرف سے ہوئی تھی۔ ایک فاضل پاکیزہ کامل مکمل مصلائے حنفی کے امام مولانا شیخ عبد اللہ میرداد مکی قادری رضوی شیخ الخطباء و سردار اماماں باعظمت حضرت شیخ احمد ابوالخیر کے صاحبزادے اللہ عزوجل اُن کو ہر مضرت سے محفوظ رکھے۔ دوسرے اُن کے استاد فاضل کامل سب بری باتوں سے یکسو و کنارہ گزیں مولانا شیخ حامد احمد محمد فاضل جداوی کہ وہ دشمن و گمراہ کے شر سے محفوظ رہیں اور اللہ تعالے انھیں اور ہمیں بد مذہب کتوں اور بھونکنے والے کے بھونکنے سے بچائے۔ اور ہمیں اور انھیں سب ہلاکوں اور گرنے کی جگہوں سے نگاہ رکھے۔ اور ہم سب کو اپنے فضل سیراب کے چھینٹوں سے سیراب کرے۔ اور اُن کے دل اور میرے دل پژمردہ کو تر و تازہ کرے۔ اور اُن کی اور ہماری سب

جميعًا عودًا بعد عود الى بيته الكريم وبيت حبيبه الرؤف الرحيم عليه وعلى اٰله الصلوٰة والتسليم كرّات بعد مرّات بالقبول والبركات بجاه مصحح الحسنات ومقيل العثرات ودليل الخيرات ماحي الذنوب والسيئات صلى الله تعالٰى عليه وعلى اٰله واصحابه وازواجه الطّاهرات۔ وقد سمّى الرّسالة

كفل الفقيه الفاهم في احكام قرطاس الدّراهم ۱۳۲۴ھ

فما هي ذه والحمد لله على الائه والصلوٰة والسّلام على افضل انبيائه وعلى اٰله وصحبه وسائر احبائه وعلينا معهم وبهم وفيهم وبهم وعلى جميع المسلمين والمسلمات الاحياء منهم والاموات اٰمين يا ربّ

برائیاں بخشدے اور ہم سب کو بار بار اپنے کرم والے گھر اور اپنے حبیب نہایت مہربان رحم والے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے مزار کیطرف بار بار مکرر حاضری پہ حاضری عطا فرمائے۔ قبول اور برکتوں کے ساتھ ان کی عزت کا صدقہ جو نیکیوں کو صحت بخشنے والے ہیں اور لغزشوں کے معاف فرمانے والے بھلائیوں کے رہنما ہر گناہ و بدی مٹانے والے اللہ تعالیٰ ان پر اور اُن کے آل و اصحاب اور پاک بیبیوں پر درود بھیجے۔ مصنف نے رسالہ کا نام

كفل الفقيه الفاهم في احكام قرطاس الدراهم

(۱۳۲۴ھ) رکھا۔

ہاں وہ رسالہ یہ ہے اور اللہ کے لئے حمد ہے اسکی نعمتوں پر۔ اور درود و سلام افضل انبیاء اور اُن کے آل و اصحاب اور تمام احباب پر اور ہم پر اُن کے ساتھ اور اُن کے سبب اور اُن کے گروہ میں اور اُن کے صدقہ میں اور تمام مسلمان مردوں اور عورتوں پر جو اُن میں زندہ ہیں اور جو مر گئے ایسا

العلمين۔
قاله بفيه شاهدا بما
فيه راجي رحمة ربه ونعمة
حبه بالكرم النبوي
واللطف المولوي
محمد المعروف
بحامد رضا
البريلوي تقاه الله
من منهل كرمه
المروي وحماه
الله عن
شر الحر
المذوي

ہی کرا ے پروردگار سارے جہان کے۔
اسے اپنے منہ سے کہا اور اس کے مضمون پر گواہی دیتا ہوا نبی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے کرم اور غوث اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی مہربانی سے اپنے رب کی رحمت اور اس کے محبوب کی نعمت کے امیدوار محمد نے جس کا عرف حامد رضا بریلوی ہے اللہ تعالےٰ اُسے اپنے سیراب کرنے والے گھاٹ سے پانی پلائے اور اسے پژمردہ کرنے والی گرمی کے شر سے بچائے۔

ان تمہیدوں نے بارگاہ امام احمد رضا میں وہ شرف قبول پایا کہ خود امام موصوف نے اپنی زبان فیض ترجمان سے اُن کا ترجمہ فرمایا اور داخل رسالہ کیا۔[1]

[1] عنایت محمد خاں غوری، سند مسند جانشینی ص ۳

الولد سر لابیہ

یہ واقعہ ہے کہ تصنیف و تالیف ہو یا تحقیق و تصدیق، ترجمہ ہو یا حاشیہ، تقریظ ہو یا تمہید ہر جگہ آپ حضرت حجۃ الاسلام کو اپنے والد یکتائے روزگار کا جانشین سراپا تحسین پائیں گے۔

الدولۃ المکیہ اور کفل الفقیہ الفاہم کا رواں ترجمہ اور قلم برداشتہ تمہید آپ پڑھ چکے ہیں۔ اب مندرجہ بالا عنوان سے متعلق "الوظیفۃ الکریمہ" (۱۳۲۸ھ) کا تاریخی نام اور خطبہ بھی ملاحظہ فرماتے چلیے کہ امام احمد رضا نے اس میں بطور تمہید کچھ فرمانا چاہا تھا، مگر وہ درِ مکنون اور سرِ مخزون سینۂ اقدس ہی میں رہا کہ اس رازِ سربستہ اندرون سینہ کو حضرت حجۃ الاسلام ہی نے اپنے خطبہ میں ظاہر کر دیا اور اس ادب کو ملحوظ خاطر رکھا کہ امام احمد رضا کی نقل تمہید میں ایک حرف کی بھی کمی نہ رہ جائے۔

"الوظیفۃ الکریمہ" (۱۳۲۸ھ) کا پہلا صفحہ "الولد سر لابیہ" کا روشن ثبوت ہے۔ دیدہ بینا کو دعوت مطالعہ دیجیے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حامدًا لمن جعل الدعاء عبادة بل مخ العبادة و امر بادعونی عادہ والزمه بوعدہ الاجابة ومن عادبه لبيك ياعبدى اجابه قال ربكم ادعونی استجب لكم واذا سألك عبادی عنی فانی قريب اجيب دعوة الداع اذا دعان فانه سميع مجيب ٥ ومصليا ومسلما على من اختبا دعوته المستجابة ليوم المثابه وعلى اٰله واصحابه ما انهدم الديم من السحابه اٰمين

حمد[1] اس وجہ کریم کو جس نے ہمیں مولائے عالم والی اعظم محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم کے بندگان بارگاہ عالم کی پناہ میں کیا۔ ہمارے ہاتھ میں حضور پر نور سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ کا دامنِ کرم دیا۔ اپنے اولیاء ہمارے مشائخ سلسلہ خصوصًا ہمارے آقا و مولےٰ حضور سیدنا اعلیٰحضرت قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کا سایہ رحمت ہم پر دراز کیا۔ جنہوں نے ہم تک پہنچایا کہ تمہارا حیا والا رب کریم فرماتا ہے کہ بندہ اس کے حضور ہاتھ پھیلائے اور وہ خالی ہاتھ پھیر دے۔ ہمیں خود حکم دعا دیا اور اپنے کرم سے اجابت کو لازم فرمایا۔ فعلیکم بالدعاء فان الدعاء یرد القضاء بعد ان یبرم بارگاہ کرم سید اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے حضور پر نور سیدنا اعلیٰحضرت قبلہ رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ کے ہاتھوں جو مبارک دعائیں ہمیں پہنچیں اور وہ اذکار و اشغال کہ درِ مکنون کی طرح خاندان عالیہ میں مخزون تھے برادران اہلسنت و خواجہ تاشان قادریت و رضویت کے لئے شائع کرتے اور دعوے سے کہتے ہیں کہ ان کا عامل دین و دنیا کی برکتوں سے مالا مال ہو گا۔ ہر بلا و آفت سے محفوظ رہے گا مولیٰ تعالیٰ اُن کی برکات سے تمام اہلسنت کو مستفیض فرمائے آمین"

[1] حضور پر نور سیدنا اعلیٰحضرت قبلہ رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ نے بطور تمہید کچھ تحریر فرمانا چاہا تھا مگر وہ جواہر زواہر مثل درِ مکنون سینۂ اقدس میں مخزون رہے، دل نے چاہا کہ ان الفاظ کریمہ سے ایک حرف بھی کم نہ ہو، انھیں بجنسہٖ نقل کر کے یہیں تک تھے رجو فہم قاصر میں آیا ہدیۂ ناظرین کیا۔ اس رسالہ کا نام بھی کچھ نہ تحریر فرمایا تھا، تاریخی نام مرقوم خطبہ فقیر نے اضافہ کیا۔ گدائے آستانۂ قدسیہ رضویہ فقیر محمد حامد رضا قادری غفرلہٗ (رحمۃ اللہ علیہ)

اس کے علاوہ آپ کی دیگر تصانیف میں بھی امام احمد رضا کا یہی رنگ نظر آئیگا چنانچہ جمعہ کی اذان ثانی بیرون مسجد ہو اور مسجد کے دروازے پر ہو، اس سنّت کا احیا

امام احمد رضا نے فرمایا۔ اس سلسلے میں حیدر آباد، اجمیر، بدایوں، رامپور کے علماء سے تحریری مناظرہ کا بازار خاصا گرم رہا۔ نوبت مقدمہ تک پہنچی۔ بات چونکہ سنّت کی تھی اس لئے اہل حق نے رسم و رواج سے قطع نظر اس مسئلۂ حق کو تسلیم کیا۔

اس میدان میں بھی حضرت حجۃ الاسلام نے عظیم تحریری کارنامہ انجام دیا اور اس مسئلۂ حق اور احیاء سنّت کی تائید و تصویب میں اجلی انوار الرضا، سد الفرار، وقایہ اہل سنت اور آثار المبتدعین لہدم حبل اللہ المتین جیسے عظیم رسائل اور مفید مکاتیب ترتیب دیئے اور امام احمد رضا کے مسلک حق اور تحقیق برحق کو آئینۂ بے غبار کی طرح واضح رکھا۔

تاریخ گوئی

تاریخ گوئی بہت ہی مشکل فن ہے۔ اس فن میں بھی حضرت حجۃ الاسلام کو اپنے والد گرامی وقار امام احمد رضا کی نیابت حاصل تھی۔ الفاظ و معانی پر استحضار کا یہ عالم تھا، ادھر الفاظ مسموع ہوئے اور ادھر اعداد سامنے آگئے۔ اس کا مظاہرہ عربی فارسی اردو تینوں زبانوں میں بلا تکلف ہوا۔ کتابوں کے نام ہوں یا اشعار، جملے ہوں یا واقعات، ہر مقام پر بامعنی برمحل کتاب اور واقعات کے عنوان کے مطابق آپکی برجستہ تاریخ گوئی فنی مہارت پوشیدہ ہے۔

آپنے ۱۳۱۵ھ/۱۸۹۸ء میں مرزا غلام احمد قادیانی کے ادعائے کاذب سے متعلق سوال پر ایک مبسوط جواب تحریر فرمایا۔ اور اُسے تاریخی نام "الصارم الربانی علیٰ اسراف القادیانی" سے مسمّٰی کیا۔ اس وقت آپ کی عمر صرف ۲۳ سال کی تھی۔

مسجد جنکشن بریلی جب بنکر تیار ہوئی، اس کی تاریخ کے لئے بعض احباب کے اصرار پر عربی میں فی البدیہہ مندرجہ ذیل تاریخی قطعہ مرحمت فرمایا ؎

اِنما یعمر مسجد من ——— آمن باللہ والاخریٰ
من بناہ بنی لہ اللہ ——— بیت در بجنت المأویٰ
شکر اللہ سعی تیمہ ——— عمر حامد رضا شفیق ورضا
بخ لعمری بناہ ما اشمخ ——— ارغم اسم قایہ بخل ورضا
قلت سبحٰن ربی الاعلیٰ ——— مسجدا اس علی تقویٰ
۴۷۴ ——— ۸۵۴

—— ۱۳۲۸ھ ——

مسئلہ اذان ثانی جمعہ میں کہ مسجد میں ممبر کے پاس ہوتی ہے۔ امام احمد رضا نے اس سنت کو کہ ہر اذان مسجد سے باہر مسنون ہے زندہ کر دیا۔ اس مسئلہ میں حضرت مولانا انوار اللہ خاں حیدر آبادی نے اختلاف کرتے ہوئے ایک رسالہ بنام "القول الازہر" تحریر فرمایا۔ حضرت حجۃ الاسلام نے اس کا نوٹس لیا اور اس کا جواب "اجلی انوار الرضا" کے تاریخی نام سے اس طرح لکھا کہ صاحب رسالہ کے نام کی رعایت کے ساتھ ہی امام احمد رضا کے ارشادات کی تائید بھی کر دی۔

امام احمد رضا جن اذکار و اشغال اور وظائف سے خواجہ تاشان قادریت رضویت کو افادہ فرماتے رہے، حضرت حجۃ الاسلام نے اس در مکنون اور سر مخزون کو "الوظیفۃ الکریمہ" کے تاریخی نام سے شائع فرما دیا۔

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت امام احمد رضا کے وصال پر "تواریخ الوفاۃ" کے تاریخی عنوان سے مندرجہ ذیل تواریخ ارشاد فرمائیں۔ وہ اس فن کا شاہکار ہیں۔
"نور اللہ ضریح" ۱۳۴۰ھ "شیخ الاسلام والمسلمین" ۱۳۴۰ھ "امام ہدایۃ السنۃ الحاج احمد رضا" ۱۳۴۰ھ "الہاد البریلوی القادری البرکاتی" ۱۳۴۰ھ "رضی اللہ الحق عنہ" ۱۳۴۰ھ "ہم اولیا تحت قبائی لا یعرفہم غیری" ۱۳۴۰ھ "راح شیخ الکل فی کل" ۱۳۴۰ھ "راز دار راز رازی سید و سر سری" ۱۳۴۰ھ مولوی معنوی قرآن زبانت مادری ۱۳۴۰ھ [1]

[1] عنایت محمد خاں غوری ؍ سند جانشینی ص ۳

ان تواریخ میں "شیخ الاسلام والمسلمین" (۱۳۴۰ھ) کا تاریخی مادہ تو انتہا برجستہ و برمحل ہے کہ امام احمد رضا کے نام نامی اور اسم گرامی کے ساتھ تاج زریں کی حیثیت رکھتا ہے۔

خانقاہ قادریہ نوریہ رضویہ کی بنیاد رکھی گئی تو حضرت نے "خانقاہ قادریہ مبارکہ" (۱۳۴۵ھ) برجستہ ارشاد فرما کر تاریخ خانقاہ مرحمت فرما دی۔

اپنے شاہزادہ اکبر مفسر اعظم ہند مولانا شاہ محمد ابراہیم رضا خاں جیلانی میاں کی شادی خانہ آبادی میں جو منظوم دعوت نامہ مرحمت فرمایا اس میں بھی "تہنیت شادی بلطف الٰہی" (۱۳۴۷ھ) "جشن شادی ابراہیم رضا" (۱۹۲۸ء) کے بامعنی اور برمحل جملے ارشاد فرما کر سال ہجری اور عیسوی دونوں میں یادگار تاریخیں عطا کر دیں۔ [1]

اس فن میں الفاظ و معانی اور ان کے اعداد کا استحضار ضروری ہے حضرت حجۃ الاسلام اس فن میں بھی امام احمد رضا کے جانشین برحق تھے۔ الفاظ کے مسموع ہوتے ہی نثر ہو یا نظم قدرے رد و بدل کر کے تاریخ کا حسن عطا فرما دیتے۔

دار العلوم اشرفیہ مصباح العلوم مبارکپور میں مولانا قاری محمد مصلح الدین صدیقی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے زمانہ تعلیم ۱۳۵۲ھ/۱۹۳۳ء میں آپ کی خدمت میں ایک منقبتیہ نظم پیش کی۔ آپ نے اچانک فرمایا۔ "اس نظم میں اس نقطہ کے بجائے اگر یہ نقطہ رکھ دیا جاتا تو تاریخ بھی ہو جاتی اور وزن شعری بھی برقرار رہتا۔ [2]

کبھی کبھی وضو کرتے کرتے کوئی جملہ ارشاد فرما دیتے تو وہی تاریخ ہوتا۔ محدث اعظم پاکستان حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد سردار احمد رحمۃ اللہ علیہ کی عظیم الشان فتح و نصرت کی خبر دیوبندی مناظر اعظم کے مقابلے میں سنی تو وضو کرتے کرتے برجستہ فرمایا "قد فند منظور" ۱۳۵۲ھ "تحقیق بہا کا منظور" "دق دن منظور" ۱۳۵۲ھ

[1] ماہنامہ اعلیٰ حضرت بریلی ماہ جولائی ۸۸ء ص ۵۲
[2] معارف رضا ۱۹۸۷ء ص ۲۰۲

منظور کا بھانڈا پھوٹ گیا۔ غور کیا گیا تو یہی جملے تاریخی مادے قرار پائے۔ [1]

معاصرین علماء میں کسی کا وصال ہوتا تو ایصال ثواب کا اہتمام فرماتے۔ زبانی اور تحریری تعزیت کرتے۔ اور یہ تعزیت نہ صرف اردو میں بلکہ بامحاورہ عربی و فارسی میں نہ صرف نثر بلکہ نظم میں ہوتی۔

مولانا عبدالکریم درس کا کراچی میں وصال ہوا تو آپ نے "تواریخ وصال" ۱۳۴۴ھ کے تاریخی عنوان پر عربی و فارسی نثر و نظم میں کئی تاریخیں کہہ ڈالیں۔ عربی جملوں میں بامحاورہ تاریخی مادے مندرجہ ذیل ہیں۔

"تواریخ وصال" :۔ "مولانا کرمی شاہ عبدالکریم درس" ۱۳۴۴ھ "خضرۃ مولانا وبکل عبیہ اولینا" ۱۳۴۴ھ "مولانا القرشی الصدیقی الکراچوی" ۱۳۴۴ھ "رحمۃ اللہ المولٰے تعالٰے برحمۃ واسعۃ" ۱۳۴۴ھ "الشہداء عندربہم لہم اجرہم ونورہم" ۱۳۴۴ھ "ادخلوا خالدین بہا" ۱۳۴۴ھ "نمقہ العبد ابجانی حامد رضا" ۱۳۴۴ھ "النوری الرضوی" ۱۳۴۴ء

اور فارسی میں یہ اشعار آج بھی تاریخی یادگار ہیں۔

درس عبدالکریم عبد کریم — کرد جان خوش بحق تسلیم
موت العالم لیتہ العالم — ثلمۂ دین احمد بے میم
روح الرواح وسقاہ — زاب کوثر و جعفر و تسنیم
درس وعظ حمایت سنت — رد بدعات وطرد اہل جحیم
امر معروف ونہی عن المنکر — کار او بود در حیات کریم
درس دین نبی بگو حامد ۱۳۴۴ھ "ختم شد در کراچی و التسلیم"

اسی طرح حضرت صدر المدرسین جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی کا وصال ہوا تو تاریخ وصال ۱۳۴۴ھ کے زیر عنوان آپ نے ہر جملہ "تاج المحققین سراج المدققین" ۱۳۴۴ھ "اول جناب ظہور حسین" ۱۳۴۴ھ "رحمۃ المولٰی تعالٰے رحمۃ واسعۃ" ۱۳۴۴ھ تاریخ نکالا اور عربی میں ایک شاہکار منظوم تعزیت نامہ تحریر کر کے آخری مصرعہ میں یہ تاریخی شعر ارقام فرمایا ؎

حال تاریخ الوصل یا حامد رضا — آیہ رضوان ادخلوہا خالدین
۱۳۴۴ھ

[1] محمد حامد فقیہ شافعی مولانا، مناظرہ بریلی کی مفصل روئیداد ص ۲۰۱

وظیفہ روز و شب

حضرت حجۃ الاسلام عابد شب بیدار و تہجد گزار عامل و شاغل بزرگ تھے۔ آپ اپنے والد ماجد امام احمد رضا کی طرح دنیاوی معاملات سے کنارہ کش رہتے۔ جائیداد اور مالی امور اپنے فرزند اکبر مولانا محمد ابراہیم رضا خاں جیلانی میاں کے سپرد کر دیئے تھے۔ جو وقت عبادت و ریاضت اور اوراد و وظائف سے بچتا وہ مذہب حق اہل سنت وجماعت کے استحکام و اشاعت میں صرف ہوتا

آپ اپنے عم نامدار مولانا حسن رضا خاں حسن بریلوی کے وصال ۱۳۲۶ھ/۱۹۰۸ء کے بعد ہی سے دارالعلوم منظر اسلام بریلی کے مہتمم تھے اور آپ کی نیابت میں امام احمد رضا کے ہمشیر زادے حکیم علی احمد خاں صاحب اپنی زندگی بھر دارالعلوم منظر اسلام کا کام کرتے اور نائب مہتمم رہے

امام احمد رضا کی موجودگی میں دارالعلوم کا سارا انتظام انصرام آپ کے سپرد تھا۔ آپ کے دور اہتمام میں حضرت مولانا رحم الٰہی شیخ الحدیث، شمس العلماء علامہ ظہور الحسین فاروقی نقشبندی مجددی رام پوری اور شمس العلماء کے وصال کے بعد آپ کے صاحبزادے علامہ نور الحسین رامپوری صدر المدرسین تھے۔ اہلسنت کے ممتاز علماء مولانا محمد حشمت علی خاں لکھنوی، مولانا احسان علی صاحب صدیقی مظفر پوری، مولانا مفتی محمد ابراہیم فریدی بستی پوری، مولانا عبدالواجد گڑھی کیچوری شہادی، مولانا محمد عبدالغفور ہزاروی، مولانا مفتی سید محمد افضل حسین مونگیری، مولانا غلام جیلانی میرٹھی وغیرہم فارغ التحصیل ہوئے

دارالعلوم منظر اسلام کے نہ صرف آپ مہتمم رہے بلکہ مولانا رحم الٰہی کے ۱۹۳۶ء/۱۳۵۴ھ میں میرٹھ چلے جانے کے بعد شیخ الحدیث اور صدر المدرسین کا منصب بھی آپ نے سنبھال لیا۔ حدیث و تفسیر خصوصاً بیضاوی شریف پڑھانے کا انداز اتنا دلنشین تھا کہ علماء دور دور سے آپ کے درس میں شرکت کے لئے شد رحال کرتے اور سفر و حضر میں آپ سے استفادہ کرتے۔

[1] مولانا حسنین رضا خاں، سیرت اعلیحضرت ص ۱۲۱

آپکے تلامذہ میں مندرجہ ذیل حضرات شہرہ آفاق ہوئے

حضرت مفتی اعظم ہند مولانا شاہ محمد مصطفےٰ رضا خاں برادر اصغر و صاحب سجادہ امام احمد رضا م ۱۴۰۲ھ

- علامہ مولانا حسنین رضا خاں حسن بریلوی و خلیفۂ امام احمد رضا م ۱۴۰۱ھ [1]
- شاہ عبدالکریم صاحب تاجی ناگپوری پیر و مرشد بابا ذہین شاہ تاجی، مدفون کراچی م ۱۳۹۹ھ [2]
- مولانا مفتی ابرار حسن صدیقی تلہری، مدیر شہیر ماہنامہ یادگار رضا بریلی
- محدث اعظم پاکستان مولانا محمد سردار احمد شیخ الحدیث جامعہ رضویہ مظہر اسلام لائل پور پاکستان م ۱۳۸۲ھ [3]
- مولانا محمد عبدالغفور ہزاروی شیخ القرآن علامہ معقول و منقول، خطیب شعلہ بیان وزیر آباد پاکستان م ۱۳۹۰ھ [4]
- مولانا مفتی عبدالمجید قادری م ۱۳۹۳ھ
- مفسر اعظم ہند مولانا محمد ابراہیم رضا خاں جیلانی میاں فرزند اکبر م ۱۳۸۵ھ
- مولانا شاہ رفاقت حسین مفتی اعظم کانپور، امین شریعت صوبہ بہار م ۱۴۰۳ھ [5]
- مولانا غلام جیلانی مانسہرہ پاکستان [6]
- صدر المدرسین جامع معقول و منقول مولانا غلام جیلانی اعظمی [7]
- مولانا تقدس علیخاں رضوی سابق مہتمم دارالعلوم منظر اسلام بریلی م ۱۴۰۸ھ
- مولانا محمد علی آنولوی حامدی نائب مدیر ماہنامہ یادگار رضا بریلی۔
- مولانا قاری غلام محی الدین ہلدوانی۔ نینی تال [8] [9]

---

[9] مندرجہ بالا نام نہایت اختصار کے ساتھ نذر عنوان ہیں ورنہ اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ کے تلامذہ کی کثیر تعداد ہے۔ حضرت اقدس کے تلامذہ حضرات کو خود اعلیٰحضرت قبلہ قدس سرہ نے سندات عطا فرمائیں۔ دارالعلوم اہلسنت منظر اسلام بریلی کے درجہ اعلیٰ میں شیخ الحدیث اور صدر المدرسین کی جگہ کام کیا۔ (عنایت محمد خاں غوری سند مسند جانشینی، ص ۲)

[1] مفتی اعظم اور میں نے دونوں نے حجۃ الاسلام سے پڑھی ہیں، خلیفۂ امام احمد رضا علامہ حسنین رضا خاں کا ارشاد راقم الحروف کے پاس ٹیپ میں محفوظ ہے۔

[2] حضرت اقدس میاں مرحوم کا راقم الحروف سے ارشاد

(باقی حاشیہ صفحہ آئندہ پر)

آپ معمول کے مطابق روزانہ دارالعلوم کے دفتر میں تشریف لاتے اور مولانا تقدس علیخاں رضوی نائب مہتمم سے انتظامی امور پر تبادلہ خیال کرتے۔ منشی فدا یار خاں مرحوم، مولانا مفتی ابرار حسن صدیقی تلہری اور شمس الحسن شمس بریلوی فاضل مشرقیات سے بھی تنظیمی معاملات میں مشورہ فرماتے اور ان کی رائے کی بڑی قدر و منزلت کرتے۔ [1]

طلبا کی تدریس اور قیام و طعام میں بنفس نفیس دلچسپی لیتے۔ محدث اعظم پاکستان شیخ الحدیث مولانا سردار احمد کی ایسی تعلیم و تربیت فرمائی کہ خود منیۃ المصلی اور قدوری تک پڑھایا۔ اپنے گھر ہی میں طعام کا انتظام فرمایا۔ تا آں کہ لوگ شیخ الحدیث کو حامدی خاندان کا فرد خیال کرنے لگے۔ اور یہ انداز تعلیم و تربیت آپ کا عام تھا۔ جس سے ہر مختلف طالب استفادہ کرتا۔

مہمانوں کی پذیرائی امام احمد رضا کے خاندان کا عام دستور تھا۔ آپ کا دولتکدہ مہمانوں کیلئے مہمان خانہ اور طلبہ کے لئے لنگر خانہ ہوتا۔ اور ہر آنے جانے والا آپ کے دسترخوان لطف و کرم کا خوشہ چیں ہوتا۔ آپ ان تمام خصوصیات کے جامع تھے جو ایک مجدد کے جانشین میں ہونی چاہیئے

آپ کا نہ صرف اپنے معاصر بلکہ اصاغر علماء کے ساتھ یہ معمول تھا کہ وہ مہمانوں کی ضروریات کا خود خیال کرتے۔ جلسہ کے ہنگامہ میں وہ امور جو خدام اور کارکنان کے ذریعے انجام دیئے جاتے حضرت حجۃ الاسلام خود انجام دیتے تھے ——— دارالعلوم منظر اسلام کا عظیم الشان اجلاس بریلی میں ہو رہا تھا، علماء کا ہجوم، مریدین، معتقدین کا شاندار اجتماع تھا، ہر شخص کی پذیرائی کا اس کی حیثیت کیمطابق انتظام تھا۔ کہ علی الصباح مولانا محمد عارف اللہ قادری میرٹھی نے دستک دی۔ دروازہ جو کھولا تو یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ خود حضرت حجۃ الاسلام گرم پانی کا لوٹا لئے وضو کیلئے ایستادہ تھے۔ [2]

؎ اللہ رے کوئے دوست کی روشن جمالیاں ٭ ہر ذرہ ہے تجلی ایمن لئے ہوئے (ضیا عباس ہاشمی)

(باقی حاشیہ صفحہ گذشتہ کا) [3] اپنے زیر سایہ لیکر آپ کی تربیت فرمائی اور منیۃ شریف و قدوری تک کتابیں پڑھائیں ص ۴ رضائے مصطفےٰ حجۃ الاسلام نمبر ۱۳۷۹ھ ۱۹۵۹ء [4] مولانا محمود احمد قادری تذکرہ علمائے اہلسنت ص ۸۸ [5] مولانا محمد صدیق ہزاروی تعارف علمائے اہلسنت ص ۲۳۰ [6] مولانا محمود احمد قادری تذکرہ علمائے اہلسنت ص ۴۰ [7] حضرت مولانا مفتی محمد اعجاز ولی خاں رضوی شیخ الحدیث دارالعلوم نعمانیہ لاہور پاکستان م ۱۳۹۲ھ ۔ پیرزادہ علامہ اقبال احمد فاروقی تذکرہ علمائے اہلسنت و جماعت لاہور ص ۲۶۵ [8] حضرت شمس بریلوی کا راقم الحروف کے نام گرامی [9] راقم الحروف سے مولانا شاہ محمد عارف اللہ قادری میرٹھی م ۱۳۹۹ھ کی روایت

حجۃ الاسلام بانی منظر اسلام

تذکرۂ جمیل کے مذکورہ اوراق میں حجۃ الاسلام کے کارہائے نمایاں ہدیۂ ناظرین کئے جا چکے ہیں۔ مگر مندرجہ بالا عنوان منظر اسلام کی تاریخ میں جہاں اک گوشۂ مستور کو روشن کر رہا ہے وہاں اک نئے اور حسین باب کا اضافہ بھی کر رہا ہے۔

امام احمد رضا اپنی تصنیف و تالیف و فتویٰ نویسی اور فرقہ باطلہ کی تردید میں اس حد تک مصروف تھے کہ خود بھی ارشاد فرمایا " بحمد اللہ تعالےٰ میں اپنی حالت وہ پاتا ہوں جسمیں فقہائے کرام نے لکھا ہے کہ سنتیں بھی ایسے شخص کو معاف ہیں لیکن الحمد اللہ سنتیں کبھی نہیں چھوڑیں " الملفوظ ج ۳ ص ۹۰

غالباً یہی وجہ تھی کہ مصباح التہذیب (جسکی بنیاد حضرت مولانا نقی علی خاں والد ماجد امام احمد رضا خاں نے ۱۲۸۹ھ میں رکھی) کے بعد بریلی میں اہلسنت کا کوئی باقاعدہ دار العلوم نہ تھا۔ مگر امام احمد رضا کی ذات ہی اپنے دور میں ایک دار العلوم اور مخزن العلوم تھی درس و تدریس کے زور شور کا یہ عالم تھا کہ طلبا دور دور سے اپنے مدارس چھوڑ کر بارگاہ رضوی میں حاضر ہوتے علوم و فنون سے فیضیاب ہوتے۔ حیات اعلیحضرت ص ۳۱۱ - ۳۱۲

باینہمہ ایک باقاعدہ دار العلوم کی ضرورت مسلّم تھی۔ مگر امام احمد رضا اپنی دینی مصروفیات کیوجہ سے اس سلسلہ میں توجہ نہیں فرما سکے کہ امام احمد رضا کے مزاج شناس احباب و خدام نے ایک سید صاحب[1] کو اس سلسلہ میں واسطہ بنایا اور سید صاحب نے اس اہم دینی ضرورت (مدرسہ کا قیام) کا ذکر فرمایا اور امام احمد رضا سے اس کی پرزور سفارش بھی کردی۔

امام احمد رضا مدرسہ کی ذمہ داریوں خصوصاً سرمایہ کے حصول کی دقتوں سے واقف

---

[1] قبلہ سید امیر احمد صاحب جو اعلیحضرت قبلہ کے مخلص دوست تھے اور دینی قیام دار العلوم کو حدود تخیل سے نکال کر منظر عام پر لانے والے تھے۔ مولانا حسنین رضا خاں سیرت اعلیحضرت ص ۱۱۹

تھے۔ پھر مزید برآں آپ کے پاس اتنا وقت ہی کہاں تھا کہ آپ بذات خود اس کام کو انجام دیتے۔ آپ نے اس خدمت سے معذرت کر لی۔ مگر مشیت ایزدی کو منظر اسلام کا قیام اور علم دین کا اعلام منظور تھا۔ سید صاحب مذکور امام احمد رضا کی خدمت میں یوں گویا ہوئے۔

> " حضرت! اگر آپنے مدرسہ قیام نہیں فرمایا تو بدعقیدہ لوگوں دیوبندیوں وہابیوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا رہے گا اور میں قیامت کے دن شفیع المذنبین صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں آپ کے خلاف نالش کروں گا۔ یہ سننا تھا اور وہ بھی آل رسول کی زبان سے۔ امام احمد رضا لرزہ بہ اندام ہو گئے اور فرمایا سید صاحب! آپ کا حکم بسر و چشم منظور ہے مدرسہ قائم کیا جائے اس کے پہلے ماہ کے اخراجات میں خود ادا کر دوں گا۔ پھر بعد میں دوسرے لوگ اس کی ذمہ داری سنبھال لیں[1]

اس روایت کے پس منظر سے منظر اسلام کی تاریخی اور واقعاتی حقیقت کھل کر سامنے آ گئی اور اس سلسلہ میں امام احمد رضا کی رضا اور اعانت و نصرت کا بھی علم ہو گیا۔ اسی مناسبت سے تاریخ میں امام احمد رضا کو منظر اسلام کا بانی قرار دیا گیا۔ مگر حامی سنّت ماحی بدعت حضرت مولانا شاہ سراج الدین سلامت اللہ نقشبندی مجددی رامپوری م ۱۳۳۸ھ نے منظر اسلام کا معاینہ فرمایا[2] اور طلبا کا امتحان لیا تو اپنی تفصیلی رپورٹ میں یہ تحریر فرمایا

> " ان میں سے تمام ہندوستان میں اسوقت جو دبدبہ و شوکت و جاہ و حشمت اور اقبال و ہمت و قوت و ثروت ظاہری و معنوی و علمی و عملی حق تعالےٰ نے جناب حامی دین متین وارث بحق حضرت خاتم النبیین صلے

---

[1] حضرت مولانا تقدس علیخاں رضوی سابق مہتمم دار العلوم منظر اسلام بریلی کا راقم الحروف سے ارشاد

[2] یہ معاینہ حضرت موصوف نے حضرت حسن میاں کے دور اہتمام میں فرمایا۔ حسن میاں کا سال وصال ۱۳۲۶ھ ۱۹۰۸ء اور منظر اسلام کا سال بنیاد ۱۳۲۲ھ / ۱۹۰۴ء ہے اور یہ معاینہ انھیں تین سالہ مدت کے درمیان ہوا۔

اللہ علیہ وآلہ وسلم مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی متع اللہ المسلمین بطول بقائہ (اللہ ان کی درازی عمر سے اہل اسلام کو فائدہ نصیب کرے) کو جس قدر عطا فرمایا ہے وہ آفتاب سے زیادہ روشن اور ان کی سعیِ بلیغ مقبول فی الدین اور ان کی تصانیف مبارکہ ردّ مبطلین سے مدلل اور مبرہن ہے اور بے شبہ مصداق ہیں مضمون حدیث ہذا کے ان اللہ جند کل بدعۃ کید بھا الاسلام ولیا من اولیائہ یذب عن دینہ[1] بے شک ہر بدعت و مذہب جس سے اسلام پر داؤ کیا جائے اس کے مقابل اللہ کا لشکر اس کے اولیا میں سے کوئی ولی ہوتا ہے جو اس کے دین کا دفع کرتا ہے (رضوی)

حضرت مولانا کے فیضان کا ادنیٰ اثر یہ ہے کہ ان کے فرزند ارجمند صاحب ہمت بلند جامع[2] انحار سعادت ماحی بدعت[3] حامل لوائے شریعت[4] قرۃ العین[5] العلماء مولانا محمد رضا خاں صاحب طول عمرہ وزید قدرہ (ان کی عمر طویل اور عزت زیادہ ہو۔ رضوی) نے ایک مدرسہ خاص اہلسنت کے بنام "منظر اسلام"[6] بنیاد ڈالی جسکی صرف بریلی والوں کے نہیں بلکہ تمام اہلسنت ہندوستان کے واسطے اشد ضرورت تھی اس کے وجوہ اور خوبیاں روداد مدرسہ اور اس کے مقاصد کے ملاحظہ سے مفصل ہوں گی۔

بتقریب امتحان سالانہ مدرسہ کو حسب الطلب فقیر راقم الحروف

---

[1] مطلب یہ ہے کہ حدیث میں اہل حق اور حامیانِ دین کی جو صفتیں بتائی گئی ہیں وہ ان میں موجود ہیں۔
[2] ہر قسم کی خوبیوں فیروز مندیوں کے جامع
[3] بدعت کو مٹانے والے
[4] شریعت کے علمبردار
[5] نگاہ علماء کی ٹھنڈک
[6] دار العلوم منظر اسلام رضا نگر سوداگران بریلی شریف ۱۳۲۲ھ میں قائم ہوا۔

وہاں حاضر ہوا اور احوال مدرسہ اور مدرسین اور مبلغ علوم طلبہ اور طرز تعلیم سے واقف ہوا۔ ہر قسم کے طلبہ مبتدی و متوسط و منتہی کے متعدد جلسۂ امتحان میں شریک اور علوم دینیہ ضروریہ معقول و منقول خصوصاً علم تفسیر و حدیث و فقہ و سیر و اصول وغیرہا میں امتحان کی کیفیت پر مطلع ہوا۔ الحمد للہ کہ ببرکت حسن سعی مدرسین اور خوبی انتظام ناظمین اکثر طلبہ علوم دین کو مستعد اور اس بشارت کے مبشر پایا۔ لایزال اللہ یغرس فی ھذا الدین غرسا یستعملھم فی طاعتہ ہمیشہ اللہ تعالےٰ اس دین میں کچھ پودے لگاتا رہے گا۔ جن سے اپنی طاعت میں کام لیگا (رضوی) بالخصوص منتہی طلبہ کی علو ہمت اور حسن تقریر مطالب اور تحریرات فتاویٰ جو دیکھنے میں آئے اس سے نہایت شادمانی ہوئی۔

اللہ تعالےٰ اس مدرسہ کو حسن ترقی روز افزوں عطا فرمائے ہمت عالی اور توجہ خاص منتظم و مفتی جناب مولانا حسن رضا خاں صاحب دام مجدہم سے امید کامل ہے کہ اس مدرسہ مبارکہ سے جسکی نظیر اقلیم ہند میں کہیں نہیں ہے۔ ایسی برکات فائض (جاری) ہوں جو تمام اطراف و جوانب کے ظلمات اور کدورت کو مٹائیں۔ اور ترویج عقائد حقہ منیفہ (بلند) اور ملت بیضا شریفہ حنفیہ کے لئے ایسی مشعلیں روشن ہوں جن سے عالم منور ہو۔

تمام اہلسنت کو واسطے توجہ خاص اور شرکت عام اس مدرسہ کے محدثین فقہاء، محققین اور ائمہ دین کیلئے یہ ہدایت بس ہے۔ ھذا العلم دین فانظر واعمن تاخذون دینکم۔ یہ علم (یعنی قرآن و حدیث فقہ وغیرہ کا علم) دین ہے۔ لہٰذا تم دیکھ لو کہ اپنا دین کس سے حاصل کررہے ہو (رضوی) اور یجب الصلابۃ فی الدین دین میں تصلب

لازم ہے (رضوی) واللہ سبحانہٗ الموفق والمعین ۔ فقط

کتبہ حبیب احمد فوری جماعتی غفرلہٗ القوی ۔ خادم الجامعۃ الاسلامیہ گنج قدیم

رام پور یوپی ۔ مورخہ ۱۴ر صفر مظفر سنہ ۱۴۰۷ھ بروز دوشنبہ شریف

مطابق ۱۹ر اکتوبر سنہ ۱۹۸۶ء

اس مشاہداتی رپورٹ سے بر کوچک ہندوستان میں منظر اسلام کی خدمات عالیہ، برکات جاریہ اور طلبار کا معقول و منقول میں علوم نافعہ کا علم ہوا ۔ حضرت مولانا سراج الدین شاہ سلامت اللہ قدس سرہٗ نے اپنی مندرجہ بالا رپورٹ میں امام احمد رضا کے اولیٰ فیضان کے نتیجے میں حجۃ الاسلام کو منظر اسلام کا بانی قرار دیا ۔ حضرت مولانا حسن رضا خاں صاحب حسن بریلوی (م ۱۳۲۶ھ) کے حسن اہتمام کو سراہا اور منظر اسلام کو بے نظیر مدرسہ فرمایا ۔

حجۃ الاسلام منظر اسلام میں بحیثیت محدث بریلوی اور صدر المدرسین

آپ پہلے ہی پڑھ چکے ہیں کہ حجۃ الاسلام نے اپنے والد ماجد امام احمد رضا کی زندگی ہی میں طلبہ کو پڑھایا ، اور آپ نے آپ کے تلامذہ کو سند سے بھی نوازا ۔ انھیں ایام میں حضرت مولانا حسنین رضا خاں خلیفہ امام احمد رضا اور حضرت مفتی اعظم ہند جانشین امام احمد رضا کو آپ نے پڑھایا اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ نے پڑھانے کا سلسلہ کبھی جزوی اور کبھی کلی طور پر جاری رکھا ۔

حضرت مولانا رحم الٰہی صدر المدرسین اور محدث منظر اسلام استاذ حضرت مفتی اعظم ہند کے ۱۳۵۴ھ ۱۹۳۶ء میں بریلی سے میرٹھ چلے جانے کے بعد منظر اسلام میں نہ صرف حدیث بلکہ معقول و منقول کے اعلیٰ درجات کی کتابیں بھی آپ نے ایسی پڑھائیں کہ شاید و باید ——— ہر درجہ میں پڑھنے والوں کا ہجوم رہا ، اور آپ کی مصروفیات میں خاصہ اضافہ رہا ۔ آپ نے اپنے ایک مکتوب میں تحریر فرمایا " اس سال بوجہ حدیث شریف پڑھانے کے فقیر کو قطعاً فرصت نہ ملی ۔ درمیان سال میں

مدرس اوّل دار العلوم منظر اسلام بعض احباب کے اصرار سے میرٹھ کو بھیج دیئے گئے ، درس فقیر کے سر رہا ۔ "[۱]

تدریس کے ساتھ ہی جب بھی موقعہ میسّر آیا آپ نے اپنے والد ماجد سے استفادہ کا سلسلہ جاری رکھا ۔ چناں چہ امام احمد رضا نے جب علم توقیت موجدانہ انداز میں پڑھانا شروع کیا تو حجۃ الاسلام بھی مولانا ظفر الدین بہاری مولانا حکیم سید شاہ عزیز غوث وغیرہم کے ساتھ شریک درس رہے ۔[۲]

آپ کا کام اس کے علاوہ امام احمد رضا کیلئے اندر سے کتابیں نکال کر لانا اور سندوں کی عبارتیں تلاش کر کے پیش کرنا بھی تھا ۔ آپ کی یہ خدمت ۱۳۲۶ھ تک جاری رہی ۔ تا آنکہ حضرت مولانا حسن رضا خاں حسن بریلوی کے وصال کے بعد منظر اسلام کا اہتمام آپ نے سنبھال لیا پھر امام احمد رضا کی خدمت میں کتابیں پیش کرنے اور سندوں کی تلاش کا کام مفتی اعظم مولانا شاہ محمد مصطفےٰ رضا خاں کے سپرد ہوا ۔[۳]

دار العلوم منظر اسلام کا شاندار اجلاس

تاریخ گواہ ہے کہ دار العلوم منظر اسلام کے یوم تاسیس سے آج تک اس کا ہر سالانہ اجلاس فقید المثال رہا ہے ۔ مگر ان سطور میں ۲۱، ۲۲، ۲۳ر شعبان ۱۳۵۲ھ مطابق ۹، ۱۰، ۱۱ر دسمبر ۱۹۳۳ء کے شاندار اجلاس کی تیاریوں اس میں مدعوین علماء مشائخ اور عمائدین کا مختصر ذکر کیا جا رہا ہے ۔ تاکہ حجۃ الاسلام کا منظر اسلام کے زرّیں دور اہتمام کا منظر آنکھوں میں آجائے ۔ اور آپ کے

[۱] مولوی وزارت رسول حامدی کے نام حجۃ الاسلام کے مکتوب کی فوٹو کاپی راقم الحروف نے جناب وجاہت رسول قادری سے حاصل کرلی ہے ۔

[۲] مولانا ظفر الدین فاضل بہاری حیات اعلیٰحضرت ص ۱۵۹

[۳] مولانا حسنین رضا خاں سیرت اعلیٰ حضرت ص ۱۱۶ ۔ ۱۱۹

[۴] تفسیر و حدیث اصول و فقہ کلام و منطق و فلسفہ ریاضی وغیرہا میں آپ کو ید طولیٰ حاصل تھا ۔ آپ کا درس بیضاوی ، شرح عقائد ، شرح چغمینی بہت مشہور تھا ۔

حجۃ الاسلام نمبر رضائے مصطفےٰ گوجرانوالہ ۱۳۷۹ھ ۱۹۵۹ء ص ۳۰

غیر منقسم ہندوستان میں عظمت و شہرت کا اندازہ ہو سکے۔ اور یہ بھی معلوم کیا جا سکے کہ ان ایام میں فاضل مدرسین علمائے عاملین اور طلبائے کاملین سے منظر اسلام کا منظر کتنا دلکش ہوگا۔ حضرت حجۃ الاسلام کے مندرجہ ذیل مکتوب سے آپ کی مصروفیات اور کاوشوں کا اندازہ بخوبی کیا جا سکتا ہے۔ آپ نے تحریر فرمایا۔ "یہاں آج کل دارالعلوم کے جلسہائے سالانہ کے انتظامات زیر نظر ہیں۔ مجالس شوریٰ کا انعقاد ہو رہا ہے اور سارے عمائد شہر کی توجہ منعطف ہے۔ اس سال نتیجہ امتحان بہترین صورت میں دکھایا جانا قرار پایا ہے۔ بیس طالب علم دستار فضیلت کے قابل تیار ہوئے ہیں۔ رؤسائے شہر کی رائے ہے کہ گورنر یوپی حافظ احمد سعید خاں صاحب (جو میری ملاقات کے اشتیاق میں دو مرتبہ بریلی آئے۔ اور میرے موجود نہ ہونے کے باعث ملاقات نہ ہو سکی) چوں کہ مسلمان گورنر ہیں لہٰذا جلسہ سالانہ میں انھیں دعوت دی جائے۔ اور نواب سر مزمل اللہ خاں اور سر محمد یوسف وغیرہ عمائد ہند اور مشائخ میں سے جناب دیوان صاحب اجمیر مقدس اور پیر جماعت علی شاہ صاحب پیر پنجاب وغیرہ منتخب حضرات کو بلایا جائے۔ جسکے مصارف کا تخمینہ تقریباً ۹۰۰ کیا گیا ہے۔ مولیٰ تعالےٰ بخیر انجام پہنچائے۔ اور جلسۂ دارالعلوم کو نتیجہ خیز کرے۔"[۱]

مشاہیر خلفاء

حضرت حجۃ الاسلام جامع الکمالات بزرگ تھے۔ آپکے مریدین اور خلفاء غیر منقسم ہندوستان کے ہر علاقے میں پائے جاتے تھے[۲] آپ کا سلسلہ آپ کے خلف اکبر حضرت مفسر اعظم ہند مولانا محمد ابراہیم رضا خاں جیلانی میاں کے خلفاء، اور صاحبزادگان سے یورپ، افریقہ کے علاوہ ماریشس

---

[۱] مولوی وزارت رسول حامدی کے نام حجۃ الاسلام کے مکتوب کی فوٹو کاپی راقم الحروف نے جناب وجاہت رسول قادری سے حاصل کر لی ہے۔

[۲] حضرت سید شاہ آل رسول صاحب قدس سرہٗ کا سلسلہ حضرت کے خاتم الخلفاء فخر العلماء شاہ عبد المصطفےٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب قدس سرہٗ اور ان کے خلیفہ و خلف و صاحب سجادہ جناب مولانا مولوی محمد حامد رضا خاں صاحب سلمہ اللہ تعالےٰ و زاد فی علمہ و عملہ و فضلہ سے جاری ہے۔ اس سلسلے کے بھی کثیر مریدین و صاحب سلسلہ بلاد عرب و عجم و ہند میں ہیں۔ تاج العلماء سید محمد میاں قادری خاندان برکات ص ۸۸

میں بھی خوب پھیلا۔ ان سطور میں حضرت حجۃ الاسلام کے مشاہیر خلفاء کے نام ہدیۂ ناظرین ہیں۔

۱۔ مولانا ظہیر الحسن اعظمی مدفون اودے پور
۲۔ مولانا حافظ محمد میاں صاحب اشرفی رضوی علیم آباد، اہیاری ضلع دربھنگہ بہار م ۱۳۵۴ھ / ۱۹۳۵ء
۳۔ مولانا عنایت محمد خاں غوری فیروز پوری
۴۔ مولانا مفتی ابرار حسن صدیقی تلہری مدفون تلہر ضلع شاہجہاں پور
۵۔ مولانا ولی الرحمٰن پوکھریروی مظفر پوری م ۱۳۷۰ھ ۱۹۵۱ء
۶۔ مولانا حماد رضا خاں نعمانی میاں بریلوی خلف اصغر مدفون کراچی ۱۳۷۵ھ ۱۹۵۶ء
۷۔ مولانا قاری احمد حسین فیروز پوری مدفون گجرات م ۱۳۷۹ھ ۱۹۶۰ء
۸۔ مولانا سردار ولی خاں عرف عزو میاں بریلوی مدفون ملتان
۹۔ مولانا حشمت علی خاں لکھنوی مدفون پیلی بھیت م ۱۳۸۰ھ ۱۹۶۰ء
۱۰۔ مولانا سید ابو الحسنات محمد احمد الوری مدفون دربار داتا لاہور م ۱۳۸۰ھ ۱۹۶۱ء
۱۱۔ محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد لائل پوری م ۱۳۸۲ھ ۱۹۶۲ء
۱۲۔ مولانا شاہ محمد اجمل سنبھلی م ۱۳۸۳ھ ۱۹۶۳ء
۱۳۔ مولانا محمد ابراہیم رضا خاں جیلانی میاں صاحب سجادہ خلف اکبر م ۱۳۸۵ھ ۱۹۶۵ء
۱۴۔ مولانا سید ریاض الحسن شاہ صاحب جودھپوری مدفون حیدر آباد سندھ م ۱۳۹۰ھ ۱۹۷۰ء
۱۵۔ مولانا مفتی محمد اعجاز ولی خاں رضوی بریلوی مدفون لاہور م ۱۳۹۳ھ ۱۹۷۳ء
۱۶۔ مجاہد ملت مولانا شاہ محمد حبیب الرحمٰن قادری دھام نگری م ۱۴۰۱ھ ۱۹۸۱ء
۱۷۔ محدث بریلی مولانا محمد احسان علی مظفر پوری م ۱۴۰۲ھ ۱۹۸۲ء
۱۸۔ مولانا محمد سعید شبلی فیروز پوری م ۱۴۰۳ھ ۱۹۸۲ء
۱۹۔ مداح الرسول صوفی عزیز احمد بریلوی م ۱۴۰۵ھ ۱۹۸۴ء
۲۰۔ مولانا ریحان رضا خاں رحمانی میاں بریلوی نبیرۂ اکبر م ۱۴۰۵ھ ۱۹۸۵ء
۲۱۔ مولانا شاہ رفاقت حسین مفتی اعظم کان پور امین شریعت بہار م ۱۴۰۳ھ ۱۹۸۳ء

۲۲۔ مولانا رضی احمد ماہر رضوی مدھوبنی بہار

۲۳۔ مولانا شاہ ابو سہیل انیس عالم امین شریعت بہار

۲۴۔ مولانا قاضی فضل کریم قاضی شریعت بہار

۲۵۔ شیخ الحدیث مولانا عبد المصطفےٰ اعظمی م ۱۴۰۶ھ ۱۹۸۶ء

۲۶۔ یادگار سلف مولانا الحاج تقدس علیخاں رضوی بریلوی مدفون پیر جوگوٹھ سندھ

۲۷۔ راقم الحروف محمد ابراہیم خوشتر صدیقی قادری رضوی بانی و سربراہ سنی رضوی سوسائٹی انٹرنیشنل [۱]

۲۸۔ مولانا مفتی ظفر علی نعمانی، کراچی ۲۹۔ مولانا سید محمد علی اجمیری مقیم حیدرآباد سندھ ۳۰۔ مولانا محمد علی آنولوی

تصنیفات

آداب سحر گاہی ہوں یا معروفیات خانقاہی، درس و تدریس کے اوقات ہوں یا مسلکی معاملات۔ ان گوناگوں مشاغل کے باوجود جب کبھی بھی موقع میسر آتا آپ اپنے والد ماجد کی روش کے مطابق فتویٰ نویسی میں متوجہ ہو جاتے اور تصنیف و تالیف کا کام بھی جاری رکھتے

اس میں شک نہیں کہ آپ نے اپنی پوری زندگی میں بہت سے فتوے لکھے۔ درسی اور مسلکی ضرورت کے مطابق کتابیں بھی تصنیف فرمائیں۔ نعت گوئی میں تو آپ کو شغف تام تھا مگر آپ کا علمی اور قلمی ذخیرہ عدم تحفظ کی نذر ہو گیا۔ راقم الحروف آپ کے ذخیرۂ نعت سے "بیاض پاک حجۃ الاسلام" کے تاریخی عنوان سے ایک اور منقبت "ذریعۂ التجا" جمع کر سکا۔ مندرجہ ذیل سطور میں آپ کی تصنیفات کی نامکمل فہرست پیش کی جا رہی ہے۔ ملاحظہ فرمائیے۔

---

[۱] راقم الحروف فقیر قادری سگ بارگاہ رضوی محمد ابراہیم خوشتر صدیقی، سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ میں قطب مدینہ مولانا شیخ ضیاء الدین قادری سے سلسلۂ عالیہ قادریہ رضویہ نوریہ میں حضور مفتی اعظم ہند سے اور سلسلہ عالیہ نوریہ رضویہ حامدیہ میں مولانا مفتی محمد اعجاز ولی خاں، مفسر اعظم ہند مولانا محمد ابراہیم رضا خاں جیلانی میاں اور حضرت مولانا الحاج تقدس علیخاں رضوی قدست اسرارہم سے ماذون و مجاز ہے ـــ

داد او را قابلیت شرط نیست ٭ بلکہ شرط قابلیت داد اوست

[۲] ہفت روزہ رضائے مصطفےٰ گوجرانوالہ۔ حجۃ الاسلام نمبر ۱۳۷۹ھ ۱۹۵۹ء ص ۸

۱۔ مجموعہ فتاویٰ قلمی

۲۔ الصارم الربانی علی اسراف القادیانی (۱۳۱۵ھ)

۳۔ نعتیہ دیوان

۴۔ تمہید اور ترجمہ الدولۃ المکیہ ۱۳۲۳ھ ۱۹۰۵ء

۵۔ الاجازات المتینہ لعلماء بکۃ والمدینہ ۱۳۴۰ھ ۱۹۰۶ء

۶۔ تمہید کفل الفقیہ الفاہم۔ ۱۳۴۰ھ ۱۹۰۶ء

۷۔ تاریخی نام/خطبہ الوظیفۃ الکریمہ ۱۳۳۸ھ

۸۔ سد الفرار قلمی

۹۔ سلامۃ اللہ لاہل السنۃ من سبیل العناد والفتنہ ۱۳۳۲ھ ۱۹۱۳ء

۱۰۔ حاشیہ ملا جلال قلمی

۱۱۔ کنز المصلی پر حاشیہ ۱۳۲۳ھ ۱۹۰۵ء

۱۲۔ اجلی انوار الرضا ۱۳۳۴ھ ۱۹۱۵ء

۱۳۔ آثار المبتدعین لہدم جبل اللہ المتین۔ حیات اعلیحضرت ص ۶۱

۱۴۔ وقایہ اہلسنت، حاشیہ مکتوبات امام احمد رضا خاں ص ۵۳

اسفار

حضرت حجۃ الاسلام خانقاہ قادریہ رضویہ کے سجادہ نشین اور امام احمد رضا کے برحق جانشین تھے۔ آپ کی مصروفیات میں ملی، ملکی، مسلکی اور خانقاہی تقاضے سبھی کچھ شامل تھے۔ ہر سال شوال سے شعبان تک آپ پورے ہندوستان میں سرگرم عمل رہتے۔ پھر رمضان میں آپ کو مسلسل سفر بھی کرنا پڑتا۔ امام احمد رضا کی معیت میں آپ نے کئی سفر کئے۔ دربار حق وہدایت عظیم آباد پٹنہ کے تاریخ ساز جلسے منعقدہ ۸، ۹، ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۳ رجب المرجب ۱۳۱۸ھ ۱۹۰۰ء میں شرکت کیلئے آپ نے امام احمد رضا کی معیت میں سفر کیا۔ اور خدمت کی سعادت بھی حاصل کی۔ اور غالباً اسی سفر سے صوبہ بہار میں مسلسل آمدورفت اور خانقاہی تعلقات کا آغاز ہوا۔ جو تاحیات جاری رہا۔

پھر امام احمد رضا کی معیت میں ۱۳۲۳ھ ۱۹۰۵ء کے سفر حج کا شاندار موقعہ میسر آیا۔ حرمین طیبین میں آپ کے علمی اور عملی کارنامے ظاہر ہوئے۔ عالم اسلام میں آپ جانے پہچانے گئے۔ پھر امام احمد رضا ہی کی معیت میں جبلپور کا پہلا سفر کیا۔ ۲۶ جمادی الآخریٰ ۱۳۳۷ھ ۲۹ مارچ ۱۹۱۹ء بروز ہفتہ بعد نماز عشاء بمقام عیدگاہ کلاں تین ہزار کے اجتماع میں آپ کا خطاب عام ہوا۔ اسی تاریخی جلسہ میں امام احمد رضا نے مولانا مفتی محمد برہان الحق جبلپوری کی دستار بندی کی۔ جسکی تکمیل حجۃ الاسلام کے ہاتھوں ہوئی۔ (مفتی محمد برہان الحق جبلپوری اکرام امام احمد رضا ص ۶۷-۶۸) اس جلسے میں آپ اپنا پہلا مدلل اور جامع خطاب فرما رہے تھے۔ سامعین ہمہ تن گوش تھے کہ امام احمد رضا تشریف لے آئے۔ آپ کی تقریر سن کر بہت مسرور ہوئے، داد دی اور کلمات تحسین فرمائے۔ زندگی بھر آپ کے بیانات کی بنارس، کلکتہ، مظفر پور، اودے پور، چتوڑ، کان پور، لاہور، یوپی، سی پی اور بہار کے شہروں میں دھوم رہی، لوگ آپ کی تقریر سنتے سر دھنتے اور تائب ہوتے۔

(ہفت روزہ رضائے مصطفےٰ حجۃ الاسلام نمبر ۹، ۳، ۱۳ھ ۱۹۵۹ء ص ۳)

اسی طرح آپ نے دارالعلوم مصباح العلوم اشرفیہ مبارکپور میں خطاب فرمایا تو سامعین دنگ رہ گئے۔ مولانا قاری مصلح الدین صدیقی م ۱۴۰۳ھ ۱۹۸۳ء اپنی آنکھوں دیکھی رپورٹ میں لکھتے ہیں۔

"وہابیہ اور شیعہ حضرات نے یہ کہا کہ ایسی نورانی صورت آج تک دیکھی نہ گئی۔ اور نہ ایسی مدلل تقریر سنی۔" معارف رضا کراچی ص ۲۰۳۔

سفر لکھنؤ

یہ سفر وسیلۂ ظفر تاریخ کے صفحات میں ہنوز محفوظ اور الاستقامۃ فوق الکرامۃ کا برادر روشن دستاویز ہے۔ اندازہ کیجئے فرنگی محل لکھنؤ کا تاجدار علم وفن مولانا محمد علی جوہر کا مرشد زمن حضرت مولانا شاہ عبدالباری فرنگی محلی قدس سرہ م ۱۳۴۴ھ ۱۹۲۶ء لکھنؤ کے اسٹیشن کے پلیٹ فارم پر اپنے تدریسی خانقاہی اور سیاسی دوستوں کے جم غفیر کے ساتھ استقبال کیلئے تشریف فرما ہیں۔ اور حجۃ الاسلام خادم الحرمین کے جلسہ میں شرکت کے لئے علماء کی معیت میں وارد ہوئے۔ مولانا فرنگی نے بڑھکر خوش آمدید کہا۔ مگر چشم فلک یہ نظارہ دیکھتی رہ گئی۔ اور مجمع ششدر رہ گیا کہ حجۃ الاسلام نے مصافحہ کرنے سے انکار کر دیا۔ حضرت مولانا عبدالحفیظ سابق مفتی اعظم آگرہ م ۱۳۷۷ھ ۱۹۵۸ء مدفون ملتان اپنا آنکھوں دیکھا حال بیان کرتے ہیں۔ حضرت مولانا عبدالباری رحمۃ اللہ علیہ سے زمانۂ خلافت میں کچھ باتیں سرزد ہو گئیں۔ ان پر اعلیٰحضرت نے گرفت فرمائی آخر کار وصال سے کچھ پہلے خدام الحرمین کے جلسہ میں علماء بریلی شریک ہوئے۔ اس وقت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا عبدالباری صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے مصافحہ نہ کیا۔ اور ان کے یہاں قیام سے بھی انکار کر دیا اور فرمایا کہ اعلیٰ حضرت نے آپ پر جو اعتراضات کئے ہیں ان باتوں سے رجوع کیجئے۔ چنانچہ حضرت صدر الافاضل مولانا نعیم الدین رحمۃ اللہ علیہ کی کوشش سے تحریر دی۔ اس کے بعد حضرت مولانا حامد رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ خود فرنگی محل گئے۔ دونوں میں مصافحہ ومعانقہ ہوا۔ حضرت مولانا حامد رضا خاں نے حضرت مولانا عبدالباری کے ہاتھ چومے۔ اس لئے کہ وہ صحابی کی اولاد میں ہیں۔ اور وہیں قیام

فرمایا۔ فقیر اس موقعہ پر موجود تھا۔ اسی خوشی میں دار الافتاء کی برفیاں آئیں۔ اور باقاعدہ فاتحہ ہوئی اور تقسیم ہوئیں۔ (شمع ہدایت ص ۹۳۔۹۴ مطبوعہ مکتبہ رضویہ کراچی)

سفر لاہور

لاہور کا فیصلہ کن مناظرہ نہ صرف تاریخی بلکہ مسلکِ اہل سنت کی اعتقادی دنیا میں بڑی بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ یہ مناظرہ دیوبندیوں کے مولانا اشرف علی تھانوی سے ہونا قرار پایا۔ تاکہ اس فتنۂ اختلاف کو ہمیشہ کے لئے ختم کر دیا جائے۔ جس کیلئے امام احمد رضا کی زندگی میں کئی بار کوشش کی گئی۔ خصوصاً مراد آباد میں تو تھانوی صاحب کو امام احمد رضا نے آخری دعوتِ ملاقات بھی دی۔ جس میں صرف تحریری گفتگو کی شرط تھی۔ اس کیلئے ۲۰ر صفر ۱۳۲۹ھ کی تاریخ بھی مقرر کر دی گئی۔ اس کا تفصیلی ذکر رسالہ "دافع الفساد عن مراد آباد" میں موجود ہے۔ اس موضوع کی اہمیت کے پیش نظر امام احمد رضا کا مندرجہ ذیل مکتوب قابل مطالعہ ہے اور اس باب میں حرفِ آخر ہے۔

نقل مفاوضۂ عالیہ امام بریلوی قدس سرہٗ
بنام
مولوی اشرف علی صاحب تھانوی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

السلام علیٰ من اتبع الھدیٰ فقیر بارگاہ عزیز قدیر عزجلالہٗ تو مدتوں سے آپ کو دعوت دے رہا ہے، اب حسب معاہدہ قرارداد مراد آباد پھر محرک ہے۔ کہ آپ سوالات و مواخذات حسام الحرمین کی جواب دہی کو آمادہ ہوں۔ میں اور آپ جو کچھ کہیں لکھ کر کہیں اور سنادیں اور وہیں دستخطی پرچہ اسی وقت فریقین مقابل کو دیتے جائیں کہ فریقین میں سے کسی کو کہہ کے بدلنے کی گنجائش نہ ہے

معاہدہ میں ۲۰ر صفر مناظرہ کے لئے مقرر ہوئی ہے۔ آج پندرہ کو اس کی خبر مجھ کو ملی، گیارہ روز کی مہلت کافی ہے۔ وہاں بات ہی کتنی ہے۔ اسی قدر کہ یہ کلمات شانِ اقدس حضور پر نور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم میں توہین ہیں یا نہیں؟ یہ بعونہٖ تعالےٰ دو منٹ میں اہل ایمان پر ظاہر ہو سکتا ہے۔ لہٰذا فقیر اس عظیم ذو العرش کی قدرت و رحمت پر توکل کر کے یہی ۲۰ر صفر روز جاں افروز دوشنبہ اس کیلئے مقرر کرتا ہے۔ آپ فوراً قبول کی تحریر اپنی مہری دستخطی روانہ کریں۔ اور ۲۰ر صفر کی صبح مراد آباد میں ہوں.......... اور آپ بالذات اس امر اہم و اعظم دین کو طے کر لیں اپنے دل کی آپ جیسی بتا سکیں گے وکیل کیا بتائے گا۔ عاقل بالغ مستطیع غیر مخدرہ کی توکیل کیوں منظور ہو۔ لہٰذا یہ معاملہ کفر و اسلام کا ہے۔ کفر و اسلام میں وکالت کیسی۔ اگر آپ خود کسی طرح سامنے نہیں آسکتے اور وکیل ہی کا سہارا ڈھونڈھیئے تو یہی لکھ دیجئے۔ اتنا تو حسب معاہدہ آپ کو لکھنا ہی ہوگا کہ وہ آپ کا وکیلِ مطلق ہے۔ اس کا تمام ساختہ پرداختہ قبول سکوت نکول عدول سب آپ کا ہے اور اس قدر اور بھی ضرور لکھنا ہوگا کہ اگر بعون العزیز القدیر عزجلالہ آپ کا وکیل مغلوب یا معترف یا ساکت یا فار ہوا تو کفر سے توبہ علی الاعلان آپ کو کرنی اور چھاپنی ہوگی کہ توبہ میں وکالت ناممکن ہے اور اعلانیہ کی توبہ اعلانیہ لازم۔ میں عرض کرتا ہوں کہ آخر بار آپ ہی کے سر رہتا ہے کہ توبہ کرنی ہوئی تو آپ ہی پوچھے جائیں گے۔ پھر آپ خود ہی اس رفع اختلاف کی ہمت کیوں نہ کریں۔ کیا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں گستاخی کرنے کو آپ تھے اور بات بنانے دوسرا آئے لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ آپ برسوں سے ساکت اور آپ کے حواری رفع خجلت کی سعی بے حاصل کرتے ہیں ہر بار ایک ہی لاجواب کے ہوتے ہیں۔ آخر بار کی یہ اخیر دعوت ہے۔ اس پر بھی آپ سامنے نہ آئے تو الحمد للہ میں فرض ہدایت ادا کر چکا۔ آئندہ کسی کے غوغے پر

التفات نہ ہوگا۔ منوادینا میرا کام نہیں اللہ عزوجل کی قدرت میں ہے واللہ یھدی من یشاء الیٰ صراط مستقیم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ سیدنا ومولانا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین والحمد للہ رب العالمین

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہٗ

۱۵ صفر المظفر روز چہار شنبہ ۱۳۲۹ھ

علیٰ صاحبہا وآلہ افضل الصلوٰۃ والتحیۃ۔ آمین

مآل یہی ہوا کہ اکابر دیوبند گھبراتے رہے، خجالت و شرمندگی نبھاتے رہے۔ رجوع و اتحاد کی اپیل سے گریز کیا۔ اور ایک بہت بڑا فتنہ باقی رہ گیا۔

قارئین آپ نے امام احمد رضا کا مکتوب گرامی پڑھا۔ اب اسی موضوع سے متعلق یہ بھی پڑھتے چلئے کہ بریلوی (اہلسنت) اور دیوبندی (فرقہ وہابیہ) کے اختلافات کیا ہیں۔ اس سلسلہ میں مشہور مؤرخ مولانا حکیم نجم الغنی رامپوری م ۱۳۵۱ھ ۱۹۳۲ء کی کتاب "مذاہب الاسلام" کی مندرجہ صفحات بڑی معلوماتی ہیں۔ ملاحظہ فرمایئے۔

فرقۂ وہابیہ کے بعض عقائد

مولوی فضل احمد مفتی شہر لودھیانہ لکھتے ہیں کہ وہابیہ کی دو قسمیں ہیں۔ ان میں سے ایک تو وہ ہیں جنہوں نے علانیہ ہم سے جدائی اختیار کرلی اور اجماع امت سے علیحدہ ہو کر تقلید شخصی کا انکار کردیا۔ ان سے ہم کو کچھ سروکار نہیں۔ مگر دوسری قسم کے وہابیہ ان کا فتنہ نہایت عظیم و ضرر رساں ہے۔ یہ وہ لوگ جو ظاہر میں بڑے زور سے دعوی کرتے ہیں کہ ہم مقلد اور پکے حنفی ہیں اور تقلید امام کو تمام اصول و فروع میں واجب سمجھتے ہیں مگر عقائد میں اکثر غیر مقلدوں سے بالکل متفق ہیں۔ اس لئے امامت ان کی ناجائز اور وہ قابل نفرت ہیں۔ فہرست ان کے عقائد کی حسب ذیل ہے۔

(۱) خدائے تعالیٰ کا جھوٹ بولنا ممکن ہے۔ ملخصًا از رسالہ یکروزی مولفہ مولوی محمد اسمٰعیل

صاحب دہلوی صفحہ ۱۴۵ مطبوعہ مطبع فاروقی دہلی ۱۲۹۷ ہجری۔

(الف) اگر مراد از محال ممتنع لذاتہ است کہ تحت قدرت الٰہیہ داخل نیست پس لانسلم بلفظہ الخ۔ یکروزی و تقویۃ الایمان مطبوعہ مطبع نول کشور بار دوم ۱۸۸۲ء۔

(ب) "امکان کذب کا مسئلہ تو اب جدید کسی نے نہیں نکالا۔ قدما میں اختلاف ہوا ہے کہ خلف وعید آیا جائز ہے یا نہیں ان اللہ علیٰ کل شیئ قدیر کے خلاف ہے (بلفظہ براہین قاطعہ از مولوی خلیل احمد ساکن انبیٹھی صفحہ ۲ مطبوعہ مطبع بلالی اسٹیم پریس ساڈھورہ ضلع انبالہ ۱۹۰۴ء۔ وصیانۃ الایمان از مولوی محمد اسمٰعیل دہلوی)

(۲) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم بڑے بھائی کے برابر کرنی چاہیئے۔

(ملخصًا تقویۃ الایمان صفحہ ۶۰)

(۳) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خدا کی شان کے سامنے چمار سے بھی ذلیل ہیں

(ملخصًا ایضًا صفحہ ۱۴۔ ۱۹)

(۴) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے روبرو ایک ذرۂ ناچیز سے بھی کمتر ہیں۔

(ملخصًا ایضًا صفحہ ۵۵)

(۵) اللہ تعالے جس کو چاہے گا اپنے حکم سے اس کا شفیع بنا دے گا۔

(بلفظہ ملخصًا ایضًا صفحہ ۳۳)

(۶) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم۔ حیات النبی نہیں مرکر مٹی ہوگئے۔

(بلفظہ ملخصًا ایضًا صفحہ ۶۰)

(۷) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کچھ قدرت نہیں اور نہ وہ سنتے ہیں

(ملخصًا ایضًا صفحہ ۸۶ ۔ ۲۳ ۔ ۲۹)

(۸) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب خدا تعالےٰ کا دیا ہوا ماننا بھی شرک ہے

(ایضًا صفحہ ۱۰ ۔ ۲۶ ۔ ۲۷)

(۹) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک بات کا بھی غیب داں جاننا شرک ہے (ایضًا

صفحہ ۲۷ - ۵۸)

(۱۰) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ مطہرہ کی فقط زیارت کو سفر کرنا شرک ہے

(ایضاً صفحہ ۱۰ - ۴۰)

(۱۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ مطہرہ کے سامنے تعظیم کے لئے کھڑا ہونا شرک ہے۔ (ایضاً صفحہ ۴۰ - ۴۱ - ۴۳)

(۱۲) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یا محمد رسول اللہ کہنا شرک ہے

(ملخصاً ایضاً صفحہ ۲۳)

(۱۳) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نظیر اور بھی پیدا ہونا ممکن ہے

(ایضاً صفحہ ۳۱)

(۱۴) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جملہ بنی آدم کے برابر ہیں

(بلفظ براہین قاطعہ صفحہ ۳)

(۱۵) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے شیطان کو علم زیادہ ہے

(ملخصاً بلفظ براہین قاطعہ صفحہ ۵۱)

(۱۶) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کی کیا خصوصیت ہے ایسا علم تو زید وعمرو بلکہ ہر صبی ومجنوں بلکہ جمیع حیوانات وبہائم کے لئے بھی حاصل ہے

(بلفظ حفظ الایمان مؤلفہ مولوی اشرف علی تھانوی مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۲۹ھ صفحہ ۷)

(۱۷) خدا سے ہم کو کام ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں

(بسط البنان مؤلفہ مولوی اشرف علی صفحہ ۷)

مصرعہ "باخدا داریم کار و باخلائق کار نیست" بلفظ

(۱۸) حق سبحانہ تعالے کو جہت ومکان سے منزہ سمجھنا بدعت وگمراہی ہے

(ملخصاً ایضاح الحق از مولوی محمد اسمٰعیل دہلوی بصفحہ ۳۴ مطبوعہ مطبع فاروقی دہلی ۱۲۹۶ھ ہجری)

(۱۹) آنحضرت صلی علیہ وسلم کا مولود شریف کرنا اور قیام تعظیمی کے لئے کھڑا ہونا بدعت و شرک ہے۔ اور بمثل کنہیا کے جنم کے ہے۔ (ملخصاً فتوی مولوی رشید احمد صفحہ ۱۳ - براہین قاطعہ مولوی خلیل احمد صفحہ ۲۲۶)

(۲۰) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نماز میں خیال آنا بیل اور گدھے سے بدتر ہے۔

(بلفظ صراط مستقیم از مولوی محمد اسمٰعیل صفحہ ۸۶ - مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۰۸ھ)

(۲۱) کعبہ شریف میں جو چار مصلّے بنائے گئے ہیں وہ مذموم ہیں

(بلفظہ سبیل الرشاد - مؤلفہ مولوی رشید احمد)

(۲۲) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فاتحہ بارھویں شریف کی شیرینی میلاد شریف اور گیارہویں شریف حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کا کھانا حرام ہے۔ بمثل ہنود

(فتوائے مولوی رشید احمد صفحہ ۱۶ - ۱۷)

(۲۳) ختم فاتحہ بزرگان مثل سوم، دہم، چہلم وغیرہ کو ہنود کی رسم بیان کرتے ہیں

(براہین قاطعہ مولوی خلیل احمد انبیٹھوی)

یکسر ہزار سودا

آپ کی سفری مصروفیات کا اندازہ ۱۳۵۲ھ/۱۹۳۴ء کے اس مکتوب سے بھی ہوگا۔ جس میں لاہور کے جلسۂ مذکور میں شرکت کا بھی ذکر ہے۔ آپنے تحریر فرمایا۔ "نیز لاہور میں انجمن حزب الاحناف کے جلسے مقرر ہیں جہاں میری صدارت کی اشاعت کردی گئی اور میں وعدۂ شرکت کرچکا ہوں۔ پھر فیروزپور کے احباب نے اصرار کیا ہے کہ میں لاہور سے وہاں آؤں۔ اور ایک شادی چند ماہ سے صرف میرے آنے پر ملتوی رکھی ہے جب میں وہاں پہونچوں گا تو تقرر تاریخ ہوگا۔ اور تقرر تاریخ میرے ہی ذمہ رکھا ہے۔ راہ میں امرتسر کے بعض احباب مصر ہیں کہ یہاں بھی قیام ہو ــــــ غرض یکسر ہزار سودا"۔ ۱؎

۱؎ وجاہت رسول قادری ابن مولوی حاجی وزارت رسول حامدی کے نام مکتوب کی موصولہ فوٹو کاپی۔

لاہور میں آپ کا قیام

حضرت حجۃ الاسلام کا لاہور میں قیام عموماً حضرت شاہ محمد غوث قادری کے مزار پر انوار پر ہوتا۔ لوگ جوق در جوق آپ کی خدمت میں یہاں حاضر ہوتے اور خوب خوب استفادہ کرتے آپ کے مرید ہوتے۔ علماء آپ سے سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ نوریہ میں ماذون ومجاز ہوتے مولانا ابوالحسنات سید محمد احمد لاہوری کو بھی آپ نے ماذون ومجاز فرمایا۔ ۱۹۲۳ء میں امتحان کے لئے جامعہ نعمانیہ میں ۱۹۳۴ء میں حضرت مولانا سید دیدار علی شاہ صاحب محدث الوری امیر انجمن حزب الاحناف لاہور کے عرس چہلم میں لاہور تشریف فرما ہوئے۔ اس کے علاوہ آپ برابر ۱۹۲۶ء سے ۱۹۳۴ء تک حزب الاحناف کے جلسے کی صدارت کے لئے لاہور آتے رہے۔ اور فیصلہ کن مناظرہ پر آپ کا یہ سفر لاہور اپنے حسن اختتام کو پہنچا۔ بہرحال آپ کا سفر مسلکی ہو یا ملی۔ یوم مسجد شہید گنج کے لئے لاہور کا ہو یا نجدیوں کے خلاف جلسہ خدام الحرمین میں شرکت کے لئے لکھنؤ کا ہو۔ ہندوستان کے طول وعرض میں تادم اخیر ۱۳۶۲ھ ۱۹۴۳ء تک جاری رہا (انوار امیر ملت۔ محمد صادق قصوری ۹۶)

امرتسر کے پندرہ روزہ اخبار الفقیہ نے بریلی اور پیلی بھیت میں ۱۵، اور ۱۶ جون کو نجدیوں کی مذمت میں ہونے والے دو جلسوں کی کارروائی بڑی تفصیل سے شائع کی ہے۔

پیلی بھیت میں تشریف آوری

پیلی بھیت حضرت مولانا وصی احمد محدث سورتی م ۱۳۳۴ھ ۱۹۱۶ء کی قیام گاہ تھا اور محدث سورتی کو امام احمد رضا سے جو مودت ومحبت تھی وہ شہرۂ آفاق۔ پھر صاحبزادہ محدث سورتی مولانا عبدالاحد امام احمد رضا کے شاگرد اور خلیفہ تھے۔ امام احمد رضا ہی نے آپ کو سلطان الواعظین کے خطاب سے نوازا۔ آپ کو سفر حج میں بھی امام احمد رضا اور حجۃ الاسلام

ے محمد دین کلیم قادری۔ تذکرہ مشائخ قادریہ ص ۲۵۳۔ ہفت روزہ رضائے مصطفےٰ گوجرانوالہ ص ۳ ۱۸ ربیع الاول ۱۳۹۰ھ

کی معیت کا شرف حاصل رہا۔ اور یہ حجۃ الاسلام کا بڑا اعزاز تھا اور الولد سر لابیہ کا اظہار کہ محدث سورتی کی نماز جنازہ آپ ہی نے پڑھائی۔ ے انہیں خصوصیات کے پیش نظر حجۃ الاسلام کا پیلی بھیت میں آنا جانا تھا۔ حضرت انا میاں قادری رضوی نبیرۂ محدث سورتی رقمطراز ہیں۔

"وہ بائیس سال میں دس بارہ مرتبہ پیلی بھیت تشریف لائے اور اپنے والد ماجد کی عادت کے مطابق سب سے پہلے حضرت محدث سورتی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر فاتحہ کے لئے تشریف لے جاتے اور وہی جگہ قیام فرماتے۔ سلطان الواعظین مولانا عبدالاحد کے مکان پر یا مولوی عبدالحق صاحب گرگھنوی م ۱۹۳۲ء ۱۳۵۰ھ کے یہاں۔ آخر میں ان دونوں حضرات کی وفات کے بعد آپ کا قیام مولوی محمد ابراہیم صاحب کی کوٹھی میں محدث سورتی کے مزار کے قریب ہوا کرتا تھا۔ پیلی بھیت میں آپ کی تشریف آوری اور چند روز قیام مسلمانوں کے لئے بڑی خوشی کا باعث ہوتے تھے۔ ہر آن اہل عقیدت گھیرے رہتے تھے اور قدم قدم پر لوگ پروانہ وار نثار ہوتے تھے۔ اعلیحضرت کی تعلیمات اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، اہلبیت، صحابہ کرام اور بزرگان دین کے ادب واحترام کے قیام میں آپ ہمیشہ مصروف، منہمک رہے اور اعلیحضرت کے قیام کردہ مدرسہ اور انکی تصانیف فتاوی کی ترتیب واشاعت کی جانب خصوصی توجہ فرماتے رہے۔ آپ کی حیات میں اعلیحضرت کی وفات اور جدائی کا غم بڑی حد تک لوگ محسوس نہیں کرتے تھے"۔

سوانح اعلیحضرت بریلوی مطبوعہ کراچی، ۱۹۷۰ء صفحہ

اودے پور میں نزول اجلال

اودے پور میواڑ راجستھان کو شرف رہا ہے کہ سارا کا سارا علاقہ حضرت حجۃ الاسلام کے گیسوئے ارادت کا اسیر تھا۔ اور آپ کی روحانی مملکت کی راجدھانی۔ یہاں آپ کا

ے خواجہ رضی حیدر۔ تذکرہ محدث سورتی۔ ص ۱۹۶ مطبوعہ کراچی پاکستان

قیام مسلسل رہتا۔ لوگ شب وروز دیوانہ وار آپ کی زیارت سراپا کرامت کرتے، پروانہ وار نثار ہوتے۔ زائرین کے سیلاب رواں میں آپ کا روئے تابان زیارت گاہ عالم ہوتا۔ اس منظر کی چشم دید رپورٹ پڑھیئے۔

"بارہ سال کی عمر میں پہلی بار حجۃ الاسلام کی زیارت کا شرف مجھے حاصل ہوا۔ اودے پور سلاوٹ واڑی محلہ کی جامع مسجد میں مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ انسانوں کا ایک سیلاب حجۃ الاسلام کی زیارت کے لئے رواں دواں دیکھا۔ اور اتنے عظیم اجتماع میں مجھے بھی حجۃ الاسلام کی ایک جھلک دیکھنے کا موقع نصیب ہوا۔ اس سے پہلے میری آنکھوں نے ایسا گورا اور نورانی چہرہ نہیں دیکھا تھا۔ بس ایک ہی جھلک ہر بڑے اور چھوٹے کو مبہوت کر دیتی تھی۔ اور ہر آنے والا حلقۂ ارادت میں داخل ہو کر (مرید ہو کر) ہی لوٹ پاتا تھا۔ چونکہ ہزاروں لاکھوں اس فیض سے استفادہ کر رہے تھے۔ لہٰذا کپڑے کی ململ جو کئی گزوں پر مشتمل ہوتی تھی وہ لمبی کر دی جاتی تھی۔ اور لوگ اس طرح ململ کپڑے کو پکڑ لیتے تھے اور حلقۂ ارادت میں داخل ہوتے جاتے تھے۔ یہ عمل گھنٹوں جاری رہتا تھا۔ ایک ایسی کشش آپ کے وجود میں موجود تھی جو نہ صرف مسلمانوں بلکہ کئی غیر مسلموں کو اسلام کی سعادت حاصل ہونے کا سبب بنی اور یہ فیضان جب تک وہ ذات اودے پور میں رہی یہ سلسلہ بڑھتا ہی گیا۔"

اودے پور میں آپ کا فیضان

آپ کے اودے پور دورہ کے بعد بیس سال کی عمر تک میں نے دیکھا کہ اودے پور میں ایک بھی وہابی ڈھونڈنے سے نہیں مل پاتا تھا۔ اور ۱۹۴۸ء جب میں پاکستان آگیا تو پھر تقریباً ہر سال اودے پور اور اجمیر شریف عرس میں حاضری کی سعادت حاصل رہی ہر گھر میں محفل میلاد اور صلوٰۃ وسلام کی برکتیں آج بھی وہاں موجود ہیں۔ [1]

[1] راقم الحروف کے نام جناب قمر الدین احمد انجم صدر پاکستان نعت کونسل کراچی کا گرامی نامہ

یہ واقعہ ہے کہ آپ کا سفر ہندوستان کے ہر علاقے میں ہوتا اور جہاں ہوتا وسیلۂ ظفر ہوتا۔ اور ہر جگہ ارادت وزیارت کا منظر دیدنی ہوتا۔

"اے تماشا گاہ عالم روئے تو!"

ہندوستان کے اکابر علماء کا یہ متفقہ فیصلہ ہے کہ نگاہوں نے حجۃ الاسلام سے زیادہ حسین چہرہ نہیں دیکھا۔ پھر اس پر لباس کی سج دھج مزید برآں تھی۔ جو لباس بھی آپ زیب تن فرماتے وہ بھی آپ کے جمال سے جگمگا اٹھتا۔ جس مقام سے گذر ہوتا تو لوگ حسن صوری دیکھ کر انگشت بدنداں رہ جاتے اور سارا ماحول غزلخواں ہوتا ؎

"دم میں جب تک دم ہے دیکھا کیجیے"

ان کی شگفتہ باتوں کا یہ عالم ہوتا کہ منہ سے پھول جھڑتے تھے۔ اہل مجلس کا یہ حال ہوتا کہ "وہ کہیں اور سنا کرے کوئی" حسن خدا داد ایسا کہ جس محفل میں ہوتے وہی جان محفل ہوتے۔ نگاہیں کھلی کی کھلی رہ جاتیں۔ دیدۂ ہوش پر نیم بیہوش ہونے کا گمان ہوتا۔ لوگ دنور دید میں ہکا بکا رہ جاتے اور آنے والا شخص بیخودی میں پکار اٹھتا

"ما ھٰذا بشرا ان ھٰذا الا ملک کریم"

ان کا حسن وجمال عمامہ کی بندش داڑھی کی وضع قطع اور پاکیزہ وصاف ستھرا لباس اور بزرگی دلوں کو مسخر کر رہی تھی۔ وہابیہ و شیعہ حضرات نے کہا کہ ایسی نورانی صورت آج تک دیکھی نہ گئی اور نہ ایسی مدلل تقریر سنی۔

(مولانا قاری محمد مصلح الدین صدیقی م ۱۴۰۳ھ ۱۹۸۳ء معارف رضا ص ۲۰۱)

آپ نہایت حسین وجمیل شخصیت کے مالک تھے سرخ وسفید چہرہ اس پر سفید ریش اور آپ کا قد بالا ہزاروں لاکھوں کے مجمع میں پہچان لیا جاتا تھا۔

ادیب شہیر حضرت شمس بریلوی

حجۃ الاسلام حضرت مولانا شاہ حامد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا چہرہ مبارک نور

مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم کے جلووں سے ایسا روشن تھا کہ بس دیکھنے والے کا یہی دل کرتا کہ وہ حضرت کے شمع کی طرح روشن چہرہ کو دیکھتا ہی رہے۔ اور آپ کی یہ زندہ کرامت تھی کہ کئی بڑے بڑے ہندو کا یست ۱۹۴۳ء میں اجمیر شریف میں حضرت خواجہ غریب نواز کے عرس شریف کے موقع پر صرف آپ کا شمع کی طرح روشن چہرہ دیکھ کر ہی حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ وہ یہ کہتے تھے کہ یہ روشن چہرہ بتاتا ہے کہ یہ حق و صداقت اور روحانیت کی تصویر ہیں۔

علامہ نور احمد قادری ایم اے فارسی۔ تاریخ اسلام انٹرنیشنل اپلیشیز
ایم۔ او۔ ایل۔ ایل۔ ایل۔ بی۔ ایچ۔ پی۔ ایچ۔ یو۔ ایم۔ کے۔ ایل
ای۔ اے۔ یو۔ کے۔ آنرز
(اعلیحضرت امام احمد رضا خاں بریلوی۔ ص، مطبوعہ کراچی)

لاہور کا فیصلہ کن مناظرہ ۱۳۵۲ھ ۱۹۳۴ء

مذاہب الاسلام کے حوالے سے فرقہ وہابیہ کے بعض عقائد میں آپنے یہ عقیدہ "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کی کیا خصوصیت ہے ایسا علم تو زید و عمرو، بلکہ ہر صبی و مجنوں بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے۔" بلفظہٖ۔ حفظ الایمان مؤلفہ مولوی اشرف علی تھانوی مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۲۹ھ ص ۷) بھی ملاحظہ فرمایا۔ اور یہی عقیدہ لاہور کے فیصلہ کن مناظرہ کا موضوع قرار پایا۔ اس مناظرہ میں اہلسنت کی جانب سے دیوبندیوں کے حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی کے مقابلہ میں حضرت حجۃ الاسلام مولانا شاہ محمد حامد رضا خاں علامہ بریلوی مناظر منتخب ہوئے۔

اہلسنت کا یہ فیصلہ نہایت مناسب تھا کہ مولوی اشرف علی تھانوی اپنے رسالہ حفظ الایمان میں اس عقیدہ کے لکھنے والے تھیدحیات ہیں۔ وہ اس مناظرہ میں خود آ کر اپنی مندرجہ بالا عبارت کو اسلامی اور اس عبارت کی روشنی میں اپنے آپ کو مسلمان ثابت کریں۔ اور یہ بھی طے پایا کہ وہ اگر خود نہ آسکیں تو کسی کو اپنا وکیل بنا کر بھیج دیں جس کی فتح و شکست تھانوی

صاحب کی فتح و شکست ہو۔ مخالفین نے یہ وعدہ بھی کر لیا کہ اگر مناظرہ میں مولانا تھانوی نہ آسکے تو ان کا وکیل ضرور آئے گا۔ مگر وہی ہوا جو اس سے پہلے ۱۳۲۹ھ میں ہوا۔ جس کی تفصیل آپ امام احمد رضا کے کتوب بنام مولوی اشرف علی تھانوی میں پڑھ چکے ہیں۔

مناظرہ میں علماء و مشائخ اہلسنت کا ہجوم

چشم فلک شاہد ہے کہ مسجد وزیر خاں لاہور کا وسیع و عریض صحن حق و باطل کا فیصلہ کن مناظرہ دیکھنے کیلئے ہزاروں فرزندانِ توحید و رسالت سے بھرا ہوا تھا۔ عوام کا بے پناہ ہجوم پھر اس میں مشائخ اہلسنت، حضرت حجۃ الاسلام علامہ بریلوی، شیخ طریقت مولانا شاہ علی حسین کچھوچھوی، حضرت صدر الافاضل مراد آبادی، حضرت پیر صدر الدین سجادہ نشین حضرت موسےٰ پاک شہید ملتانی، حضرت فقیہ اعظم کوٹلوی، مولانا شاہ محمد صاحب سیالکوٹی وغیرہم کی تشریف آوری بڑی ایمان پرور تھی۔ ہر شخص مناظرہ کا منتظر تھا۔ وقت آیا اور گیا مگر مولانا تھانوی آئے اور نہ ان کے وکیل۔ اور ملتِ اسلامیہ کا وہ ناسور (گستاخانہ عبارت) جو ہنوز اہل حق کے سینوں کو چھلنی کر رہا ہے، ہمیشہ کے لئے باقی رہ گیا۔ ہاں! یہ حقیقت کھل کر سامنے آگئی کہ حق کے سامنے باطل ہمیشہ مغلوب و محجوب رہا ہے۔ اور یہی ہوا کہ حضرت حجۃ الاسلام اس مناظرہ میں بھی فاتح و غالب رہے۔ اور مولوی اشرف علی تھانوی اور اُن کے ہم عقیدہ، مفتوح و مغلوب۔ (تلخیص ہفتہ وار رضائے مصطفےٰ گوجرانوالہ حجۃ الاسلام نمبر ۹، ۱۳۷۰ھ ص ۳)

اہلسنت کی اس عظیم الشان کامیابی پر مرکزی انجمن حزب الاحناف لاہور کی جانب سے حضرت حجۃ الاسلام کے اعزاز میں ایک شاندار جلسہ کا انعقاد کیا گیا۔ اہل پنجاب نے اپنی آنکھوں سے امام احمد رضا کا یہ ارشاد "حامد منی انا من حامد" حامد مجھ سے ہے میں حامد سے ہوں" کا نظارہ حامد رضا کی صورت میں بلا حجاب کیا۔ لوگوں نے حضرت حجۃ الاسلام کی خدمت میں نذریں عقیدت و محبت کی پیش کیں۔ شعراء نے ہدیۂ منظوم سے اپنے جذبات کا اظہار کیا عوام نے دل کھول کر نعرۂ تکبیر، نعرۂ رسالت سے آپ کا خیر مقدم کیا۔ منظوم تہنیت

نام میں الحاج سید ایوب علی صاحب رضوی بریلوی کے مندرجہ ذیل اشعار ہنوز زبان زد عوام ہیں۔ ملاحظہ ہوں۔

لاہور میں دولہا بنا حامد رضا حامد رضا

ہم سنیوں کے پیشوا حامد رضا حامد رضا — کیا نام ہے پیارا ترا حامد رضا حامد رضا

اعدا پہ ہے تیر قضا حامد رضا حامد رضا — احباب کی ہے تو بقا حامد رضا حامد رضا

چشم و چراغ اصفیا شمع جمال اتقیا — ممتاز خاصانِ خدا حامد رضا حامد رضا

گھر گھر ترا افسانہ ہے ہر دل ترا دیوانہ ہے — اے جانِ عبد المصطفٰے حامد رضا حامد رضا

صورت ہے نورانی تری سیرت ہے لاثانی تری — طینت ہے تیری مرحبا حامد رضا حامد رضا

بنگال تیرا مجرائی مشتاق تیرا بمبئی — پنجاب پروانہ ترا حامد رضا حامد رضا

ہندوستاں میں دھوم ہے کس بات کی معلوم ہے — لاہور میں دولہا بنا حامد رضا حامد رضا

مجھے تجھ کیا او کیا ہوا ارمان مٹیں رہ گیا — تیرے ہی سر سہرا رہا حامد رضا حامد رضا

جلتے رہیں گے حاسدیں تیرے ہمیشہ بالیقیں — پھولے پھلے گا تو سدا حامد رضا حامد رضا

ایوب قصہ مختصر آیا نہ کوئی وقت پر

تیرے مقابل منچلا حامد رضا حامد رضا

---

[1] مراد اعلیحضرت قدس سرہ

[2] یہ اس فیصلہ کن مناظرہ کیطرف اشارہ ہے جو مسجد وزیر خاں لاہور میں منعقد ہوا تھا۔ جس میں شہزادۂ اعلیحضرت حجۃ الاسلام بریلوی (علیہ الرحمہ) اور دیگر اکابر علماء و مشائخ اہل سنت تشریف لائے لیکن مخالفین میں سے کسی کو بھی آپکے سامنے آنے کی جرأت نہ ہو سکی۔

"مرادین پارۂ ناں نہیں"

شخصیتیں اپنے معاملات سے پہچانی جاتی ہیں۔ خصوصًا ایسے حالات میں کہ ضرورت درپیش ہو۔ جلب منفعت کے لئے ماحول بھی سازگار ہو۔ پھر اپنے دامن کو حرص و ہوس کے نہ صرف کانٹوں بلکہ پھولوں سے بھی جھٹک دیا جائے۔ ایک باعمل عالم حق گو مصلح اور خود آشنا و خدا آشنا شیخ کے علاوہ کون کر سکتا ہے۔

حضرت حجۃ الاسلام کا حلقۂ ارادت ہندوستان میں خاصا وسیع تھا۔ آپکے گیسوئے محبت کے اسیر امیر و غریب، علماء و مشائخ ارباب دولت و ریاست سبھی لوگ تھے۔ مگر آپ کی زندگی میں حرص و ہوس، جلب منفعت کا دور دور تک نام و نشان نظر نہیں آتا ہاں اپنی زندگی کے ہر نشیب و فراز میں اپنے والد ذیشان امام احمد رضا کی روش ہر وقت پیش نظر رکھتے۔ آپ کی مندرجہ ذیل تحریر اس حقیقت کی کتنی شاندار عکاس ہے ملاحظہ فرمائیے۔ اپنے ایک مکتوب میں لکھتے ہیں۔

> عزیزم مولوی امانت رسول سلمہٗ کا خط دیکھا۔ مولے تعالے انھیں دونوں جہان کی نعمت و دولت سے سرفراز کرے۔ ان کی ہمدردی کا شکریہ۔ دل سے دعائے خیر کے سوا کیا ہو سکتا ہے مگر فقیر کوئی زبردست دنیادار عبد الدرہم عبد الدینار فقیر نہیں۔ اعلیحضرت قبلہ کی روش میرے لئے بہترین اسوہ ہے۔ میں نے ناظم نلگنڈہ عزیز محترم منشی شیخ محمد حسین صاحب مرحوم کی تحریک پر جب بارہ سو روپے ماہوار کی جگہ پر نظر نہ کی تو اب چھ سو روپے کی ملازمت کر کے کیا دنیا طلبی کروں گا۔ نواب رامپور نے پچاس ہزار روپے خانقاہ شریف کے نام سے دینے کا لالچ دیا اور بار بار ان کے خطوط بنام فقیر آئے مگر الحمد للمولے تعالے کہ فقیر نے اصلا توجہ نہ کی۔ مولی تعالے دین حق کا خادم رکھے اور اس کی سچی خدمتوں کی توفیق رفیق

فرمائے اور خلوصِ نیت و اخلاصِ عمل کے ساتھ خالصاً لوجہ اللہ خدمتِ دین نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم پر چلائے اسی پر مارے اور اسی پر محشور فرمائے آمین۔ میں جب کبھی حیدر آباد گیا ان سے ملوں گا انہیں مطلع کر دوں گا یہ میرا کام نہیں کہ میں اپنی مبالغہ آمیز تعریفوں کے اشتہار چھپوا کر وہاں بھیجوں اور دنیا سازی سے طلب دنیا کا جال بچھاؤں۔ جب جاؤں گا اپنے کسی عزیز کے یہاں قیام کروں گا۔ جس سے میرا روحانی یا خون کا رشتہ ہو گا۔ بڑے بڑے رؤسا سے میرا کوئی علاقہ و واسطہ نہیں [عہ]۔ رہی دین کی خدمت وہ جس طرح میرا رب مجھ سے لے میں اس کیلئے ہر وقت حاضر ہوں۔ والدعاء

فقیر محمد حامد رضا خان غفرلہٗ

خادم سجادہ و گدائے آستانہ رضویہ بریلی

دوم شعبان الخیر ۱۳۵۲ھ روز دوشنبہ [1]

"اُن کے صاحبزادے حضرت مولانا حامد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ جن سے مجھ کو چند دن فیض حاصل کرنے کا موقع ملا۔ بڑے حسین و جمیل بڑے عالم بے انتہا خوش اخلاق تھے۔ ان کی خدمت میں بھی نظام حیدر آباد نے دار الافتاء کی نظامت کی درخواست کی اور اس سلسلے میں کافی دولت کا لالچ دیا۔ تو آپ نے فرمایا کہ میں جس دروازہ خدائے کریم کا حقیر ہوں میرے لئے وہی کافی ہے۔" [2]

عہ یہ استغنا کا وہ مقام ہے جو اللہ تعالٰی اپنے خاص بندوں میں سے کسی کسی کو عطا فرماتا ہے

نہ تخت و تاج میں نے لشکر و سپاہ میں ہے
جو بات مردِ قلندر کی بارگاہ میں ہے

[1] وجاہت رسول قادری ابن مولوی حاجی وزارت رسول حامدی کے نام مکتوب کی موصولہ فوٹو کاپی

[2] منور حسین سیف الاسلام مولانا : نعوتیت ص ۶۹

ملتِ بیضا کیلئے خون کا نذرانہ

تاریخ کے اوراق شاہد ہیں ۸ر نومبر ۱۹۳۵ء/۱۳۵۴ھ یوم مسجد شہید گنج کے سلسلے میں بعد نمازِ جمعہ شاہی مسجد لاہور سے ایک لاکھ فرزندانِ توحید و رسالت ایک میل لمبا اسلحہ بند جلوس پولیس کے پہرہ میں روانہ ہوا۔ اس تاریخی اجتماع میں حضرت امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ، مولانا شوکت علی نواب محمد اسمٰعیل خاں مولانا اغلام محمد بیک نیرنگ ایم ایل اے، مولانا مظہر الدین مدیر الایمان دہلی، مولانا عبد القدیر بدایونی مخدوم پیر صدر الدین گیلانی کے علاوہ حضرت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں بریلوی شریک تھے۔ (محمد صادق قصوری، انوار امیر ملت ص ۹۳ - ۹۶)

جب جلوس دہلی دروازہ لاہور سے گذر رہا تھا کسی ہندو نے ایک پتھر پھینکا جو حضرت حجۃ الاسلام کی پیشانی پر لگا اور خون بہنے لگا حضرت سید ابو البرکات نے اپنے رومال سے چھپا دیا تاکہ مسلمان مشتعل نہ ہوں (سیدی ابو البرکات ص ۳۵)

شجرۂ نسب

حضرت حجۃ الاسلام کی شادی حاجی وارث علی خاں (جن کا عقد حضرت مولانا نقی علی خاں کی بڑی صاحبزادی، امام احمد رضا کی بڑی بہن حجاب بیگم سے ہوا ہے) کی صاحبزادی کنیز عائشہ سے ہوئی۔ آپ وہ محترم خوش نصیب خاتون ہیں جن سے حضرت حجۃ الاسلام کا نام ونسب چلا۔ تادم تحریر آپ کا شجرۂ نسب مندرجہ ذیل ہے۔

امام احمد رضا خاں

مفتی اعظم مولانا مصطفےٰ رضا خاں	حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں	پانچ صاحبزادیاں

انوار رضا خاں[۱]	چھ صاحبزادیاں

چار صاحبزادیاں	ابراہیم رضا خاں عرف جیلانی میاں	حماد رضا خاں عرف[۲] نعمانی میاں

ریحان رضا خاں	تنویر رضا خاں[۳]	اختر رضا خاں[۴]	قمر رضا خاں	منان رضا خاں	تین صاحبزادیاں

یزدانی میاں	رضوانی میاں	نورانی میاں	تین صاحبزادیاں

عسجد رضا خاں	پانچ صاحبزادیاں

سبحان رضا خاں[۵]	عثمان رضا خاں	توقیر رضا خاں	توصیف رضا خاں	تسلیم رضا خاں	دو صاحبزادیاں

---

[۱] دو سال کی عمر میں انتقال ہو گیا [۲] جن کا خاندان پاکستان میں ہے [۳] مفقود الخبر
[۴] موجودہ سجادہ نشین ومتولی خانقاہ رضویہ بریلی شریف
[۵] مولانا ظفر الدین: حیات اعلیٰحضرت ص ۱۰

نبیرۂ اکبر کی ولادت باسعادت

دس ربیع الآخر ۱۳۲۵ھ کا دن نہ صرف خانوادۂ امام احمد رضا بلکہ تمام متوسلین کے لئے بڑا یادگار دن تھا۔ جس میں نبیرۂ اکبر امام احمد رضا وصاحبزادۂ اکبر حجۃ الاسلام مولانا محمد ابراہیم رضا خاں جیلانی میاں کی ولادت باسعادت ہوئی۔ اس جشن مسرت میں امام احمد رضا بنفس نفیس شریک تھے۔ منظر اسلام کے طلبہ کے لئے ان کی خواہش کے مطابق خصوصی دعوت کا اہتمام کیا گیا۔

اس جشن مسرت میں شریک مولانا ظفر الدین فاضل بہاری رقمطراز ہیں

"حضرت حجۃ الاسلام مولانا شاہ محمد حامد رضا خانصاحب کے برابر لڑکیاں ہی پیدا ہوتیں اس لئے سب لوگوں کی دلی تمنا تھی کہ کوئی لڑکا پیدا ہوتا تاکہ اس کے ذریعے اعلیٰ حضرت کے حسب ونسب وفضل وکمال کا سلسلہ جاری رہتا۔ خداوند عالم کی شان کہ ۱۳۲۵ھ میں مولوی محمد ابراہیم رضا خانصاحب قبلہ کی ولادت ہوئی۔ نہ صرف والدین اور اعلیٰحضرت بلکہ جملہ متوسلین کو از حد خوشی ہوئی۔ اس خوشی میں منجملہ اور باتوں کے اعلیٰحضرت نے جملہ طلبائے مدرسہ اہلسنت وجماعت منظر اسلام کی ان کی خواہش کے مطابق دعوت فرمائی۔ بنگالی طلباء سے فرمایا آپ لوگ کیا کھانا چاہتے ہیں؟ انھوں نے کہا "مچھلی بھات" چنانچہ روہو مچھلی بہت وافر طریقے پر منگائی گئی۔ اور ان لوگوں کی حسب خواہش دعوت ہوئی۔ بہاری طلباء سے فرمایا آپ لوگوں کی کیا خواہش ہے؟ ہم لوگوں نے کہا "بریانی زردہ فیرنی کباب میٹھا ٹکڑا وغیرہ" بہاریوں کے لئے پرتکلف کھانا تیار کرایا گیا۔ پنجاب اور ولایتی طلبا کی خواہش ہوئی "دنبہ کا خوب چرب گوشت اور تنور کی پکی گرم گرم روٹیاں" غرض ان لوگوں کے لئے وافر طور پر اسی کا انتظام ہوا۔ اس وقت خاص عزیزوں مریدوں کے لئے جوڑا بھی تیار کیا گیا تھا۔ نہایت ہی مسرت سے لکھتا ہوں کہ میں بھی انھیں خاص لوگوں سے ہوں جن کے لئے جوڑا بھی تیار کرایا گیا تھا۔" (مولانا ظفر الدین، حیات اعلیٰحضرت ص ۴۸-۴۹)

استاذ زمن حضرت مولانا حسن رضا خاں حسن بریلوی اس جشن مسرت میں شریک تھے اس

موقعہ پر آپ نے بڑے یادگار اشعار کہے۔ ان میں یہ مصرعہ "علم و عمر اقبال و طالع دے خدا" تو اتنا برجستہ تھا کہ تاریخ ولادت ۱۳۲۵ھ قرار پایا۔

حضرت جیلانی میاں کو یہ طرۂ امتیاز بھی حاصل رہا کہ امام احمد رضا نے خاندان اور بریلی کے معززین کی موجودگی میں ۱۴ر شعبان المعظم بروز چہارشنبہ ۱۳۲۹ھ کو آپ کی بسم اللہ خوانی کرائی" بیعت لی اور خلافت و اجازت سے سرفراز فرمایا۔ (مفتی عبد الواجد قادری، حیات مفسر اعظم ہند ص ۱۲)

صرف یہی نہیں بلکہ یہ فرما کر "میرا پوتا میری زبان ہوگا" جیلانی میاں کے جذبۂ احقاق حق وابطال باطل کی عظیم بشارت بھی دیدی۔ اور دین و ملت کی خدمات سے بھرپور شاندار مستقبل کی نشاندہی فرمادی۔

علماء و مشائخ نے اس بشارت کا مظاہرہ منظر اسلام کے درجات۔ حدیث و تفسیر ہندوستان کے طول و عرض میں آپکی تقاریر اور مسلک اہلسنت و جماعت کی ہندوستان گیر خدمت و اشاعت میں بچشم خود ملاحظہ فرمایا۔ آپ کی ذات "لسان رضا" کی بشارت کا مصداق ٹھہری اور مفسر اعظم کا لقب تو اتنا مشہور ہوا کہ علَم قرار پایا۔

آپ کی ذات یوں بھی نجیب الطرفین ٹھہری کہ امام احمد رضا نے اپنی پوتی (مفتی اعظم کی بڑی صاحبزادی) اور اپنے پوتے جیلانی میاں (حجۃ الاسلام کے بڑے صاحبزادے) کو اپنی گود میں بٹھا کر اپنے دونوں صاحبزادوں کی موجودگی میں فرمایا۔ میں تم دونوں کا وکیل ہوں اور اپنی وکالت میں ان دونوں کا نکاح کرتا ہوں۔ (راقم الحروف سے بزرگوں کی روایات)

امام احمد رضا کے ہاتھوں کا لگایا ہوا یہ حسب و نسب کا وہ پودا ہے جو ریحان رضا کی صورت بڑھا اور سبحان رضا کی صورت حامدی باغ میں لہلہا رہا ہے۔ اور "حامد منی انا من حامد" کی بشارت کا ظہور ہو رہا ہے۔

حضرت مفسر اعظم ہند جیلانی میاں کی زندگی کے یہ تین بڑے روشن نقوش تھے ——

(۱) منظر اسلام ان کے آباؤ اجداد کا شجر سدابہار تھا۔ اس کی آبیاری اور گل و غنچہ و جڑ و پتی و شاخ کے سنوارنے میں زندگی بھر مصروف رہے۔ اس راہ میں بڑے صبر آزما مصائب سے آپکو گذرنا پڑا

تا آں کہ مدرسین کی بروقت تنخواہ کے لئے گھر کے زیورات تک رہن رکھ دیئے جاتے۔ یہ تھا وہ ایثار جس نے دارالعلوم منظر اسلام کو منظر اسلام بنائے رکھا۔ حضرت مفتی سید محمد افضل حسین صاحب (جو اس دور میں منظر اسلام کی خدمت تدریس سے وابستہ رہے) نے صحیح ارشاد فرمایا کہ ایسا نازالا مہتمم میری نگاہوں نے نہیں دیکھا۔"

اگر صرف مکتب کی کرامت ہوتی تو ختم ہو جاتی مگر یہاں فیضان نظر بھی تھا جو ہر دور میں اپنا کام کرتا رہا۔ اغیار، حساد کی کارفرمائیاں، اپنوں کی چشم پوشیاں اور لیل و نہار کی تبدیلیاں آپ کے آڑے نہ آسکیں۔ آپکا کاروان علم و عمل شاہراہ رضا پر رواں دواں رہا۔

(۲) درس و تدریس میں انہماک کا یہ عالم تھا کہ مسلم شریف و شفا شریف پڑھاتے ہوئے ان کی شروح پیش نظر ہوتیں۔ اور ایسا معلوم ہوتا کہ صاحب مسلم، امام مسلم بن الحجاج قشیری اور صاحب شفا قاضی عیاض کی روحانیت جلوہ گر ہے۔ کبھی کبھی تو ایسا ہوتا کہ الفاظ سے گذر کر معانی میں پہنچ جاتے اور قال کو چھوڑ کر سراپا حال ہو جاتے۔ اپنے اسلاف کرام کیطرح برکۃ المصطفٰے فی الہند شیخ محقق محدث دہلوی سے خاصا شغف رکھتے۔ معتقدات میں ان کی تصانیف ازبر ہوتیں۔ مسلک کے اثبات میں دلائل کے انبار لگا دیتے۔ ان کی عبارتیں جھوم جھوم کر پڑھتے یہاں تک کہ ان کے مزار سے بھی استفادہ کرتے۔ (مفتی عبد الواجد قادری، حیات مفسر اعظم ہند ص ۱۴)

(۳) مسلک اہلسنت کی اشاعت میں مسلسل کوشش فرماتے۔ خود ہندوستان گیر دورہ فرماتے اپنے تلامذہ و مریدین کو دور دراز مقامات میں روانہ کرتے۔ صوبہ بہار (جو حامدی صوبہ ہے) کے شہروں اور گاؤں میں تشریف لے جاتے۔ نیپال کے اتار چڑھاؤ میں بھی آپکا سفر وسیلۂ ظفر جاری رہتا۔ آپ جہاں بھی جاتے رضا کی زبان ہوتے، حق آپ کا ہمرکاب اور باطل سرنگوں اور خراب ہوتا۔

کچھوچھہ اور بریلی

اہلسنت کا شاندار ماضی شاہد ہے کہ شیخ المشائخ حضرت سید علی حسین کچھوچھوی اور امام احمد رضا فاضل بریلوی جہاں بھی ملتے ایکدوسرے کے لئے قیام فرماتے، دست بوسی

بلکہ قدم بوسی میں سبقت کرتے ۔ احترام بین الاکابر کا حسین منظر سامنے ہوتا [1] یہی منظر اس دور میں بھی محدث اعظم ہند کچھوچھوی اور مفتی اعظم ہند بریلوی کی ملاقات میں دیکھا جاتا ۔ جیسے ہی ایکدوسرے کا سامنا ہوتا بے تحاشا آپس میں لپٹ جاتے دست بوسی میں سبقت کرتے بلکہ قدم بوسی کے لئے تیزی سے سعی فرماتے ۔

نیپال کا سفر

مفتی اعظم ہند بریلی شریف سے نیپال کیلئے براستہ مظفر پور روانہ ہوئے ۔ لکھنؤ سے واپ کے درجہ اول میں تشریف فرما ہو کر مفتی عبدالواجد سے فرمایا ۔ " غالباً محدث اعظم ہند اسی گاڑی سے کہیں جارہے ہیں انھیں دیکھا جائے اور اسی کلاس میں انھیں لایا جائے ۔ مفتی عبدالواجد نے مختلف ڈبوں میں تلاش کرتے ہوئے محدث اعظم ہند کی خدمت میں حاضری کی سعادت حاصل کی اور جیلانی میاں کا معروضہ پیش کیا کہ وہ آپ کو مع سامان اپنے ڈبے میں بلا رہے ہیں ۔ محدث اعظم نے فرمایا چلو میں وہیں آتا ہوں ۔ چنانچہ تھوڑی ہی دیر میں سید والا جیلانی میاں کے ڈبے میں ابھی دروازہ ہی تک پہونچے تھے کہ جیلانی میاں نے قیام تعظیمی فرمایا ۔ دونوں حضرات نے ڈبہ ہی میں ایک دوسرے کی دست بوسی میں سبقت کی ۔ محدث اعظم اس سبقت میں بازی لے گئے اور پہلے جیلانی میاں کے ہاتھ چومے اور پھر جیلانی میاں نے یہ سعادت حاصل کی ۔ یہی نہیں بلکہ قدم بوسی کے لئے ایک دوسرے کے آگے جھکے ۔ پھر معانقہ فرمایا ۔ [2]

نسبت کا احترام

مندرجہ بالا سطور کا ایک ایک لفظ نسبت کے احترام کا ایک ایک گوشہ مستور اجاگر کر رہا ہے ۔ اب اسی دور خود بینی و خود آگہی میں یہ بھی پڑھتے چلئے کہ ضلع سرلاہی نیپال میں محدث اعظم

[1] مولانا شاہ محمد عارف اللہ قادری ، مولانا قدس جلیاں کی راقم الحروف سے روایت

[2] راقم الحروف سے محبی مفتی عبدالواجد قادری کی رپورٹ جو ہالینڈ ۱۹۸۶ء میں قلمبند کرلی گئی ۔

ہند کچھوچھوی تشریف فرما ہیں ، ارادتمندوں کا ہجوم ہے لوگ مرید ہونے کے لئے آرہے ہیں مگر آپ اپنے ارادتمندوں کو مفتی اعظم ہند جیلانی میاں بریلوی کی خدمت میں مرید ہونے کیلئے بھیج رہے ہیں ۔ یہ تھا اپنے استاذ گرامی امام احمد رضا کی نسبت کا احترام ۔ غالب نے جانے کن اداؤں کو بلائے جان قرار دیا ۔ مگر یہاں تو احساس شعری کا یہ عالم ہے ؎

حیاتِ جاں تھی خوشتر ان کی ہر بات
عبارت کیا اشارت کیا ادا کیا (غالب)

دارالعلوم منظر اسلام — ماہنامہ اعلیحضرت بریلی
اپنے پس منظر میں

نشر و اشاعت اور مذہب حق اہلسنت وجماعت کی خدمت کے لئے جماعت رضائے مصطفےٰ بریلی کا کارنامہ ہماری تاریخ کا عظیم حصہ ہے ۔ بایں ہمہ ہر دور میں مسلک امام احمد رضا اہلسنت کی آواز گھر گھر پہنچانے کے لئے بریلی شریف سے ایک ماہنامے کی ضرورت مسلم رہی ہے ۔ ہمارے اکابرین خصوصاً حجۃ الاسلام مولانا شاہ محمد حامد رضا خاں علامہ بریلوی کی سرپرستی اور ابوالمعانی مفتی ابرار حسن صدیقی کی ادارت میں ماہنامہ یادگار رضا کا بریلی سے اجرا ہوا ۔ مولانا ابوالفرح محمد علی حامدی [1] نائب مدیر مقرر ہوئے ۔ اس رسالے کا اہتمام حضرت جیلانی میاں کے سپرد ہوا ۔ یہ ماہنامہ کبھی

[1] مولانا محمد علی قادری ساکن قصبہ آنولہ ، حضرت مولانا حامد رضا خاں بریلوی کے خاص شاگرد اور تربیت یافتہ تھے ۔ ان کا بیان ہے کہ جب میں حفظ قرآن اور ابتدائی اردو فارسی کتابوں سے فارغ ہوا تو میرے والد مرحوم نے بریلی شریف کے مدرسے میں بھیجنے کا ارادہ کیا ۔ حضرت فاضل بریلوی کا آخری زمانۂ حیات تھا ۔ جب والد صاحب بریلی پہنچے تو براہ راست اعلیحضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے ۔ انھوں نے نہایت شفقت و محبت کا اظہار فرمایا اور میرا نام پوچھا ۔ میں نے عرض کیا محمد علی نام سنکر بہت دعائیں دیں اور حضرت مولانا حامد رضا خاں کو بلایا اور ان کے سپرد کیا کہ یہ تمہارے ایڈیٹر مولانا محمد علی ہیں ان کی تعلیم و تربیت کرو ۔ مولانا محمد علی فرمایا کرتے تھے کہ حضرت مولانا حامد رضا خاں کی نہایت درجہ شفقت و محبت میرے حال پر رہی ۔ ان کی حسن تعلیم و تربیت کا فیض ہے

(باقی حاشیہ صفحہ آئندہ پر)

تھا اور اخلاقی بھی، تمدنی بھی تھا اور تاریخی بھی، علمی بھی تھا اور ادبی بھی۔ اس کے مضامین گواہ ہیں کہ اس نے اپنے دور کے ہر چیلنج کا مقابلہ کیا۔ اور مقدس مذہب اسلام کا ہر حملے اور فتنے سے دفاع کیا۔ وقت کب کسی کا ساتھ دیتا ہے گذرتا چلا گیا۔ حجۃ الاسلام کا وصال ہو گیا اور یادگار رضا بھی ماضی کی یادگار بن کر رہ گیا۔ مگر بزرگوں کا فیضان حق ہے۔ ایک بار پھر حضرت حجۃ الاسلام کے عرس چہلم کی تقریب میں جمعیۃ حامدیہ کی تشکیل کا اعلان کر دیا گیا اس کے اغراض و مقاصد میں دار العلوم منظر اسلام۔ مرکزی جامع رضائے مصطفیٰ؛ بریلی کی بقا اور تحفظ کی سعی کا اعادہ کیا گیا حجۃ الاسلام کے سوانح سے متعلق ان کی پاک زندگی کے نمایاں واقعات و حالات کو اسلامی دنیا میں عام کرنے کا اعلان کر دیا گیا صرف یہی نہیں بلکہ ایک ماہوار رسالہ " الحامد " کے اجرا کا فیصلہ بھی کیا گیا۔ یہ سب کچھ ہماری مجلسوں اور خانقاہوں میں گفتگو کی حد تک ہوتا رہا۔ پھر لوگ ۱۹۴۳ء سے ۱۹۴۷ء تک گردش ایام کا شکار رہے۔ اور جمعیۃ حامدیہ کا سارا منصوبہ ہندوستان کے سیاسی ہنگامے کی نذر ہو گیا۔ ملک تقسیم ہوا اور لوگ بھی لاکھوں کی تعداد میں ادھر ادھر تقسیم کر دیئے گئے۔ تا آں کہ " کیوں رضا آج گلی سونی ہے ، اٹھ مرے دھوم مچانے والے " کی دھوم بریلی میں ایک بار پھر مچی۔ اور امام احمد رضا کا خود پوتا (مولانا محمد ابراہیم رضا خاں جیلانی میاں) دھوم مچاتا ہوا نظر آیا۔ دار العلوم منظر اسلام کی تدریسی دنیا میں بہار آ گئی۔ مسجد رضوی رکوع و سجود سے آباد تھی خانقاہ قادریہ رضویہ میں قادری رضوی فیضان کی ہر طرف چہل پہل دوڑ گئی۔

بایں ہمہ ماہنامہ یادگار رضا بریلی کا ماضی ہنوز آواز دے رہا تھا۔ دنیائے اہلسنت کا تحریکی اشاعتی میدان خالی تھا۔ برکوچک کی تقسیم نے فکر و نظر اور علم و عمل کی دنیا میں تہلکہ مچا رکھا تھا کہ اس عالم یاس و ملال میں اک صاحب کمال و جمال مولانا محمد ابراہیم رضا خاں جیلانی میاں امام احمد رضا ہی کا پوتا اٹھا اور اس نے مسلک اہلسنت کی اشاعت و حمایت کیلئے اعلیٰحضرت ہی کے نام سے

(صفحہ گزشتہ کا باقی حاشیہ)

کر میں بریلی سے فارغ التحصیل ہوا جب رسالہ یادگار رضا کا اجرا ہوا تو مجھے اڈیٹر مقرر کیا گیا۔ اس موقعہ پر حضرت مولانا حامد رضا خاں صاحب نے فرمایا کہ ان کو تو خود اعلیٰحضرت اڈیٹر فرما گئے ہیں۔

(پروفیسر ڈاکٹر محمد ایوب قادری معارف رضا کراچی ص ۱۱۲۔ ۱۹۸۲ء ۱۴۰۲ھ)

ایک ماہنامہ جمادی الثانی ۱۳۸۰ھ دسمبر ۱۹۶۰ء کو طلوع قمر کے عنوان سے مرکز اہلسنت بریلی سے جاری کر دیا۔ اس کے پہلے مدیر عبد المجید رضوی اور منیجر حافظ انعام اللہ تسنیم قرار پائے۔ ماہنامہ اعلیٰحضرت کا پہلا شمارہ عرض حال کر رہا ہے۔

" عرصہ سے ایک ماہنامہ رسالے کی ضرورت محسوس کی جا رہی تھی، اہلسنت کے پاس نہ رسائل ہیں نہ اخبارات۔ خصوصاً ہندوستان میں اس کا نتیجہ ظاہر ہے کہ ہر طرف باطل کی سیاہ کالی گھٹائیں چھاتی چلی جا رہی ہیں اور اس کا کوئی مداوا نہیں ہو رہا اس سلسلے میں کرنے کی ضروری چیز روزانہ اخبار، ماہنامہ رسائل اور مدارس اہل سنت کی بڑے پیمانہ پر امداد ہے۔ اس سے بھی زیادہ باہمی تعاون، اعتماد اور کام کرنے والوں کی حوصلہ افزائی۔ مگر جو ہو رہا ہے اور انداز یہ ہے کہ ہوتا رہے گا۔ وہ ہے جمود، تعطل، بے حسی، افراتفری، مخلصوں و محنت کشوں اور کارکنوں کو تنگ کرنا، ان پر بیجا نکتہ چینیاں، گروپ بندیاں اور اس ٹائپ کی اور بہت کچھ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اس ضرورت کے پیش نظر یہ رسالہ شائع ہو رہا ہے۔ خدا کرے اس کی اشاعت میں کوئی رکاوٹ نہ پڑے اس عزم پر شائع کیا جا رہا ہے بہر حال ضرور شائع ہونا ہے ...... خدا نے چاہا مستقل شائع ہو گا ...... یہ رسالہ ایسا ہی چلے گا جیسا دار العلوم ...... ماہنامہ اعلیٰحضرت انشاء اللہ قرناً ہی ہو گا ساجھی تو ہلال ہی ہے۔ ایک دن آئیگا جب یہ بدر کامل ہو جائیگا اور یہ ہو کر رہے گا۔ " (ص ۲ - ۲۲)

آج کا ماہنامہ اعلیٰحضرت پڑھئے اور جامعہ رضویہ منظر اسلام کو دیکھئے۔ مشاہدہ ہو گا کہ " مومن کامل اللہ کے نور سے دیکھتا ہے " کتنا حق اور سچ ہے۔ مندرجہ بالا سطور میں ایک ولی کامل کی نگاہ حق آگاہ جس حسین مستقبل کو دیکھ رہی تھی وہ آج ہمارے سامنے ماہنامہ اعلیٰحضرت اور دار العلوم منظر اسلام کی صورت میں مسکرا رہا ہے۔

حافظ انعام اللہ صاحب تسنیم بریلوی کی وہ نظم بھی ملاحظہ فرماتے چلئے جو موصوف نے

فارسی زبان میں ماہنامہ "اعلیٰحضرت" کیلئے تحریر فرمائی ہے ؎

چراغ اعلیٰحضرت جلوہ گر شد — چو مہر و ماہ بر چرخ صحافت
تعالی اللہ از "تابانی" او — بود روشن دلِ ہر اہلِ سنّت
بہ کشتِ نجدیت چوں برقِ خاطف — چو بارانِ کرم بر اہلِ سنّت
بہ مدحِ مصطفےٰ رطب اللساں ہست — چہ شیریں ہست کامِ "اعلیٰحضرت"
ثناید چوں بہ بزمِ قدسیاں ہم — زشورِ مرحبا رنگِ مسرت
بہ زیرِ سرپرستی "ابراہیم" — رخِ تاباں نمود ست "اعلیٰحضرت"
براہیم آں مفسر آں محدث — کہ چوں او نیست کس در اہلِ سنّت
خرد افزا ہمہ اقوال او پند — سبق بردہ زِ لقماں او بہ حکمت
عرب ہم پیشوائے خویش خوانند — زہے ایں عز و شانِ اعلیٰحضرت

طفیلِ ساقیِ تسنیم و کوثر
منم تسنیم مستِ اعلیٰحضرت

(ماخوذ ماہنامہ اعلیٰحضرت دسمبر ۱۹۶۰ء)

مفسر اعظم ہند حضرت جیلانی میاں اپنی آنے والی نسلوں اور سنیوں کیلئے علمی عملی، مسلکی، خانقاہی شاہراہ عمل اور طریقۂ کار متعین کر کے ۱۱ صفر المظفر بروز ہفتہ ۱۳۸۵ھ ۱۲ جون ۱۹۶۵ء علی الصباح ۶ بجے اپنے رب کی بارگاہ میں حاضر ہو گئے۔ وصال پر ملال کی خبر سے زیارت اور نماز جنازہ میں شرکت کے لئے پورا شہر ٹوٹ پڑا۔ رات کو ۱۰ بجے غسل دیا گیا۔ دوسرے دن اسلامیہ کالج بریلی کے وسیع میدان میں مولانا مفتی سید محمد افضل حسین شاہ صاحب نے نماز جنازہ پڑھائی اور ۹/۳۰ بجے نبیرۂ امام احمد رضا کو انہیں کے دائیں جانب آرام سے لٹا دیا گیا۔

نبیرۂ اصغر کی ولادت باسعادت

امام احمد رضا فاضل بریلوی کے چھوٹے پوتے اور حجۃ الاسلام کے چھوٹے صاحبزادے حماد رضا خاں نعمانی میاں ۱۳۳۴ھ ۱۹۱۶ء بریلی شریف میں پیدا ہوئے۔ اپنے جد امجد کے زیر سایہ پانچ سال تک پروان چڑھتے رہے۔ امام احمد رضا نے اپنے اس چھوٹے نبیرہ کا مولانا عبد السلام جبلپوری کے نام ایک مکتوب میں اسطرح ذکر فرمایا۔ "چھوٹا نبیرہ بشدت اس میں مبتلا ہوا یہ سب بحمد اللہ یکے بعد دگرے شفایاب ہوئے۔ وللہ الحمد دوم ربیع الاول شریف ۱۹۱۶ء ۱۳۳۴ھ"

(مولانا پیر محمود احمد قادری، مکتوبات امام احمد رضا خاں بریلوی ص ۴۲)

حضرت نعمانی میاں نے اپنے والد ماجد حجۃ الاسلام کا پورا زمانہ پایا۔ سفر و حضر میں استفادہ کرتے رہے۔ آپکی شادی خانہ آبادی سیدہ طاہرہ خاتون بنت سید حسن محلہ ملوکپور بریلی سے ۱۹۳۰ء، ۱۳۵ھ میں ہوئی۔ آپکا وصال پر ملال ۵، ۱۳۷۶ھ ۱۹۵۶ء میں ہوا کراچی میں آپکا مدفن بنا۔ راقم الحروف نے مولانا حماد رضا خاں نعمانی میاں سے عربی کی ابتدائی کتابیں پڑھیں۔ آپکی اولاد ذکور میں ۳ اور اناث میں ۲ شادی شدہ پاکستان میں مقیم ہیں۔

نبیرۂ اکبر حجۃ الاسلام

حضرت حجۃ الاسلام کا بڑا پوتا مفتی اعظم ہند کا بڑا نواسہ مولانا محمد ریحان رضا خاں صاحب سجادہ متولی خانقاہ عالیہ قادریہ رضویہ نوریہ حامدیہ مرکز اہلسنت بریلی محلہ خواجہ قطب میں ۱۸ ذی الحجہ ۱۳۵۲ھ ۱۹۳۴ء کو منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوا۔ اپنی ولادت سے رحلت تک آفتاب تاباں کیطرح چمکتا، ابر باراں کیطرح برستا، سنبل و ریحان کی طرح اپنی خوشبو بکھیرتا مرد میدان کیطرح گرجتا صرف ۵۳ سال کی عمر میں مسجد و مدرسہ خانقاہ اور ملک و ملت کی خدمات نمایاں انجام دیتا ۱۸ رمضان المبارک ۱۴۰۵ھ ۱۹۸۵ء کو اپنے رب کی بارگاہ میں حاضر ہو گیا ؎

زندہ رہے تو دین کی خاطر سمٹی زندگی — اور جان دی تو خدمت اسلام کر گئے

آپ کی سیرت و خدمات پر مشتمل راقم الحروف کا تاریخی مکتوب قطعۂ احساس منظوم نذرِ قارئین ہے۔

مخدومی و عزیزی حضرت مولانا سبحان رضا خاں صاحب سبحانی میاں و برادران ذیشان۔ دودمان امام احمد رضا خان سراپا شکر و امتنان اعزکم مولی المنان ہدیہ سلام مسنون!

"خبرِ اثر" — "وحشت اثر" — موصول ہوئی کہ "آہ آہ کیے جانشین اعلیحضرت" — "تیر قافلۂ اعلیحضرت" — "آہ و داعی خانقاہ عالیہ رضویہ" — "کوکب اسلام حضرت مولانا ریحان" — "حضرت ریحان رضا جیلانی" — "علامۂ روزگار ملجائے خلائق" — "الحاج محمد ریحان رضا" — "شمع شبستان دیوانِ عام" — "بزرگ نہاد سجادہ نشین" "آستانۂ عالیہ" — "مرجع انام سجادہ نشین آستانہ" — "قادریہ رضویہ دائماً ابداً" — "جنت مکان نبیرۂ حجۃ الاسلام" — "ریحان امام احمد رضا" — "ہادی زمانہ نوری رضوی" — "بزم گر قادری رضوی" — "نے انتقال وصال پُر ملال فرمایا" —

ایک عظیم دور۔ فکری، تعلیمی، تعمیری۔ حضرت حجۃ الاسلام سے شروع ہو کر بظاہر حضرت ریحان رضا کے وصال پر ختم ہو گیا۔ امام احمد رضا کے یہ سہ تن خوشتر ازصد تن تھے۔ آپکے فیضان کے یہ تینوں بڑے روشن مینار تھے۔ سلسلۂ عالیہ قادریہ رضویہ حامدیہ کا گل شاداب اپنی ریحان بکھیر گیا، جو کچھ ہونا تھا، وہ ہوا مقدرات کا فیصلہ یہی تھا۔ ہاں صاحب سجادہ کے کاندھوں پر عظیم ذمہ داریاں آگئیں ہیں۔ گریہ کا رونا ہے۔ نہ پہلے رکا ہے نہ اب رکے گا۔ رضا کی رضا شامل حال رہے گی۔ آپ کا ماضی صبر و شکر سے روشن ہے۔ اپنے والد گرامی اور جد سامی کی اعلیٰ روایات اور جد و دامی کی نمایاں خدمات کو پیش نظر رکھیے کار رضا میں پوری ثابت قدمی کے ساتھ قدم آگے بڑھائیے۔ آپ صاحب منزل ہیں اور نشان منزل آپ کے سامنے ہے۔

یہ چند جملے اس نسبت کے پیش نظر لکھ رہا ہوں جو راقم الحروف کو آپکے جد و دکرام سے ہے آپ کے جد گرامی حضرت جیلانی میاں رحمۃ المولیٰ علیہ کے وصال پر ایک تفصیلی عریضہ آپ کے والد مرحوم و مغفور کو ۱۹۶۵ء میں لکھا تھا اور آہ آج آپ کو لکھ رہا ہوں۔ خبر قیامت اثر سنتے ہی آپ کے نام تعزیتی ٹیلیگرام روانہ کیا جا چکا ہے۔ ماریشس، جنوبی افریقہ، برطانیہ میں صف ماتم بچھی ہوئی ہے

ایصال ثواب کا سلسلہ جاری ہے۔ اپنے خطوط سے اس فقیر قادری کو آگہی بخشیں۔ تفصیلات کا منتظر ہوں۔ اس بندہ درا و راس کے اہل خاندان قادری رضوی غلام کی جانب سے اپنے جملہ برادران ہمشیرگان والدہ محترمہ جدّ مخدومہ کی خدمت میں ہدیہ سلام مسنون کے بعد تعزیت پیش کیجئے۔ اپنے جد و دو ذیشان اور بارگاہ ریحان میں سلام پیش کریں۔ فقیر قادری سگ بارگاہ رضوی محمد ابراہیم خوشتر صدیقی

۶ر شوال المکرم ۱۴۰۵ھ/ ۲۵ر جون ۱۹۸۵ء

قطعۂ تاریخی

کون دنیا سے گیا روتے ہیں آہ! ہو منظر اسلام، مسجد، خانقاہ
شکر! یہ مصرعہ ملا "تاریخ" کا ہو "داخل جنت ہوا، ریحاں۔ الٰہ" (۱۴۰۵ھ)

آہ! کیا آئی خبر حضرت ریحاں گئے
مسجد و مدرسہ و خانقاہ و سجادہ
تھا وہ سوداگری کوچہ سے سوداگر کا
جانے والے رہے اپنے تجاہل کا شکار
پھول مرجھائے جسکی شاخ گل کھل نہ سکی
تو نے وہ منظر اسلام کو منظر بخشا
تیرے افکار نے تعمیر کو اک روپ دیا
تیری رحلت کا وہ غم کہ غم عالم ٹھہرا
جا ہے افریقہ و یورپ ہو، کہ ہو بر صغیر
دور بنگالی ہو، یا نسل کی بندی کا ہو دور
گلشن حامد رضا تھا وہ شاداب کہ آہ!
الٰہ اللہ یہ مقدر کہ اب وجد کے حضور
ہو گئی آہ گل آج یقیناً سوئی!

کر کے دنیا میں بڑا دین کا ساماں گئے
ہر جگہ شور ہے ہم سب کے نگہباں گئے
سامنے اس کے بڑھا کر سبھی ارکان گئے
جو تھے انجان تھے اچھی طرح جان گئے
شور ہے باغ رضا کے گل و ریحان گئے
جو بھی اس باغ میں آئے وہ پریشان گئے
تھے انداز حسیں ایسے تھے سب مان گئے
تیری فرقت کا وہ صدمہ کہ دل و جان گئے
تم جہاں پہنچے رضا کا لئے فیضان گئے
تم ہر اک دور میں حق کا لئے فرمان گئے
آ گیا دور خزاں حضرت ریحان گئے
ماہ رمضان میں ریحان رضا خان گئے
کوئی اب اٹھے کہ ریحان رضا خان گئے

بجھ گئی شمع شبستان رضا اے خوشتر
لوگ کہتے ہیں کہ ریحان رضا خان گئے

خوشتر قادری قلم

۱۹ ۶ ۹۱

مولانا ضیاء الدین احمد قادری

۲ ــــــــــ ۵ ــــــــــ ۴

سلسلہ عالیہ قادریہ کے مشہور شیخ حضرت مولانا ضیاء الدین احمد قادری رضوی مدنی کے وصال پر ملال پر ہندو پاک کے مذہبی حلقے میں تاہنوز صف ماتم بچھی ہوئی ہے حضرت موصوف کی سیرت سے متعلق یہ چند سطور ہدیۂ ناظرین ہیں۔

حضرت مولانا ضیاء الدین احمد قادری موضع کلاسوالہ ضلع سیالکوٹ پنجاب متحدہ ہندوستان میں ۱۸۷۹/۱۲۹۶ھ کو پیدا ہوئے۔ آپ کا سال ولادت "یاغفور" ۱۲۹۶ھ سے برآمد ہوتا ہے۔ آپ کے والد کا نام عبد العظیم تھا۔ جدِ امجد سُنّی صحیح العقیدہ قادری بزرگ تھے۔ اس گھرانے کے جدِ اعلیٰ کا نام شیخ قطب الدین قادری تھا آپ کا سلسلۂ نسب حضرت عبد الرحمٰن بن ابو بکر تک پہنچتا ہے۔ اس لئے آپ کا خاندان رحمانی کہلاتا ہے۔ آپ کا عہد طفلی تیرہویں صدی کا اختتام تھا۔ آپ کی ذات الحب فی اللہ والبغض فی اللہ کا مظہر تھی۔ جب کبھی لوگوں کے استفسار پر اپنے والد کا نام بادل ناخواستہ لیتے تو فرما دیتے میرے والد

بدعقیدہ تھے۔ اور بظاہر والد کی بدعقیدگی اُن کے ترک وطن اور بغداد اور مدینہ کی ہجرت کا سبب بنی۔

چودہویں صدی کا ہندوستان برطانوی ہندوستان تھا۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں خانقاہوں، مدارس اور مساجد کی تباہی کے بعد ہندوستان میں تعلیم و تربیت، صحت و خدمت کے نام پر مشنری ادارے، شفاخانے اور کالج جگہ جگہ قائم کئے جا رہے تھے۔ اسلامی فکر و نظر کو مسیحی سانچوں میں ڈھالا جا رہا تھا اور چودہویں صدی کا ہندوستان برطانوی اقتدار کے سایہ میں پروان چڑھ رہا تھا۔

دین و مذہب کے نام پر وہابی نیچری، مرزائی جیسے فتنے انگریزوں کی پشت پناہی کر رہے تھے۔ ٹھیک اسی زمانے میں علمائے عاملین اپنے مواعظ حسنہ اور پرجوش تبلیغ سے جہاد باللسان فرما رہے تھے ــــــ انھیں ستودہ صفات علماء میں حضرت مولانا عبد القادر بھیروی بھی تھے۔ جو بیگم شاہی مسجد لاہور میں احیاء حق و ابطال باطل کا فریضہ انجام دے رہے تھے۔ صاحب تذکرہ مولانا ضیاء الدین احمد نے درس نظامی کا آغاز اسی بیگم شاہی مسجد لاہور میں کیا۔ اور حضرت بھیروی قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضری کا شرف حاصل کیا۔ یہ مولانا کے علم و آگہی کی پہلی منزل تھی۔ اور درس نظامیہ کا شاندار آغاز تھا۔ گر یہ ذرہ ابھی ہوا طلب تھا اور قطرۂ تشنۂ سمندر۔ ذوق و شوق جادۂ منزل۔ آپ نے پیلی بھیت یوپی کی راہ لی اور آپ کا جذبۂ قال آپ کو قال رسول کی منزل تک لے آیا۔ دورۂ حدیث کے شب و روز میسر آگئے۔ محدث شہرۂ آفاق محدث سورتی کی خدمت میں آپ نے دورۂ حدیث کی تکمیل کی۔ آپ کا قیام دو سال رہا۔

مکتب کی کرامت نے اپنا رنگ دکھایا۔ فکر و نظر کو شعور کا کمال میسر آیا اب ضرورت تھی فیضان نظر کی۔ قدرت نے دستگیری کی، عقل کو دل کی راہ مل گئی

ہر جمعرات کو مولانا پیلی بھیت سے بریلی شریف حاضر ہوتے ۔ اور اک صاحب فکر و نظر اس صدی کے مجدد مولانا شاہ احمد رضا خاں کی خدمت و صحبت میں رہتے ۔ نماز جمعہ انھیں کی اقتدا میں ادا کرتے ۔ یہ تھی ایک صاحب فیضان کی بارگاہ میں مولانا کی حاضری ۔ دل و نظر کی تربیت کے یادگار ایام اور ۱۳۱۴ھ/۱۸۹۶ء کا زریں دور ۔

مولانا وصی احمد محدث سورتی اور امام احمد رضا بریلوی کی تعلیم و تربیت سے شریعت و طریقت کی راہ روشن تھی ۔ حضرت دستگیر غوث اعظم کی محبت نے دستگیری فرمائی ۔ آپ نے ۱۹۰۰ء/۱۳۱۸ھ میں ہمیشہ کیلئے پنجاب کو چھوڑ دیا اور عشق و محبت کی آخری تربیت گاہ فیضان و عرفان کی دلکش منزل بغداد مقدس روانہ ہو گئے ۔

حضرت مولانا جوار غوث اعظم میں پہنچکر عبادت و ریاضت میں مشغول ہو گئے ۔ " ناقصاں را پیر کامل کاملاں را رہنما " آپ کا مقدر بنا ۔ آپ کا بغداد شریف میں قیام نو سال چھ ماہ رہا ۔ آپ کے یہ ماہ و سال جذب و مستی میں گذرے استغراق کا اس حد تک غلبہ رہا کہ جنون کے آثار پیدا ہو گئے ۔ بایں ہمہ آپ سکر و محو کی منزلوں میں جان جاناں کے حضور محو جاناں رہے ۔ تا آں کہ مرید نے مراد کی منزل پالی اور خود آگاہ خدا آگاہ ہو گیا

انھیں مبارک ایام میں ایک عارف کامل حضرت سید حسین الحسنی الکردی نے آپ کے حال پر کرم فرمایا ۔ آپ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا اور آپ کو جذب و مستی کے عالم سے نکال کر سلوک و عرفان کی منزل تک پہونچا دیا ۔ حضرت کردی آپ کو اپنے ساتھ بستی چرچہ قلعہ کردستان لے آئے ۔ یہاں آپ نے سید حسین کی خدمت میں تقریباً ڈیڑھ سال قیام کیا ۔

جذبۂ عشق رسول بیدار تھا اور وصال محبوب آپ کا مقدر ۔ آپ نے روضۂ رسول پر حاضری کا ارادہ ظاہر کیا ۔ حضرت سید حسین الحسنی کردی نے سامان سفر

مہیا کیا ۔ اور اپنی دعاؤں نصیحتوں کے ساتھ اس عاشق رسول کو مدینۃ الرسول کیلئے رخصت کیا ۔ اس طرح آپ کا جذبۂ دروں جان سے جان جاناں اور منزل سے جان منزل تک لے آیا ۔

آپ بغداد سے براستہ دمشق بذریعہ ریل ۱۹۱۰ء/۱۳۲۸ھ میں مدینہ طیبہ پہنچکر مقیم ہو گئے ۔ بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں اہل دل و اہل نظر کی رفاقت میسر آئی ۔ انھیں ایام میں آپنے حافظ الحدیث سید احمد الشمس المدنی سے بیضاوی شریف پڑھی ۔ خود ارشاد فرمایا کہ میں حرمین طیبین میں جس بزرگ کی خدمت میں حاضر ہوتا وہ آپ کے کمال سادگی سے متاثر ہوتا ۔ آپ کو سلاسل طریقت و فضیلت میں خلافت و اجازت سے نوازا ۔ یہ تھا آپ کا دور استفادہ جو " بلکہ شرط قابلیت داد اوست " کے بالکل مطابق تھا ۔ حضرت سیدی عبد الرحمن سراج کی " مفتی اعظم حنفیہ سے بھی آپ کو اجازت حاصل تھی ۔ حضرت علی حسین اشرفی میاں کچھوچھوی نے بھی آپ کو خلافت و اجازت سے مدینۃ الرسول میں نوازا تھا ۔

آپ جس عہد میں مدینہ طیبہ حاضر ہوئے وہ حکومت ترکیہ کا عہد تھا ، ہر طرف برکت کے آثار ظاہر تھے ۔ اسلامی تقاریب بڑے اہتمام سے منائی جاتی تھیں ۔ اذان کے بعد صلوٰۃ و سلام کی صدائیں بلند ہوتیں ۔ عام و خاص رسول مدنی تاجدار کی محبت میں مست و سرشار نظر آتے ۔ ہر سال شہنشاہ دو عالم صلی اللہ تعالے علیہ وسلم کے گنبد مزار پر غلاف سبز چڑھایا جاتا اور اس غلاف کی تیاری میں مدینے کی سادات شہزادیوں کی خدمات حاصل کی جاتیں ۔ اور ان کو اس خدمت کا نذرانہ ترک حکومت کی جانب سے پیش کیا جاتا ۔ اسطرح سادات کرام کی گذر اوقات کیلئے روزینہ فراہم کیا جاتا ۔ حضرت مولانا موصوف مدینۃ الرسول کے ان شب و روز کو بڑی حسرت سے یاد فرماتے اور آبدیدہ ہوتے ۔

یہ زمانِ برکت نشان شریف کی حکومت ۱۳۴۳ھ/۱۹۲۴ء تک رہا۔ تاآنکہ نجدیوں نے خروج کیا اور سعودیوں کی حکومت ۱۹۲۵ء میں برسرِ اقتدار آ گئی اور عہدِ ماضی کا یہ آفتاب اپنے نصف النہار پہنچکر غروب ہو گیا۔

یہ مسلم ہے کہ جو فنافی الرسول ہوتا ہے وہ فنافی الشیخ بھی ہوتا ہے۔ حضرت مولانا ضیاء الدین احمد اپنے شیخ کامل امام احمد رضا کے ہاتھ ۱۳۱۴ھ ہی میں اپنے زمانہ قیام پیلی بھیت میں بک چکے تھے۔ ہاں بیعت اصلاحی کی تکمیل ابھی باقی تھی۔ مولانا نے ایک خواب دیکھا، قلب صافی نے یہ تعبیر دی کہ امام البریلوی کی زندگی کا یہ آخری سال ہے۔ اللہ اللہ! جس ولی صفات نے ۱۳۲۷ھ سے ۱۳۳۹ھ تک مدینہ سے سوائے حج باہر نکلنا گوارا نہ کیا، اب اس نے اپنے شیخ کامل کی آخری ملاقات کیلئے بریلی شریف سفرِ وسیلۂ ظفر کا قصد کر لیا۔ یہاں ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۰ء میں پہنچکر اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت امام احمد رضا خاں کی بارگاہ میں ۶۲ روز حاضر رہے۔ بیعت وخلافت سے نوازے گئے۔ وہاں آپ کو شریعت وطریقت کا ایک ساحل بیکراں نظر آیا۔ حضرت امام البریلوی کے شب وروز بھی دیکھے، عبادت وریاضت، تصنیف وتالیف کے محیر العقول مناظر بھی نظر آئے۔ احمد رضا کے پیکر میں اک کرامت مجسم اور استقامت مسلم تھا۔ جو از عجم تا عرب اپنے فیضان کے دریا بہا رہا تھا۔

حج کے ایام قریب تھے۔ حضرت مرشد بریلوی نے اپنے مدنی خلیفہ کو دعاؤں کے ساتھ حجاز مقدس واپسی کی اجازت مرحمت فرمائی۔ ابھی یہ مدینہ کا مسافر حج کے بعد مدینہ پہنچا ہی تھا کہ صفر مظفر ۱۳۴۰ھ میں بریلی شریف سے ٹیلیگرام آیا کہ اعلیحضرت بریلوی وصال فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت مولانا ضیاء الدین احمد قادری رضوی نے وصال کی امید لئے اپنی پوری زندگی مدینہ کی مجاورت میں گذار دی۔ اور دوری گوارہ نہ کی۔ مریدین، خلفاء

واعزا عرب وعجم میں تشریف آوری کی دعوت دیتے اور آپ یہ فرماتے کہ میرا وقت آخری ہے۔ میں مدینہ سے باہر جانا نہیں چاہتا۔ کہیں موت نہ آجائے۔ آپ کا مدینہ منورہ میں ۱۳۲۷ھ سے ۱۴۰۱ھ تک دمِ واپسیں ۷۴ سال تک قیام رہا۔

سادگی آپ کا شعار تھی۔ آپ کی صورت خدا یاد اور سیرت سیرتِ رسول کا مظہر تھی۔ سنت رسول کی اتباع میں آپ نے بکریاں بھی پالیں۔ اس کے دودھ سے مہمانان رسول کی ضیافت فرماتے۔ حجاج وزائرین کا ٹھکانا آپ کا گھر تھا۔ آپ کی ذات قادری رضوی جلوہ گاہ تھی۔ آپ کا دولتکدہ قادری خانقاہ تھا۔ آپ شہرۂ آفاق قادری شیخ تھے۔ عرب وعجم میں آپ کے مریدین اور خلفاء کی تعداد ہزاروں ہے۔ آپ کا اصل مشغلہ حب رسول کی دولت جمیل، نعت رسول تھا۔ آپ کی ہر مجلس مجلس نعت ہوتی اور ہر محفل یادِ خدا و ذکر رسول سے آباد ہوتی۔ آپ کی بارگاہ میں عرب وعجم کے ہر علاقے کے لوگ آتے مجلس ونعت خوانی میں شریک ہوتے۔ ہندی حجازی ترکی شامی مصری ایرانی سوڈانی کردی سب اپنی اپنی زبان میں نعت رسول پڑھتے تو ایسا معلوم ہوتا کہ سارا عالم نعت خواں ہے۔ اور آپ کی حب رسول دنیائے جمیل صرف نعت سے آباد ہے۔ آپ سب سے دوزانو بیٹھنے کی تاکید فرماتے، نعت سنتے، اشکبار ہوتے، مرحبا مرحبا فرماتے، سبحان اللہ صلی علے کی گونج میں روتے۔ اپنے شیخ کامل امام البریلوی کا مجموعۂ نعت "حدائق بخشش" سے خصوصاً بار بار نعت شریف سنتے۔ "مصطفےٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام" کی گونج میں آپ کا قادری دولتکدہ حدائق بخشش معلوم ہوتا۔ اٹھتے بیٹھتے اسی کے اشعار آپ کی زبان پر ہوتے۔ اپنی خلوت وجلوت، بارگاہ رسول میں حاضری، احباب کی ملاقات اور خلوص ومحبت کے اظہار کیوقت اپنے شیخ کامل امام احمد رضا خاں قادری قدس سرہ کے اشعار سے کام لیتے مختصر یہ کہ آپ کی خلوت وجلوت کا انجام نعت رسول پر ہوتا۔ اختتام پر عام

لنگر تقسیم ہوتا۔ مہمانانِ رسول آپکے مہمان ہوتے۔ صبح کا ناشتہ ہو یا دوپہر کا کھانا ہر آنے والے کو اصرارًا شریک فرماتے۔ رات کی مجلس میں نعت رسول کا عالم ہی کچھ اور ہوتا۔ پھر صلوٰۃ و سلام اور دعا کے بعد تقسیم لنگر دربار ضیائی کا بڑا دلنواز منظر تھا۔ جو روزانہ دیکھنے میں آتا۔ کیف و سرور کی اس مجلس میں شریک ہونیوالے "ایک بار دیکھا ہے اور دوسری بار دیکھنے کی ہوس" دلوں میں لے کر رخصت ہو جاتے۔

آپ مصنف نہیں تھے مگر مصنفین آپ کے حضور اپنا تصنیفی مواد حاصل کرتے۔ آپ کی خدمت میں اہل قال آتے اور مست حال ہو کر واپس جاتے اور دونوں بقدر ظرف اپنا اپنا حصہ پاتے۔ عام و خاص آپ کو سیدی کہکر مخاطب کرتے۔ علمائے مدینہ آپ کا بڑا احترام کرتے۔ آپ سے ملنے وہ لوگ خود آتے اور آپ کو شیخ العلماء کہکر یاد کرتے۔ حضرت مبلغ عالم اسلام مولانا شاہ محمد عبد العلیم صدیقی مدنی سے رشتۂ مودت و اخوت تو دم واپسیں تک رہا۔ حضرت صدیقی کے ایام علالت و رحلت میں آپ ان کے پاس بھی رہے اور اپنے فرزند گرامی مولانا محمد فضل الرحمٰن قادری مدنی کو ان کی خدمت کیلئے مامور فرمایا۔ مولانا علی حسین البکر المدنی آپ کے محب و مخلص اور قدر داں تھے۔

آپ کی محبت میں غربا و فقراء کو دیکھ کر سلف صالحین کی یاد تازہ ہوتی — تواضع و انکساری تو آپ کا مزاج تھا۔ آپ کی خدمت میں جو بھی آتا آپ حسب مراتب اس کی پذیرائی فرماتے۔ آپ کا دروازہ سب کے لئے کھلا اور دستر خوان کرم عام ہوتا۔

مریدین مخلصین کی اصلاح ہر وقت پیش نظر ہوتی۔ نماز پنجگانہ کی تاکید فرماتے۔ طہارت قلب و نظر کی تلقین کرتے۔ عقائد و اعمال کی تصحیح پر زور دیتے۔ مخلصین علما و اہل محبت کی قدر کرتے۔ افتراق و انتشار سے ہمیشہ

الگ رہنے کی تاکید فرماتے۔ ہر شخص کو اس کے فرائض کی انجام دہی کی ہدایت کرتے۔ صبر و شکر کے کلمات ہمیشہ آپ کی زبان پر ہوتے —— آپ مدینۃ الرسول میں حضرت حسان کے نقش قدم اور امام بوصیری کی راہ پر گامزن اور حضرت جامی کا سرور لئے مست و سرشار اور اپنے شیخ کامل امام احمد رضا بریلوی کے مسلک کی یادگار تھے۔ طریقت کا ہر خانوادہ آپ سے مانوس تھا۔ آپ مذہب حق اہلسنت و جماعت کے اعلم العلماء و شیخ المشائخ تھے۔

آپنے اتباع سنت میں عائلانہ زندگی بھی بسر فرمائی۔ عبادت و ریاضت سکر و محو کی منزلوں سے گذر کر ۴۵ سال کی عمر میں پہلا نکاح کیا۔ پھر پہلی اہلیہ کی مفارقت کے بعد دوسرا نکاح بھی مدینہ ہی میں کیا۔ آپ کی باقیات صالحات میں آپ کے جانشین برحق مولانا فضل الرحمٰن قادری مدنی اور ایک صاحبزادی ہیں۔ آپ ہی کی پوتی حضرت قائد اہلسنت مولانا شاہ احمد نورانی کی شریک حیات ہیں۔ مذکورۃ الصدر بزرگوں کے علاوہ دوسرے بزرگوں سے بھی آپکے تعلقات دیرینہ تھے۔ حضرت محدث علی پوری، پیر سید جماعت علی شاہ صاحب کا تو مدینہ منورہ میں قیام بھی آپ کے پاس ہوتا۔ حضرت مفتی اعظم ہند مولانا شاہ مصطفےٰ رضا خاں نوری بریلوی کی قدم بوسی اور دست بوسی میں سبقت فرماتے۔ ایک بار حج کا ارادہ صرف اس لئے فرمایا کہ مرشد زادے حضرت مفتی اعظم ہند کے زیر سایہ عرفات میں قیام اور دعاؤں میں شمولیت میسر آئے۔ مدینہ میں حضرت موصوف کے پاس ایک شخص مرید ہونے آیا تو آپنے اس کو تنبیہ فرمائی اور کہا کہ شہنشاہ کی موجودگی میں مجھ سے طالب ہو رہا ہے۔ پھر وہیں مرشد زادے سے اسکو بیعت کرایا!

حضرت حافظ ملت حافظ عبد العزیز مبارک پوری، مفتی اعظم پاکستان مولانا ابو البرکات، محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد، حضرت مجاہد ملت مولانا حبیب الرحمٰن، حضرت مولانا محمد عبد الغفور صاحب ہزاروی اور علامہ احمد سعید کاظمی

قدست اسرارہم العزیز وغیرہم علمائے اہلسنت ومشائخ طریقت آپکی خدمت میں ضرور آتے۔ اور آپ سب کی پذیرائی فرماتے۔ آپ کا آستانہ ہر دور میں ایک بین الاقوامی پلیٹ فارم رہا۔ جہاں عرب وعجم کے علماء عوام ایکدوسرے سے ملتے، قومی وملی مسائل پر تبادلۂ خیالات کرتے۔ فیصلے ہوتے اور دین وقت کے پیغام کو لے کر آپ کی دعاؤں کے ساتھ لوگ اپنے اپنے علاقے میں جاتے۔ نئے جوش اور نئی امنگوں کے ساتھ درس وتدریس وعظ وتلقین اور تصنیف وتالیف کے کاموں میں مشغول ہوجاتے۔

یہ تھا حضرت شیخ مولانا ضیاء الدین احمد قادری مدنی کا عالمی فیضان اور یہ تھے مدینۃ الرسول میں ایک عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ایمان آفریں صبح وشام۔

معاصر

مولانا حبیب الرحمٰن خاں شیروانی

مولانا حبیب الرحمٰن خاں شیروانی ابن محمد تقی خاں (م ۱۳۲۵ھ/ ۱۹۰۷ء) ۲۰ شعبان ۱۲۸۳ھ ۵ جنوری ۱۸۶۷ء کو شیروانی خاندان بھیکم پور میں پیدا ہوئے اور اس خاندان کے گل سرسبد کہلائے۔ مولانا کی تعلیم وتربیت بڑے اہتمام سے خالص مشرقی ماحول میں ہوئی۔ مشرقی زبانوں پر خاصا عبور تھا مزاج خالص علمی تھا۔ ذوق وشوق کا یہ عالم تھا کہ اپنی جیب خاص سے ایک کثیر رقم خرچ کرکے حبیب گنج میں ایک ایسا نادر اور قیمتی کتب خانہ جمع کیا کہ اس کی شہرت ملک سے باہر پہنچی۔ اسی علم وفضل کی بنیاد پر مسلم یونیورسٹی علیگڈھ میں شعبۂ دینیات کے سربراہ مقرر ہوئے۔ یہاں تک کہ میر عثمان علی خاں بہادر نظام دکن نے آپکو ریاست کا صدر الصدور بناکر حیدرآباد بلالیا۔ وہاں نظام دکن نے بڑی پذیرائی کی اور مولانا کو صدر یار جنگ کے خطاب سے نوازا۔[1]

مولانا کے خصوصی مراسم تادم اخیر مولانا سید سلیمان اشرف سے قائم رہے۔ مولانا شیروانی جب تک علی گڈھ میں رہے سید صاحب مرحوم کی صحبت میں گھنٹوں بیٹھتے۔ ان کی علمی تصنیفی برتری کے دل سے قائل تھے۔ مولانا سید سلیمان اشرف کی "الانہار" کو شبلی کی شعر العجم پر فوقیت دیتے۔[2] یہی وجہ ہے کہ مولانا اپنے مسلک میں آزاد خیال ہوتے ہوئے بھی ترک موالات کے زمانہ میں تحریک سے الگ رہے۔ حضرت صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی کی تدریسی مہارت کے مداح تھے۔[3]

حضرت حجۃ الاسلام سے تعلقات کی بنیاد خالص علمی تھی۔ پھر دونوں رئیس ابن رئیس تھے۔ مولانا نے دار العلوم منظر اسلام بریلی کا معائنہ بھی فرمایا اور یہاں کی تدریسی صلاحیتوں سے متاثر ہوکر حیدرآباد دکن سے ایک ماہانہ وظیفہ مقرر کرایا جو تقسیم ہند تک جاری رہا۔[4]

مولانا کا انتقال ۱۰ ذیقعدہ ۱۳۷۰ھ ۱۱ اگست ۱۹۵۰ء علیگڈھ میں ہوا۔ اپنے موروثی قبرستان بھیکم پوری نزد حبیب گنج آسودۂ خواب ہوگئے۔

---

[1] ابو الکلام آزاد: مقدمہ غبار خاطر۔ ص ۸ - ۹۔
[2][3] محمود احمد قادری: "تذکرہ علمائے اہلسنت ص ۱۰۰ - ۵۳
[4] مولانا حسنین رضا خاں صاحب کا ارشاد

مولانا شاہ عبدالباری فرنگی محلی لکھنؤ

فاضل اکمل مولانا عبدالباری ابن حضرت مولانا شاہ عبدالوہاب ۱۲۹۵ھ، ۱۹ء کو فرنگی محل لکھنؤ میں پیدا ہوئے۔ شیخ ایسے کہ آبا عن جدٍ صاحب خانقاہ، مدرس ایسے کہ جامع معقول و منقول، شیخ الحدیث ایسے کہ بڑے بڑے علما نے آپ سے درس حدیث لیا اور آخر تک درس حدیث دیتے رہے۔ آپ ہی کی کوشش سے فرنگی محل لکھنؤ میں مدرسہ نظامیہ قائم ہوا۔ تحریکِ خلافت، تحریکِ موالات میں یہ بھی گاندھی کی آندھی میں آگئے مگر صاحب نسبت تھے۔ بزرگوں کا فیضان کام آگیا۔ امام احمد رضا پھر آپ کے شہزادہ اکبر حجۃ الاسلام مولانا شاہ محمد حامد رضا خاں صاحب کی توجہ دلانے پر آپ نے اس کا ساتھ چھوڑ دیا اور خلافِ شرع باتوں سے رجوع کرلیا۔ حرمین طیبین میں مزارات کے انہدام نجدیوں کے ہاتھوں قبور کے مسمار کئے جانے کے خلاف، خدام الکعبہ، خدام الحرمین کے نام سے ایک تنظیم قائم کی۔ آپ ہی کے حکم سے مولوی اشرف علی تھانوی کی بہشتی زیور اور حفظ الایمان فرنگی محل میں جلائی گئی۔ آپ نے تھانوی صاحب کو حفظ الایمان کی کفری عبارت سے توبہ کے لئے بار بار متوجہ کیا۔ مگر توبہ کی توفیق نہ ہوئی [1]

آپ علمائے فرنگی محل کے شیخ تھے۔ آپ کے وصال ۷ رجب المرجب ۱۳۴۴ھ ۱۹۲۵ء پر فرنگی محل کا ایک عہد ختم ہوگیا۔

مولانا رحم الٰہی منظفر نگری

امام المعقولات حضرت مولانا سید عبدالعزیز انبیٹھوی رحمۃ اللہ علیہ کے ارشد تلامذہ میں سے تھے۔ درسیات پر پوری مہارت تھی۔ تدریس کا انداز بڑا دلنشین پایا تھا۔ امام احمد رضا بریلوی کے مرید اور خلیفہ تھے۔ یہ طرۂ امتیاز آپ کو حاصل تھا کہ مفتی اعظم مولانا شاہ محمد مصطفےٰ رضا خاں آپ کے تلمیذ بلند مرتبت تھے۔ آپ کے تلامذہ میں اکابر علما رمناظر اعظم مولانا حشمت علیخاں لکھنوی م ۱۳۸۰ھ ۱۹۶۰ء مولانا غلام جیلانی اعظمی، مولانا حامد حسن فاروقی، مولانا عزیز الحسن پھپھوندوی م ۱۳۶۲ھ ۱۹۴۳ء مولانا احسان علی منظفر پوری محدث بریلی م ۱۴۰۲ھ

---

[1] محمود احمد پروفیسر: تحریک آزادیٔ ہند اور السواد الاعظم ص ۱۰۲ - ۱۰۳
[2] محمود احمد قادری مولانا: تذکرہ علمائے اہلسنت ص ۱۷۳ - ۱۷۴

۱۹۸۲ء کے نام بھی آتے ہیں۔ پوری زندگی تدریس میں گذری۔ عمر کا آخری حصہ ضعفِ بینائی کی وجہ سے وطن میں گذرا۔ ۱۳۶۳ھ ۱۹۴۴ء صفر المظفر میں بریلی شریف حاضری دی۔ احباب تلامذہ سے ملاقات کے بعد وطن واپس ہوئے۔ گاڑی میں اختلاج قلب کا دورہ پڑا اور پھر کچھ پتہ نہ چل سکا۔ شہید تدریس نے سفر میں مرتبہ شہادت پالیا۔ [1]

مولانا شاہ عبدالسلام جبل پوری

معاصرین میں یہ تنہا آپ کو شرف حاصل تھا کہ آپ امام احمد رضا کے درس میں حضرت حجۃ الاسلام کے شریک اسباق تھے۔ آپ کو عبدالاسلام کا لقب پیر و مرشد کی بارگاہ سے عطا ہوا تھا۔ امام احمد رضا نے آپ کو علمی عملی ذہنی اخلاقی تعلیم و تربیت کے ساتھ بیعت و خلافت سے ۱۳۱۴ھ ۱۸۹۶ء میں سرفراز فرمایا آپ تحریکِ ندوہ کی بیخ کنی سے لیکر تا وصال اپنے پیر و مرشد کی ہدایات کے مطابق احیاء سنت اور سرکوبی بدعت میں ہر ہر مقام پر پیش پیش رہے۔ آپ کو یہ شرف بھی حاصل تھا کہ آپ کے صاحبزادے مولانا مفتی محمد برہان الحق بھی امام احمد رضا کے تلمیذ اور خلیفہ تھے۔ آپ کا وصال جبلپور میں ۱۰ رجمادی الاولیٰ ۱۳۷۲ھ ۱۹۵۲ء کو ہوا۔ امام احمد رضا نے اپنے خلفاء میں آپ دونوں کا ذکر اسطرح فرمایا [2]

عبد سلام سلامت جس سے ٭ سخت آفات میں آتے یہ ہیں
آل الرحمٰن ، برھان الحق ٭ شرق پہ برق گراتے یہ ہیں

آپ کی آخری آرام گاہ محلہ دار السلام جبلپور میں زیارت گاہ خاص و عام ہے۔

مولانا امجد علی اعظمی

مولانا امجد علی اعظمی بن مولانا حکیم جمال الدین ۱۲۹۶ھ ۱۸۸۱ء قصبہ گھوسی اعظم گڈھ یوپی ہندوستان میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی کتب اپنے جد امجد مولانا خدا بخش اور رشتہ کے بڑے بھائی مولانا محمد صدیق سے پڑھیں ——— پھر انھیں کے مشورے سے شہر علم و حکمت جون پور آکر حضرت امام الحکمۃ مولانا ہدایت اللہ خاں صاحب

---

[1] محمود احمد قادری مولانا: تذکرہ علمائے اہلسنت ص ۸۹ وغیرہ
[2] محمد برہان الحق مفتی جبلپوری: اکرام امام احمد رضا ص ۳۲ - ۳۵ - ۴۲۔
[3] الاستمداد علی الارتداد: امام احمد رضا

جون پوری سے ایسا استفادہ کیا کہ خود مفید الطالبین بن گئے۔ پھر محدث سورتی کا شہرۂ آفاق مدرسۃ الحدیث پیلی بھیت آپکی منزلِ تکمیل بنا۔ علم طب کا موروثی ذوق آپ کو لکھنؤ لے آیا ۱۳۲۲ھ میں حکیم عبد الولی سے علم طب حاصل کیا۔ ۱۳۲۳ھ سے ۱۳۲۶ھ تک اپنے استاذ محدث سورتی کے مدرسۃ الحدیث پیلی بھیت میں درس دیتے رہے۔ اور پٹنہ عظیم آباد میں ایک سال تک مطب بھی کرتے رہے کہ امام احمد رضا کو بریلی میں ایک مدرس کی ضرورت ہوئی۔ حضرت محدث سورتی نے آپ کو پٹنہ عظیم آباد عشق و محبت کی آخری قتل گاہ، بریلی شریف روانہ کر دیا۔ پھر کیا تھا، پھر کیا تھا اک لعل کو معدنِ بدخشاں اور دُرِ بحر کو ساحل مراد۔ وقت کے سب سے بڑے فقیہ نے انھیں صدر الشریعہ کے لقب سے نوازا۔ معاصرین نے ان کو مسلسل شب و روز دینی مصروفیات کی بنا پر ان کو کام کی مشین قرار دیا۔ سلسلۂ عالیہ قادریہ رضویہ میں امام احمد رضا کے دستِ حق پرست پر ایسی بیعت کی کہ اٹھارہ سال تک شیخ کامل کی بارگاہ میں حاضر رہے ؎ اور فنافی الشیخ کے مرتبۂ کمال کو پہونچے اور خلافت سے نوازے گئے۔ مرشد کامل نے "میرا امجد مجد کا پکا" کہکر بزرگی و دینداری کی گواہی دیدی۔ فقیہ ایسے کہ صدر الشریعہ آپ کے نام کا جزو اعظم قرار پایا۔ پوری زندگی احکام شریعت کی تبلیغ و اشاعت کرتے رہے۔ آپ کے معاصرین نے آپکی کتاب لا جواب "بہار شریعت" کو شریعت کا باغ سدا بہار تسلیم کر لیا۔ مدرس ایسے کہ اس صدی کی تدریسی دنیا پر آپ کا اور آپ کے تلامذہ کا سکہ چل رہا ہے۔ آپ کے تلامذہ کی تعداد کثیر ہے۔ جن میں محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد لائل پوری، حافظ ملت مولانا حافظ محمد عبد العزیز محدث مبارکپوری، مجاہد ملت مولانا حبیب الرحمٰن رئیس اڑیسہ، امین شریعت مولانا شاہ رفاقت حسین، مولانا قاضی شمس الدین جونپوری فاضل جلیل مولانا سید غلام جیلانی میرٹھی، مناظر اعظم مولانا حشمت علیخاں لکھنوی، مولانا غلام یزدانی صدر المدرسین جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی، مولانا تقدس علیخاں شیخ الحدیث جامعہ راشدیہ پیر جو گوٹھ خیر پور پاکستان، فقیہ عصر مولانا مفتی اعجاز ولی خاں قادری لاہور، مولانا عبد المصطفےٰ اعظمی شیخ الحدیث براؤں شریف

؎ ۱۳۴۳ھ میں دار العلوم معینیہ عثمانیہ اجمیر شریف کی صدارت کیلئے آپنے معذرت کر لی اور آستانۂ شیخ کی ترک مجاورت پر راضی نہ ہوسکے۔ تا آنکہ صاحب سجادہ حضرت حجۃ الاسلام نے مولانا سید سلیمان اشرف کی درخواست پر اجازت دے دی۔

مولانا احسان علی صدیقی محدث بریلی مظفر پوری، مولانا ولی النبی صاحب بیکی شریف، مولانا سید آلِ مصطفےٰ مارہروی، علامہ عبد المصطفےٰ ازہری کراچی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین شہرۂ آفاق ہوئے اور مولانا وقار الدین شیخ الحدیث دار العلوم امجدیہ کراچی، مولانا قاری محبوب رضا خاں کراچی، مولانا سید ظہیر الدین علیگڈھی بقید حیات ہیں۔

۲ر ذی قعدہ ۱۳۶۷ھ ۶ ستمبر ۱۹۴۸ء بروز دو شنبہ مفتی اعظم ہند مولانا شاہ محمد مصطفےٰ رضا خاں کی معیت میں حج و زیارت کے ارادے سے رات کو بمبئی پہنچے۔ اسی رات ۱۲ ر بجکر ۲۶ منٹ پہ وصال فرما کر حج و زیارت کی سعادت ابدی حاصل کر لی ؎

قدم رکھنے کی نوبت بھی نہ آئی تھی سفینے میں
مدینے کا مسافر ہند سے پہنچا مدینے میں

مولانا عبد الاحد محدث پیلی بھیتی

سلطان الواعظین مولانا عبد الاحد، محدث سورتی حضرت مولانا وصی احمد کے تنہا و یکتا صاحبزادے تھے ۱۲۹۸ھ ۱۸۸۲ء میں پیلی بھیت میں پیدا ہوئے۔ تیرہ سال کی عمر میں اعلیٰحضرت امام احمد رضا خاں کی خدمت میں بریلی حاضر ہو گئے اور آپ ہی سے دورہ حدیث پڑھنے کا شرف حاصل کیا۔ امام احمد رضا نے خود اپنے دستِ مبارک سے دستار بندی کی۔ اپنے والد ماجد محدث سورتی سے علوم دینیہ کی تکمیل کے بعد تکمیل الطب کالج لکھنؤ میں طب کی تکمیل کی اور ایک عرصہ تک طبابت کا سلسلہ جاری رکھا۔ پھر مدرسہ حنفیہ پٹنہ عظیم آباد میں چند سال تک درس نظامی کے جملہ فنون پڑھاتے رہے۔ پھر آخر عمر تک مدرسۃ الحدیث پیلی بھیت میں درس حدیث دیتے رہے۔ آپکے مواعظ حسنہ کی دھوم پورے ہندوستان میں تھی۔ آواز بڑی پاٹ دار پائی تھی۔ امام احمد رضا نے ایک خصوصی تقریب میں سلطان الواعظین کا خطاب عطا فرمایا۔ اور اپنی کتاب "الاستمداد" میں خلفاء کے تذکرہ میں آپ کا ذکر اس طرح فرمایا ؎

اِک اک وعظ عبد الاحد کہ کتنے نتھنے پھلاتے یہ ہیں

یہ شرف بھی آپ کو حاصل رہا کہ آپنے حجۃ الاسلام مولانا شاہ محمد حامد رضا خاں کے ساتھ امام احمد رضا خاں کی معیت میں فریضۂ حج ادا کیا۔ حرمین طیبین میں ساتھ ساتھ رہے۔ وہاں کے دینی تصنیفی مسلکی

مراحل میں حق رفاقت وخدمت ادا کرتے رہے۔ آخر عمر تک تحریک خلافت تحریک ترک موالات، تحریک مسجد شہید گنج مچھلی بازار کانپور، ہندو مسلم اتحاد، حجاز میں نجدیوں کے مظالم کے خلاف اپنے پیر و مرشد امام احمد رضا کے مسلک اور ہدایات کے مطابق صف اول میں ہر طرح نبرد آزما رہے۔ حجۃ الاسلام سے خصوصی مراسم تھے۔ آپ کا نہایت احترام کرتے تھے۔ آپ سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ میں امام احمد رضا سے ماذون ومجاز تھے۔ آپ کا وصال ۱۳ر شعبان ۱۳۵۲ھ / یکم دسمبر ۱۹۳۳ء کو لکھنؤ میں ہوا۔ گنج مرادآباد میں کے باغ میں اپنے خسر مولانا عبدالکریم گنج مرادآبادی کے پہلو میں آرام فرمایا۔ آپ کی باقیات صالحات کا سلسلہ قاری احمد پیلی بھیتی اور ان کے صاحبزادے خواجہ رضی حیدر اور دیگر اولاد ذکور واناث سے جاری ہے۔ آپ کے وصال سے مدرسۃ الحدیث پیلی بھیت کا عہد زریں ختم ہو گیا۔ مسجد بی بی جی مرحومہ کے جلسہ تعزیت میں حضرت حجۃ الاسلام نے دعائے مغفرت فرمائی۔

(خواجہ رضی حیدر، محدث سورتی۔ محمود احمد قادری مولانا، تذکرہ علمائے اہلسنت ص ۱۶۸-۱۶۹)

تلامذہ

حجۃ الاسلام کے تلامذہ کی فہرست میں مفتی اعظم کا نام نامی جہاں تسبیح کے دانوں میں امام کی حیثیت رکھتا ہے، وہاں حجۃ الاسلام کی زندگی کا یہ گوشہ مستور بھی جگمگا اٹھتا ہے کہ آپ امام احمد رضا کی موجودگی میں مسند تدریس پر فائز ہوئے۔ اور آپ نے نہ صرف باہر بلکہ گھر والوں کو بھی پڑھایا۔ مندرجہ ذیل سطور میں یہ حقیقت آشکار ہے

احوالِ پاکیزہ مکرم مفتی اعظم

۱۹ —— ء —— ۹۱

صورت وسیرت شریعت وطریقت کے محاسن کو اگر مجسم کر دیا جائے تو وہ مفتی اعظم عالم اسلام مولانا شاہ محمد مصطفےٰ رضا خاں قادری رضوی نوری بریلوی کا سراپا قرار پائے گا

آپ کی ولادت ورحلت، محاسن وفضائل کا عنوان اتنا ہمہ گیر ہے کہ لکھنے والے مسلسل لکھ رہے ہیں۔ مگر یہ قصہ تمام ابھی ناتمام ہے"

مفتی اعظم اپنے بڑے بھائی حجۃ الاسلام سے عمر میں ۱۷ر سال چھوٹے تھے۔ آپ نے اپنے بڑے بھائی سے پڑھا بھی ہے اور استفادہ بھی کیا ہے۔ مگر اصل وہ صحبت وتربیت ہے جو آپنے اپنے والدگرامی وقار امام احمد رضا سے حاصل کی۔ جس نے آپ کو سب کچھ بنا دیا۔ خود تحریر فرماتے ہیں۔

" فقیر جب تک سن شعور کو نہ پہنچا تھا اور اچھے برے کی تمیز نہ تھی، بھلائی برائی کا ہوش نہ تھا اس وقت میں ایسے خیال ہوا کیا معنی۔ پھر جب سن شعور کو پہنچا تو اور زیادہ بے شعور ہوا۔ جوانی دیوانی مشہور ہے مگر الصحبۃ مؤثرۃ صحبت بغیر رنگ لائے نہیں رہتی۔ اور پھر اچھوں کی صحبت اور وہ بھی کن کی جنھیں سید العلماء کہیں تو حق یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا جنھیں تاج العرفاء کہیں بجا، جنھیں مجدد وقت اور امام اولیاء سے تعبیر کریں تو صحیح، جنھیں حرمین طیبین کے علمائے کرام نے مدائح جلیلہ سے سراہا "انہ سید الفرد الامام"، کہاں ان کے ہاتھ پر بیعت ہوئے۔ اپنا شیخ طریقت بنایا، ان سے سندیں

لیں ، حجاز میں لیں انھیں اپنا استاد مانا ، پھر ایسے کی صحبت کیسی بابرکت صحبت ہوگی سچ تو یہ ہے کہ اس صحبت کی برکت نے انسان کر دیا ..... جنکی نظر عنایت نے پکا مسلمان بنا دیا " الملفوظ ، ص ۴

راقم الحروف " احوال پاکیزہ و کرم مفتی اعظم " ۱۹۸۱ء کے تاریخی عنوان سے منقبت اور تاریخی مادوں پر مشتمل سیرت منظوم ہدیہ قارئین کر رہا ہے۔

فراقِ مفتیِ اعظم ہند

مرثیہ مرشد زمانہ ۱۴۰۲ھ ‏ ۱۹۸۱ء ‏ مرثیہ سردار اصفیاء ۱۴۰۲ھ

کیا بتاؤں کون کیسا مقتدا جاتا رہا ‏ ‏ مقتدا کرتے تھے جنکی اقتدا جاتا رہا

خوبصورت خوب سیرت خوش لقا جاتا رہا ‏ ‏ خوبیِ خوباں کا جو معیار تھا جاتا رہا

حق شعار و حق نگر حق آشنا جاتا رہا ‏ ‏ حق نگار و حق نظر حق رہنما جاتا رہا

پارسائی کی سند ملتی تھی جنکی ذات سے ‏ ‏ پارساؤں میں وہ ایسا پارسا جاتا رہا

آفتاب نور پہنچا جس کا تا نصف النہار ‏ ‏ وہ ہوا زائل تو عالم نور کا جاتا رہا

اٹھ گیا نوری میاں کا وارثِ حق اٹھ گیا ‏ ‏ جانشینِ حضرتِ احمد رضا جاتا رہا

کس کو ڈھونڈیں کسکو پاؤں اور کریں کس سے سوال ‏ ‏ خود تھا ہر اک بات کا جو فیصلہ جاتا رہا

نطق ہی خاموش ہو جاتا کبھی جس کے حضور ‏ ‏ وہ فصیح بے بدل اسلام کا جاتا رہا

مجلس بیعت میں آ جاتے تھے جسکی غوث پاک ‏ ‏ دوستو! وہ نائب غوث الوریٰ جاتا رہا

اے بریلی اے زمین تاجدار علم و فن ‏ ‏ جو امانت دار تھا اسلاف کا جاتا رہا

جانے والے تجھ پہ ہوں سو سو خدا کی رحمتیں ‏ ‏ تو گیا کیا حوصلہ اسلام کا جاتا رہا

مصطفےٰ تھا نام جس کا وہ تھا مصطفےٰ[1] ‏ ‏ صورت و سیرت میں تھا جو مصطفےٰ جاتا رہا

مصطفےٰ منزل[2] میں تو اور مصطفےٰ[3] منزل ترا ‏ ‏ از بریلی تا مدینہ تا ابد جاتا رہا

[1] پسندیدہ [2] مراد قیام گاہ ، مدینہ میں جہاں آپکا قیام ہوا اس کا نام بھی مصطفےٰ منزل تھا
[3] ذات نبوت مراد ہے صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم

اے شبیہ حضرت احمد رضا پائندہ باد ‏ ‏ تو گیا تو آہ اب احمد رضا جاتا رہا

گھولدیتا تھا جو رس کانوں میں میٹھے بول سے ‏ ‏ اے سراپا گوش وہ شیریں ندا جاتا رہا

مدرسہ ہو کوئی مسجد ہو یا کوئی خانقاہ ‏ ‏ ہر مکاں میں تو مکیں تھا لاریب تنہا جاتا رہا

منزل گم کردہ منزل ہدایت کا نشاں ‏ ‏ مرشد و ہادی ہمارا آسرا جاتا رہا

زندگی بھر تھی رضائے مصطفےٰ جسکو عزیز ‏ ‏ وہ رضائے مصطفےٰ کا مصطفےٰ جاتا رہا

ڈوب کر بحر فنا میں وہ بقا کے گھاٹ تک ‏ ‏ بہر دیدار شہ اصل بقا جاتا رہا

احمد نوری نے دی تھی جسکی ولادت کی خبر ‏ ‏ اس بشارت کی خبر کا مبتدا جاتا رہا

دل گیا تو غم نہیں کہ دلربا کے پاس تھا ‏ ‏ غم تو یہ ہے آج اپنا دلربا جاتا رہا

ہر دل بیکل کو کل ملتی تھی جسکی دید سے ‏ ‏ اس دل بے آسرا کا آسرا جاتا رہا

احمد نوری نے دی جسکو خلافت بچپن میں تھا ‏ ‏ "تا ابد نوری کا وہ نوری رضا جاتا رہا

دست بھی جسکا براہ راست دستِ غوث تھا ‏ ‏ جو مریدوں پر تھا یعنی کالسماء جاتا رہا

جو رہا شیر خدا ہر دم خدا کی راہ میں ‏ ‏ "وہ ولئ حق امام الاتقیاء جاتا رہا"

ڈٹ گیا جو جو ہمیشہ موج صد طوفاں میں ‏ ‏ کشتئ امت کا ایسا ناخدا جاتا رہا

مملکت نفس امارہ ہوا جس کے حضور ‏ ‏ جو بہر خاص تھا تیر قضا جاتا رہا

لمحہ لمحہ جو مجسم شاغل و ذاکر رہا ‏ ‏ شغل ذکر و فکر وہ مشغلہ جاتا رہا

فرط ذوق خسرو اجمیر و شاہ جیلاں لیا ‏ ‏ ہم گنہگاروں کے دل کا حوصلہ جاتا رہا

ہو گیا محراب و منبر آہ سونا ہو گیا ‏ ‏ راکع و خاشع امام الاولیاء جاتا رہا

ہو گیا تاریک عالم اور ظلمت بڑھ گئی ‏ ‏ چھپ گیا وہ آفتاب پر ضیاء جاتا رہا

ناز تھا جس پہ سبھی کو جو ناز پہ خود ناز کو ‏ ‏ وہ سراپا نازش اصل ولا جاتا رہا

پیر وہ ایسا کہ لاکھوں لاکھ ہوں جسکے مرید ‏ ‏ اس صدی کا بے بدل وہ رہنما جاتا رہا

ذات تھی جس کی مریدوں کیلئے حصن حصین ‏ ‏ وہ حفاظت کا مکمل دائرہ جاتا رہا

[1] اس سے حضرت ممدوح کا فیضان مراد ہے

ہمسفر حیران منزل دور شب رہ پر خطر　　قافلے کی خیر میرت فلد جاتا رہا

جس نے دی تھی یہ دعا خوشتر کو خوشتر کر خدا

آہ! وہ خوشتر کا خوشتر خوش ادا جاتا رہا

شیخ المشائخ مرشد العلماء قطب الاولیاء رئیس الاتقیاء شاہزادہ امام احمد رضا حضور مفتی اعظم ہند مولانا شاہ مصطفےٰ رضا خاں نوری کی وفات حسرت آیات پر قطعات اور

تاریخی مادے

"تواریخ وصالِ محبوب"

۱۴۰۲ھ ——— ۱۹۸۱ء

داد ہاتف صبحدم ایں چہ خبر　　گریہ کرد آدمی جن و ملک

آں رئیس الاتقیا زد و الاحترام　　کرد رحلت سیکو فرجا بفلک

"کعبۂ دل مرشدی آل الرحمٰن مولانا مصطفےٰ" —— "رضا نوری اہل جود و عطا" —— "مشابہ احمد رضا" —— "ولی زمان خاتم الفقہاء" —— "قبلۂ طالبان صاحبزادہ احمد رضا" —— "تارک دنیا مرشد العلماء" —— "دلی عدیل مصطفےٰ رضا" —— "فقیہ اعظم دین اسلام" —— "دین پناہ ابوالبرکات محی الدین جیلانی آل الرحمٰن" —— "محمد مصطفےٰ رضا ولی بالا" —— "مزاج شناس اعلیحضرت" —— "ابن محقق ولی مجدد اعلیحضرت" —— "مولد مصطفےٰ رضا" —— "تاریخ نیک وجود" —— "تاریخ جلوس" —— "مصطفےٰ رضا پاک زاد آمد" —— "گدائے نوری کی ولادت باسعادت" —— "ولی کامل خاتم اکابر" —— "سنی نوری رضوی" —— "آماجگاہ قادری رضوی" —— "خلیفۂ عدیم البدل ابوالحسین احمد نوری" —— "زیب فصحا خاتم الخلفاء" —— "منزل عمیان غوث الوری" —— "سیدی مفتی اعظم ہند قدوۂ اصفیاء" —— "رضی اللہ القدوس عنہ" —— "لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ سوئے بہشت عازم است" —— "حقا سلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ" —— "ان کا ابراہیم غلام" —— "واصف سیدی خوشتر صدیقی"

پیشکش: فقیر قادری سگ بارگاہ رضوی محمد ابراہیم خوشتر صدیقی بانی سربراہ سنی رضوی سوسائٹی انٹرنیشنل —— ماذون و مجاز سلسلۂ عالیہ قادریہ رضویہ مجاز مصطفویہ رضویہ

حضور مفتی اعظم عالم اسلام مولانا شاہ محمد مصطفےٰ رضا خاں نوری رضوی بریلوی نور اللہ مرقدہ نے اپنا کلام اپنے دست فیض عام سے لکھا ہوا راقم الحروف فقیر قادری سگ بارگاہ رضوی محمد ابراہیم خوشتر صدیقی کو عطا فرمایا۔ اور اپنے کاشانۂ اقدس بریلی شریف میں عید میلاد کی تقریب میں اسی سے پڑھوا کر سنا۔ یہ نعت "نعت شفاعت طلب" کے تاریخی عنوان سے پہلی بار "تذکرۂ جمیل" کے قارئین کی نذر کر رہا ہوں۔

نعت شفاعت طلب

۱۲ ——— ھ ——— ۱۴

پڑھوں وہ مطلع نوری ثنائے مہر انور کا　　ہو جس سے قلب روشن جیسے مطلع مہر محشر کا

ثنا نوری چمکتا مطلع وصف رخ انور کا　　وہ جس کے سامنے ہو ماند چہرہ ماہ خاور کا

سرِ عرش علیٰ پہنچا قدم محبوب داور کا　　زبان قدسیاں پر شور ہے اللہ اکبر کا

بنا عرش بریں مسند کف پائے منور کا　　خدا ہی جانتا ہے مرتبہ سرکار کے سر کا

دو عالم صدقہ پاتے ہیں مرے سرکار کے در کا　　اسی سرکار سے ملتا ہے جو کچھ ہے مقدر کا

مٹے ظلمت جہاں کی نور کا سرکار کا جو ظلم میں　　نقاب روئے انور لے مرے خورشید اب سر کا

بڑے دربار میں پہنچا یا مجھکو میری قسمت نے　　مری جاں صدقے کیا کہنا مرے اچھے مقدر کا

ہے خشک و تر پہ قبضہ جس کا وہ شاہ جہاں یہ ہے　　یہی ہے بادشاہ کا یہی سلطان سمندر کا

ضیا بخشی تری سرکار کی عالم پہ روشن ہے　　مہ و خورشید صدقہ پاتے ہیں پیارے ترے در کا

نگاہِ مہر سے اپنی بنایا مہر ذروں کو　　الٰہی نور دن دونا ہو مہر ذرہ پرور کا

طبق پر آسماں کے لکھتا میں نعت شہ والا　　قلم اے کاش مل جاتا مجھے جبریل کے پر کا

مقابل ذرہ در کے ذرا سا منہ نکل آیا　　بہت شہرہ سنا کرتے تھے ہم خورشید محشر کا

جمال حق نما دیکھیں عیاں نور خدا پائیں　　کلیم آئیں اٹھا دیکھیں ذرا پردہ ترے در کا

نہ سایا رخ کا ہرگز نہ سایہ نور کا ہرگز　　تو سایہ کیسا اس جان جہاں کے جسم انور کا

وہ آئینہ اگر دیکھیں تو لینے آپ کو دیکھیں　　کہاں ہے آئینہ میں اور کہاں ان کے برابر کا

محال عقل ہے تیرا مماثل اے مرے سرور　　تو ہم بھی نہیں کر سکتا ہے اعلیٰ تیرے ہمسر کا

خدا شاہد رضا کا آپ کی طالب رضا ہوگا ۔۔۔ تعالیٰ اللہ رتبہ میرے عالی میرے یاور کا
دبا جاتا ہوں میں آقا دبالی ہے ۔۔۔ یہ بھاری بوجھ عصیاں کا مرے سر کا ذاکر کا
ہمیشہ رہتی دنیا تک رہیں دونوں شاہ والے معلّی ۔۔۔ رہیں ہم تا ابد آباد سر پر سایہ سرور کا
ہے دونوں جہاں میں منہ اجالا اپنا اے آقا ۔۔۔ نصیبہ جاگ اٹھے مری ہر ایک دختر کا
یہ ان کے بچے انکی ماں رہیں دارین میں شاداں ۔۔۔ ہے بالخیر ان کے سر پہ سایہ ان کے یاور کا
یہ سب دونوں جہاں میں متقی اور کیا الٰہی ۔۔۔ نہ دیکھے ان میں غم کوئی کبھی اولاد و شوہر کا

جو آب و تاب دنداں منور دیکھ لے نوری
مرا بحرِ سخن سرچشمہ ہو خوش آب گوہر کا

علامہ حسنین رضا خاں بریلوی

حضرت علامہ مولانا حسنین رضا خاں ابن استاد زمن مولانا حسن رضا خاں حسن بریلوی ۱۳۱۰ھ/۱۸۹۲ء میں پیدا ہوئے آپ مفتی اعظم سے عمر میں چھ ماہ بڑے تھے۔ آپ امام احمد رضا کے برادر زادہ، تلمیذ اور خلیفہ تھے۔ آپ نے حجۃ الاسلام سے بھی مفتی اعظم کی معیت میں کتابیں پڑھی ہیں۔ دار العلوم منظر اسلام بریلی میں تدریسی خدمات کے ساتھ اشاعتی میدان میں بھی آپ نے بڑا کام کیا ہے۔ حسنی پریس جماعت رضائے مصطفےٰ اور ماہوار جریدہ "الرضا" آپ کی زندگی کے کارہائے نمایاں ہیں۔ حسنی پریس سے امام احمد رضا کی تصانیف کی اشاعت میں آپ کا بڑا حصہ ہے۔ آپ ایک کامیاب مدرس، نامور مصنف، سلجھے ہوئے مضمون نگار اور باغ و بہار شخصیت کے مالک تھے۔ آپ کا وصال ۱۴۰۱ھ/۱۹۸۱ء میں ہوا۔ خانقاہ قادریہ رضویہ نوریہ بریلی آپ کا مدفن قرار پایا۔ آپ کو بھی حضرت شاہ ابو الحسین احمد نوری مارہروی سے شرف بیعت حاصل تھا۔ آپ کی باقیات صالحات میں مولانا سبطین رضا خاں، مولانا تحسین رضا خاں، مولانا حبیب رضا

ے حضرت مولانا حسنین رضا خاں صاحب کے منجھلے صاحبزادے جامع معقول و منقول، کامیاب مدرس، بیدار مغز عالم باعمل، خلیفہ مفتی اعظم ہند بڑی دلنواز شخصیت کے مالک ہیں ـــــ ۱۹۳۰ء/۱۳۴۹ھ محلہ سوداگران بریلی میں پیدا ہوئے درس نظامیہ کی تکمیل دار العلوم منظر اسلام و منظر اسلام بریلی میں کی۔ دورۂ حدیث محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد سے لائلپور پاکستان میں پڑھا۔ الٰہ شرقیہ کے امتحانات الٰہ آباد بورڈ سے امتیاز کی (باقی صفحہ آئندہ پر)

خاں اور ایک صاحبزادی (اہلیہ مولانا اختر رضا خاں ازہری) ہیں۔ اس سلسلہ زریں میں قطب العالم مولانا رضا علیخاں بریلوی سے ان تینوں صاحبزادگان تک علم دین اور خدمت دین کا سلسلہ جاری ہے۔ آپ نے سنی رضوی اکاڈمی ماریشس کے جشن تاسیس پر ۱۹۶۷ء/۱۳۸۷ھ کو ایک بڑا ایمان افروز اور تاریخی پیغام ارسال فرمایا تھا

حضرت علامہ مولانا تقدس علی خاں

مولانا تقدس علی خاں اپنے والد ذیشان الحاج شہزاد ولی خاں م ۱۳۹۵ھ ابن حکیم ہادی علی خاں کے گھر بریلی میں پیدا ہوئے۔ استاد زمن مولانا حسن رضا خاں حسن بریلوی نے تاریخی نام "تقدس علی خاں" ۱۳۲۵ عطا فرمایا۔ آپکے پردادا رئیس الحکماء تقی علی خاں ابن کاظم علی خاں امام احمد رضا کے جد امجد مولانا رضا علی خاں کے سگے بھائی تھے۔ آپ اپنے چاروں بھائیوں تقدس علی خاں، اعجاز ولی خاں، عبد العلی خاں، مقدس علی خاں میں سب سے بڑے تھے۔ آپ کا شجرۂ نسب کاظم علیخاں میں امام احمد رضا سے مل جاتا ہے۔ آپ حسب و نسب کے اعتبار سے کاظمی اور بیعت کے اعتبار سے رضوی اور اجازت و خلافت کے اعتبار سے حامدی ہیں۔ آپ امام احمد رضا کے فرزند معنوی اور حجۃ الاسلام مولانا محمد حامد رضا خاں کے ارشد تلمیذ، فرزند

(صفحہ گزشتہ کا باقی حاشیہ) درجات پاس کئے۔ پڑھنے کے زمانے ہی سے پڑھانے کا سلسلہ جاری ہے۔ جتنا پڑھا اس سے کہیں زیادہ پڑھایا۔ مگر پھر بھی نام و نمود سے دور شہرت سے نفور اپنوں اور بیگانوں کے مشکور اور عند اللہ ماجور ہیں۔ باقیات میں تین صاحبزادے حسان رضا خاں، رضوان رضا خاں، صہیب رضا خاں اور ایک صاحبزادی ہیں۔ راقم الحروف کے لئے یہ باعث شرف ہے کہ وہ محب موصوف کا ہم عمر، ہم مزاج، ہم پیالہ، ہم نوالہ اور دو دو عدد کے علاوہ وقاصی مبارک وغیرہ بعض کتابوں میں ہم درس رہا ہے۔ آپ سے مودت و رفاقت کا سلسلہ اس عیسوی کے پانچویں عشرے سے اب تک جاری ہے۔ تقریباً یہ کہنا صحیح ہوگا کہ

• یہ نصف صدی کا قصہ ہے دو چار گھڑی کی بات نہیں

• "الارواح جنود مجندۃ" کے حدیثی ارشاد کے مطابق اس جہان میں تو اس کا مشاہدہ ہو رہا ہے اور رفیق مذکور کی طبع یک گیر ہمہ گیر سے یہی امید ہے کہ دوسرے جہان میں بھی ایسا ہی ہوگا ـــ
یہ کیفیت اسے ملتی ہے جسکے مقدر میں ۔۔۔ مئے الفت خم میں ہے شیشے میں ساغر میں
مندرجہ بالا سطور محب گرامی قدر کیلئے صرف واقعاتی ہیں ان میں تعلقات کو کوئی دخل نہیں۔

نسبتی اور چاروں سلاسل میں خلیفہ و مجاز ہیں۔ نیز حضر و سفر میں رفیق و خادم اور اعزا میں سب سے زیادہ قریب تھے۔ آپ کو امام احمد رضا سے ۱۳۳۲ھ سے شرفِ بیعت حاصل ہے۔ آپ نے شرح جامی کا خطبہ بلا واسطہ امام احمد رضا سے پڑھا ہے۔ بہت سے علما خصوصاً محدثِ اعظم مولانا سردار احمد نے آپ سے یہی خطبہ پڑھ کر رضوی نسبت تلمذ کا حصول کیا ہے۔ مدرسہ عالیہ رامپور اور دارالعلوم منظر اسلام بریلی میں آپ تعلیم حاصل کرتے رہے۔ آپ کے اساتذہ میں شمس العلما مولانا ظہور الحسین فاروقی مجددی رامپوری صدر المدرسین دارالعلوم منظر اسلام، مولانا نور الحسین فاروقی مجددی رامپوری، مولانا رحم الٰہی، مولانا حسنین رضا خاں، صدر الشریعہ مولانا امجد علی اور حجۃ الاسلام مولانا محمد حامد رضا خاں ہیں۔ آپ نے درسیات کے علاوہ رد المحتار کا مقدمہ بھی پڑھایا اور فتویٰ نویسی کی مشق بھی کرائی۔ ۱۳۴۵ھ میں دارالعلوم منظر اسلام بریلی سے فراغت کے بعد اسی دارالعلوم کے نائب مہتمم رہے اور اسی سے اپنی تدریس کا آغاز کیا اور آپ کا یہ سال تدریس تاریخی "تدریس تقدس علی" قرار پایا۔ اگرچہ آپ نائب مہتمم تھے مگر دارالعلوم، عرس قادری وغیرہ کا سارا اہتمام آپ سے متعلق تھا۔ اور "نائب صاحب" کے لقب سے آپ مشہور ہوئے۔ آپ جس محفل میں ہوتے جانِ محفل ہوتے۔ اعلام و اسمار میں نئے نئے معنی پیدا کرنا، علمی معنویت کے ساتھ، مذاق و مزاح کا رنگ پیدا کرنا آپ کا طرۂ امتیاز تھا۔ آپ پوری زندگی تدریسی، مجلسی، مسلکی، قومی میدان میں سرگرم عمل رہے۔ عرس قادری رضوی، یوم رضا، ملی اور مسلکی اجتماع کی مسند صدارت کو زینت بخشتے رہے۔ ۵ مئی ۱۹۵۲ء سے جامعہ راشدیہ پیر جو گوٹھ ضلع خیر پور سندھ کے شیخ الجامعہ کے منصب پر تا حیات فائز رہے۔ آپ کی تدریسی زندگی ساٹھ سال شب و روز میں رواں دواں نظر آتی ہے آپ سُنّی کانفرنس مراد آباد کی دونوں تقریب (۴ر اکتوبر ۱۹۳۹ء، ۲۷ تا ۳۰ ر اپریل ۱۹۴۶ء) میں شریک رہے اور تحریک پاکستان کے ہر اول دستے میں آپ کی خدمات نمایاں رہیں۔ امام احمد رضا کے مسلک کی اشاعت اور رضوی مسجد و مدرسہ خانقاہ کی تعمیر آپ کی زندگی کے کارہائے نمایاں ہیں۔ پیر جو گوٹھ میں امام احمد رضا کی یاد میں "مسجد رضا" تعمیر کی اور زندگی بھر اسی مسجد کی خدمت کرتے رہے۔

آپ نے حرمین طیبین کا پہلا سفر ۱۳۶۳ھ / ۱۹۴۵ء میں بریلی شریف ہندوستان سے کیا۔ راقم الحروف کا یہ زمانۂ تعلیم تھا۔ مگر موصوف مذکور کی تعلیم و تربیت سے مالا مال تھا۔ اس سفر سے ظفر سے

واپسی پر دارالعلوم منظر اسلام میں ایک شاندار جلسہ تہنیت کا انعقاد ہوا۔ اس فقیر نے یہ تاریخی رباعی پیش کی ؎

جو لیاں نعمتِ دارین سے بھر کر اپنی ۔۔۔ پھر وطن کو مرے مخدوم و مکرم آئے

شاد و مسرور ہیں کس درجہ وہ اللہ اللہ ۔۔۔ کتنے انعام خدا جانے وہاں سے پائے

ہوئی تاریخ یہ خوشتر زسرِ کیفِ دوام ۔۔۔ "دل کو پر نورِ تجلّی سے بنا کر لائے" (۱۳۶۵ھ)

آپ نے دوسرا سفر حج و زیارت ۱۳۸۸ھ / ۱۹۶۹ء میں کیا۔ یہ فقیر قادری مع اہل و عیال اس مبارک سفر میں حضرت موصوف کی معیت کا شرف حاصل کرتا رہا۔ پھر آپ نے پاکستان سے تیسرا حج و زیارت کا سفر کیا۔ اور عمرہ و زیارت مدینہ منورہ تا دم اخیر مسلسل بارہ سال تک کرتے رہے۔

اس راقم الحروف کو ۲ ر شعبان المعظم ۱۴۰۷ھ شرح جامی کا خطبہ پڑھا کر امام احمد رضا کی نسبت تلمذ سے نوازا اور سلاسل اربعہ میں خلافت و اجازت سے مالا مال فرمایا۔ ہند و پاک کو اپنے علمی و روحانی فیضان سے نوازتے ہوئے ۲۲ ر فروری بروز پیر ۱۹۸۸ء خدائے واحد قدوس کی بارگاہ میں حاضر ہو گئے اپنے والد گرامی وقار کے پہلو میں پیر جو گوٹھ خیر پور سندھ میں آرام فرمایا۔

[illegible]

فاضلِ جلیل مولانا مفتی محمد اعجاز ولی خاں رضوی بریلوی

آپ وقت کے نامور فقیہ، راسخ العقیدہ سنّی عالم دین اور پاکستان میں رضویت کے علمبردار، ۱۱ربیع الثانی ۱۳۳۲ھ / ۲۰ر مارچ ۱۹۱۴ء بروز منگل بریلی شریف میں پیدا ہوئے۔ آپکے پردادا رئیس الحکماء نقی علی خاں ابن کاظم علیخاں حضرت مولانا رضا علیخاں جدّ امجد امام احمد رضا خاں کے حقیقی بھائی تھے۔ اس طرح آپ کا سلسلۂ نسب کاظم علیخاں میں امام احمد رضا سے مل جاتا ہے۔

عقیقہ کی تقریب پر آپ کا نام "محمد" رکھا گیا۔ اعجاز ولی خاں عرف قرار پایا۔ ۲۵ر شعبان ۱۳۳۶ھ کو امام احمد رضا فاضل بریلوی نے بسم اللہ شروع کرائی اور قرآن حافظ عبدالکریم قادری بریلوی سے پڑھا۔ مولانا تقدس علیخاں رضوی شیخ الحدیث جامعہ راشدیہ پیر جو گوٹھ سندھ، برادر اکبر مولانا مختار احمد سلطان پوری اور مولانا حسنین رضا خاں بریلوی سے متوسطات تعلیم حاصل کی۔ حضرت مفتی اعظم مولانا شاہ محمد مصطفےٰ رضا خاں بریلوی سے شرح جامی اور مولانا سردار ولی خاں عزّو میاں سے جلالین پڑھی۔ آپنے درسیات کی تکمیل حضرت صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی مصنف بہار شریعت سے مدرسہ سعیدیہ دادوں علیگڈھ میں کی۔ مفتی اعظم ہند نے ۱۳۵۶ھ/۱۹۳۷ء سند حدیث عطا فرمائی۔ آپنے تدریسی دنیا میں بڑا نام پیدا کیا۔ بریلی شریف، جھنگ، جہلم، لاہور میں کتب معقول و منقول کی تدریس میں بڑی شہرت حاصل کی۔ شیخ الحدیث والفقہ کی حیثیت سے تو آپ کی ذات مسلّم تھی۔ بریلی شریف ہی سے آپنے فتویٰ نویسی کا آغاز کیا۔ اور پاکستان میں اس منصب جلیل پر آپ مفتی اعظم ہند کے وارث وامین تھے۔ جمیعۃ علمائے پاکستان کی تنظیم میں آپنے بڑا نمایاں کردار ادا کیا۔ آپ کو حضرت حجۃ الاسلام مولانا شاہ محمد حامد رضا خاں بریلوی سے سندِ حدیث حاصل تھی۔ اور شرفِ تلمذ بھی تھا۔ آپ سلاسل اربعہ میں حضرت موصوف سے ماذون ومجاز تھے۔

امام احمد رضا کے خاندان میں آپ کو علم جفر سے قدرے مناسبت تھی۔ اس کا مشاہدہ راقم الحروف نے خود کیا ہے۔ آپ نے چند سال پہلے ہی مجھے اپنے وصال کی خبر دی۔ پھر میں نے رمضان سے پہلے اسکی تصدیق چاہی کہ آپ کی پیشگوئی کے مطابق رحلت آپ کی رمضان میں ہوگی۔ ہنوز برقرار ہے آپ نے جواباً ارشاد فرمایا اب قدرے تبدیلی واقع ہوگئی ہے۔ اب یہ سانحہ شوال میں ہوگا۔ چنانچہ آپکا

وصال ۲۳ر شوال ۱۳۹۲ھ ۱۹ر نومبر ۱۹۷۲ء لاہور میں ہوا۔ اور اپنی خواہش کے مطابق مدینۃ الاولیاء لاہور میانی صاحب میں آسودۂ خواب ہوگئے۔

آپ کی اولاد و امجاد میں محمد یوسف ظفر پاشا (ولادت ۱۵ر اگست ۱۹۴۵ء) بی ایس سی انجینیرنگ بی اے برطانیہ، تحسین فاطمہ ایم ایس سی فزکس گولڈ میڈلسٹ (ولادت مارچ ۱۹۵۳ء) کراچی پاکستان میں مقیم ہیں۔

راقم الحروف کے لکھے ہوئے تاریخی قطعات مزار پاک کی تختی پر کندہ ہیں۔

اٹھ گیا دنیا سے وہ عالی نسب ٭ ہر سخن جسکا تھا پیغام طرب
سال رحلت کا ہے "تاریخ وَرَع" ٭ تیئیسویں شوال سہ شنبہ کی شب
۱۳۹۲ھ

رخصت ہوا جہاں سے یہ کوئی باکمال ٭ ہر صاحب زمیں تو فلک غم سے ہے نڈھال
عقبیٰ کی فکر دیکھا جسکو رہا ملال ٭ "آبادِ خیر عاقبت" اس کا سن وصال
۱۳۹۲ھ

تحدیث نعمت کے طور پر لکھ رہا ہوں کہ تاریخی استخراج کے فن میں حضرت فقیہ عصر سے میں نے استفادہ کیا ہے

محدث اعظم پاکستان حضرت شیخ الحدیث مولانا ابو الفضل محمد سردار احمد قدس سرہ العزیز

حضرت شیخ الحدیث ۱۳۲۲ھ/۱۹۰۴ء میں قصبہ دیال گڑھ تحصیل بٹالہ ضلع گرورداسپور پنجاب میں پیدا ہوئے۔ والد گرامی کا نام چودھری میراں بخش تھا والدہ نے سردار محمد کہکر پکارا۔ والد نے سردار احمد نام رکھا۔ اور آپنے خود اپنا نام "محمد سردار احمد" تحریر فرمایا [1]

ابتدائی تعلیم قصبہ دیا گڑھ میں پائی۔ اسلامیہ ہائی اسکول بٹالہ سے میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ ایف اے کی تیاری کے لئے ۱۹۲۶ء میں لاہور تشریف لائے

ع" کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا ایں جاست" کا وقت آگیا۔

متحدہ ہندوستان کے صوبہ پنجاب کا مرکز علم وفن لاہور کی مرکزی انجمن حزب الاحناف کا عظیم الشان جلسہ بیرون دہلی دروازہ اپنے زیر شامیانہ ملک و ملت اور دنیائے اہلسنت کے تمام شہرۂ آفاق علماء ومشائخ کا دلکش نظارہ پیش کر رہا تھا کہ علم عمل کا تاج محل حضرت صدر الافاضل مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ نے دوران خطاب یہ اعلان فرمایا۔

---

[1] راقم الحروف نے حضرت کی اہم تصنیف "اسلامی قانون وراثت" پر اپنی منظوم تقریظ کا مقطع

" سردار محمد پہ قربان میں ہو جاؤں ÷ خوشتر یہ تمنا ہے پوری ہو یہ حسرت بھی " ؎

جب خدمت میں پیش کیا تو حضرت نے دعاؤں سے نوازتے ہوئے فرمایا کہ "میری ماں نے مجھے "سردار محمد" ہی کہہ کر پکارا"۔

"حضرات! امام اہل سنت مجدد دین وملت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی کے شاہزادے (صاحبزادے) حضرت فیض درجت مفتی انام مرجع الخواص والعوام حجۃ الاسلام مولانا شاہ حامد رضا خاں فلاں گاڑی سے تشریف لا رہے ہیں"۔

اس اعلان کو ہزاروں کے اجتماع میں ایک اسٹوڈنٹ سراپا گوش سردار احمد نامی بھی سن رہا تھا۔ اور یہ فیصلہ کئے بغیر نہ رہ سکا اور اس کا یہ فیصلہ درست تھا کہ جس شخصیت کا تعارف اپنے وقت کا صدر الافاضل فضیلت و کرامت کے خوبصورت الفاظ سے کر رہا ہو وہ شخصیت خود کتنی بلند مرتبت اور امام شریعت وطریقت ہوگی۔ اور یہ اندازہ بالکل صحیح ثابت ہوا چنانچہ قدرت نے حضرت حجۃ الاسلام کی صورت میں سردار احمد کو ایک ایسا سردار فراہم کر دیا جسکی تعلیم وتربیت نے ایک انگریزی پڑھنے والے اسٹوڈنٹ کو عالم، فاضل، شیخ الحدیث اور محدث اعظم پاکستان بنا دیا۔

" داد او را قابلیت شرط نیست، بلکہ شرط قابلیت داد اوست"

سردار احمد حجۃ الاسلام کی بارگاہ میں

امام احمد رضا خاں قدس سرہ کا شاہزادہ حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں لاہور میں جلوہ فرما تھا۔ عوام کی بات نہیں، خواص کے دیدہ ودل بھی فرش راہ تھے۔ اب بیرون دہلی دروازہ لاہور کا جلسہ گاہ جلوہ گاہ اہل نظر تھا۔ حضرت موصوف کا حسن خداداد نگاہوں کو خیرہ کر رہا تھا "لاہور میں دولہا بنا حامد رضا حامد رضا" کی چاروں طرف دھوم تھی کہ یہی سردار احمد کشاں کشاں حضرت حجۃ الاسلام کی بارگاہ تک رسا ہوا۔ زیارت ودست بوسی کی سعادت میسر آئی۔ فیضان نظر اپنا کام کر گیا اب لاہور کے یہی ایف اے کا طالب علم اسیر حجۃ الاسلام ہو کر مرکز ایمان آگہی بریلی شریف کیجانب رواں دواں تھا۔

تعلیم و تربیت

شہر بریلی محلہ سوداگران خانقاہ عالیہ رضویہ کی گلی میں ایک طالب علم صرف و نحو کی ابتدائی کتاب ہاتھ میں لئے سرکاری لالٹین کی روشنی میں کھڑا محو مطالعہ تھا۔ تحصیلِ علم کے یہ انداز بڑے دلکش تھے۔ رات کے سناٹے کا عالم اس طالب علم کے درخشاں مستقبل کو آواز دے رہا تھا۔ کہ اتنے میں مربی روحانی و ہادی رحمانی حضرت حجۃ الاسلام کی نگاہ حق آگاہ علم و عمل کے اس رسیا طالب علم پر جا پڑی۔ آپ کی شفقت بے نہایت نے آواز دی "تقدس میاں!" (مولانا تقدس علیخاں فرزند نسبتی حضرت حجۃ الاسلام) سردار احمد کو مطالعہ کیلئے اُن کے کمرے میں روشنی فراہم کی جائے۔

واقعات بتا رہے ہیں کہ چراغ کی روشنی میں یہی طالب علم اپنا دیدہ و دل فروزاں کرتا۔ حضرت موصوف کے زیر سایہ تعلیم و تربیت کے منازل بڑی تیزی سے طے کر رہا تھا۔ اب اس کے طعام و قیام کا انتظام بھی رضوی دولتکدہ سے متعلق تھا۔ تا آنکہ لوگ یہ گمان کرنے لگے کہ یہ طالب علم خاندانِ رضا کا ایک فرد ہے۔

دیکھنے والوں کا یہ بیان ہے کہ یہی طالب علم مسجد میں ہوتا تو عابد و زاہد خانقاہ میں ہوتا تو فنافی الشیخ اور درس گاہ میں ہوتا تو تحصیل علم میں شاغل اور سراپا ادب تلمیذ نظر آتا۔

صرف و نحو کی خشک مگر دلچسپ وادیوں سے گذرتا، جب اس کو تفقہ فی الدین کی منزل نظر آئی تو اس نے اپنے آپ کو وقت کے سب سے بڑے فقیہہ حضرت مفتی اعظم مولانا شاہ الحاج مصطفےٰ رضا خاں کے حضور پایا۔ اب فقیہ المصل کے ابواب روشن تھے اور فقہ کی اس بنیادی منزل میں مفتی اعظم رحمۃ اللہ تعالےٰ

علیہ جیسا استاد میسر آگیا۔

یہ واقعہ ہے کہ حضرت حجۃ الاسلام کی تربیت اور حضرت مفتی اعظم کی تدریس نے مولانا سردار احمد کو ایک ایسے بحر العلوم (حضرت صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ) کے ساحل تک پہونچا دیا جو خیر آبادی علوم کا گنجینہ اور رضوی معارف کا خزینہ تھا۔

بریلی سے اجمیر

یہ قادری فیضان کہئے یا چشتی نسبت کہ اب مولانا کی منزلِ دار الخیر اجمیر خواجہ خواجگاں کی چوکھٹ اور حضرت صدر الشریعہ مولانا امجد علی رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت و خدمت میں علوم و فنون کی تکمیل تھی۔ چنانچہ رضوی خانقاہ کا یہ پروردہ جامعۂ معینیہ عثمانیہ اجمیر مقدس میں اپنے علم و عرفان کی پیاس مسلسل آٹھ سال تک بجھاتا رہا۔ اور اپنے استاد کے حضور معقول اور منقول علوم کی منزلیں طے کرتا یہاں تک پروان چڑھا کہ یہ شجرۂ علمی سدا بہار ہوگیا۔

اجمیر مقدس کے قیام میں حافظ ملت مولانا حافظ عبد العزیز محدث مبارکپوری بانی دار العلوم اشرفیہ مبارکپور حضرت مولانا غلام یزدانی شیخ الحدیث جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی و حضرت صدر الصدور مولانا سید غلام جیلانی میرٹھی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین وغیرہ علماء جو آپ کے شریک درس تھے۔ وہ سب کے سب اپنے علم و فضل میں مشاہیر روزگار رہے۔

حضرت شیخ الحدیث نے ان ماہ و سال میں کتب درسیہ کے ساتھ ساتھ امام اہلسنت مجدد دین و ملت مولانا شاہ امام احمد رضا خاں قادری فاضل بریلوی کی تصنیفات کا بڑا گہرا مطالعہ فرمایا۔ خود ہی ارشاد فرمایا کہ امام اہل سنت قدس سرہٗ کے رسائل و کتب نے میرے لئے وجدان و یقین کی تمام راہیں کشادہ کردیں۔ کتاب سنت

اجماع امت کے تمام نصوص کو آئینہ کر دیا۔ کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا کہ کسی مسئلے کے ماخذ کی تلاش میں راتیں گزر جاتیں۔ چنانچہ حضرت صدر الشریعہ کی عالم بنانے والی کتاب "بہار شریعت" کے کسی مسئلے پر کسی نے اعتراض کیا۔ اور آپ نے اس کے ماخذ کی تلاش میں فتح القدیر کی تمام جلدیں دیکھ ڈالیں۔

یہ روزانہ کا معمول تھا کہ عصر و مغرب کے درمیان حضرت صدر الشریعہ کے ساتھ چہل قدمی میں بھی کوئی نہ کوئی کتاب آپکے ہاتھ میں ضرور ہوتی۔ اور کہیں بھی کوئی موقعہ میسر آجاتا تو علم کے حصول میں کوئی منٹ ضائع نہیں فرماتے چناں چہ فاضل خیرآبادی کی شرح مرقاۃ انھیں اوقات میں آپنے پڑھی۔

حضرت شیخ الحدیث کی زندگی میں اپنے اکابر سے بے پناہ شغف اور اساتذ کا جذبۂ احترام بدرجۂ اتم پایا جاتا ہے۔ اپنے استاذ الکل فی الکل حضرت صدر الشریعہ کا نام لیتے تو ادب و احترام کا پیکر نظر آتے۔ اور اعلیٰ حضرت امام اہل سنت امام احمد رضا کا نام نامی تو اُن کا وظیفہ تھا اُن سے یا اُنکے تلامذہ اور تلامذہ کے تلامذہ سے متعلق مساجد مدارس میں ہر جگہ آپ کو نسبت رضا نمایاں نظر آئے گی۔ چنانچہ برصغیر ہند و پاک کے علاوہ برطانیہ، جنوبی افریقہ ماریشس میں مسجد رضا سنی رضوی سوسائٹی، خانقاہ قادریہ رضویہ، سنی رضوی اکیڈمی، سنی رضوی عید گاہ، قادری رضوی مرکزی مسجد اور جامعہ رضویہ آپ ہی کی اور آپ کے ارشد تلامذہ کی یادگار ہیں۔

یہ سب کچھ نتیجہ ہے الحب فی اللہ والبغض فی اللہ کا کہ اس رنگ میں حضرت موصوف اپنی مثال آپ تھے۔ یہی وجہ ہے کہ اُن کی زندگی سلف صالحین کی طرح احقاق حق و ابطال باطل کے جذبے سے بھرپور نظر آتی ہے۔ کیا مجال کہ خلاف سنت کوئی عمل اُن کے سامنے آئے۔ اور وہ اصلاح نہ کریں۔ دفع مضرت کے مقابلے میں جلب منفعت نام کی کوئی چیز اُن کی زندگی میں نظر نہیں آتی۔ اس راہ

میں جو مصائب و آلام سامنے آتے صبر و شکر کے ساتھ سہتے اور ہر حال میں مسلک اہلسنّت کی ترویج و احیا فرماتے۔ اسلاف کے مسلک اور علمی برتری کیخلاف کوئی لفظ سننا گوارہ نہیں فرماتے۔ جامعہ معینیہ عثمانیہ اجمیر مقدس کا ایک واقعہ خود راقم الحروف سے بیان فرمایا۔

"جامعہ میں ایک فاضل مدرس جامع معقول و منقول تھے۔ ایکدن درس میں الامام البریلوی کی تفقہ فی الدین کی تعریف کرتے ہوئے کہا۔ اعلیٰحضرت فاضل بریلوی فقہ میں ماہر تھے۔ اس جملہ میں فقہ کی قید احترازی تھی۔ اشارۃً فاضل بریلوی قدس سرہٗ کی علوم معقول پہ مہارت کا انکار تھا" ـــــــ حضرت شیخ الحدیث یہ سُن کر تڑپ اُٹھے اور دوسرے ہی دن حضرت کی معرکۃ الآرا اور امکان کذب باری تعالےٰ کے رد پر منفرد کتاب "سبحٰن السبوح" کا ایک ورق کھول کر فاضل مدرس کے سامنے درس میں بیٹھ گئے۔ اور اس پر اظہار خیال چاہا۔ مدرس مذکور فاضل تھے۔ دو چار بار دیکھتے ہی کہا میں پہلے مطالعہ کر لوں پھر کتاب کے باب میں کچھ کہہ سکوں گا۔ چنانچہ دوسرا اور تیسرا دن بھی آگیا۔ اور یہ کہکر فاضل مذکور نے کتاب اور مصنف قدس سرہٗ کی انفرادی حیثیت کا برملا اقرار کر لیا کہ "سبحٰن السبوح" اپنے موضوع میں لاجواب ہے۔ "قاضی اور افق المبین جیسی کتب معقول کے علمی مباحث کا خلاصہ اس میں موجود ہے۔ اور اس کا مصنف یقیناً علوم معقول (منطق و فلسفہ) پہ استحضار رکھتا ہے۔

شیخ الحدیث نے درس نظامی کی تکمیل میں بڑی محنت شاقہ فرمائی۔ اپنی کہنیوں کے بل پوری پوری رات کتب درسیہ کا مطالعہ فرماتے۔ اپنے استاد گرامی حضرت صدر الشریعہ مولانا امجد علی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کی خدمت میں ہر وقت حاضر رہے۔ عصر و مغرب کے درمیان بھی حصول علم کا موقعہ ہاتھ سے نہ جانے دیتے۔ الامام البریلوی کی تصنیفات اور تحقیقات عالیہ تو آپ کا جزو ایمان و یقین تھیں۔ حضرت بحر

العلوم اور فاضل خیر آبادی کی کتابوں کو بڑی وقعت دیتے۔ ردوہابیہ اور رافضیہ میں ان بزرگوں کی عبارتیں جھوم جھوم کر پڑھتے پڑھاتے اور داد تحسین دیتے۔

آپکے مشائخ حدیث میں حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی، حضرت سید آل رسول مارہروی اور اعلیحضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی قدست اسرارہم کے اسمأ نمایاں ہیں۔ اسی طرح علوم منطق وفلسفہ میں آپ کا سلسلہ زریں امام حق مولینا فضل حق خیر آبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تک پہنچتا ہے۔

ان فضائل ومحاسن کے علاوہ آپکو سلسلۂ عالیہ چشتیہ میں حضرت شاہ محمد سراج الحق چشتی گرودا سپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے بیعت وخلافت کا شرف بھی حاصل تھا۔ مزید برآں سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ میں آپ اپنے مربی ظاہری وباطنی حضرت حجۃ الاسلام شاہ محمد حامد رضا خاں قادری بریلوی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ سے ماذون و مجاز تھے۔ افاضل علمار کی ایک بڑی تعداد آپکے گیسوئے طریقت کی اسیر ہے۔ آپکے خلفاء وتلامذہ کے ذریعے اس سلسلے کے مریدین پاکستان کے علاوہ برطانیہ افریقہ مارشیس اور سری لنکا میں بھی کثرت سے پائے جاتے ہیں۔ ؎

حضرت شیخ الحدیث کی ذات میں ان سلاسل کا طرۂ امتیاز "احقاق وابطال باطل" کا بے پناہ جذبہ موجود تھا۔ بے دینوں کا رد بڑی قوت سے فرماتے۔ اپنے تلامذہ اور مسترشدین کو اسی کا حکم دیتے۔ اور ایسے موقعے پہ الامام البریلوی کے یہ اشعار جھوم جھوم کر پڑھتے ؎

دشمن احمد پہ شدت کیجیے ⁂ ملحدوں کی کیا مروت کیجیے
شرک ٹھہرے جسمیں تعظیم رسول ⁂ اس برے مذہب پہ لعنت کیجیے

؎ حضرت محدث اعظم پاکستان کے اس شرف کا تو جواب ہی نہیں کہ آپ نے اپنے ان دونوں شیوخ کی نماز جنازہ اکابر علمار کی موجودگی میں پڑھائی۔

اجمیر سے بریلی

آخر وہ وقت آہی گیا کہ صدر الشریعہ کا تلمیذ جلیل مفتی اعظم ہند کا چاند اور حجۃ الاسلام کا اسیر اپنی ارادت وعقیدت کی آخری قرار گاہ "بریلی" واپس ہوا۔ اور یادگار اعلیحضرت منظر اسلام میں ہدایہ اخیرین سے اپنی تدریسی زندگی کا آغاز کیا۔ جامعہ رضویہ منظر اسلام جہاں آپکو مطالعہ کے لئے لالٹین فراہم کی گئی تھی۔ اب آپکو وہاں ہر کوچک میں علم ودانش کی روشنی پھیلانے کے لئے مقرر کیا جا چکا تھا۔ بریلی کی صبح کہئیے یا علم وفضل کے سورج کا طلوع، کہ اس نئے محدث اعظم کی آمد سے منظر اسلام میں غیر معمولی چہل پہل تھی۔ ہدایہ اخیرین شروع ہونے والا تھا۔ طلبار متن شرح پھر حاشیہ کی عبارتوں کو یاد کئے سوال وجواب سے آراستہ اپنے استاد گرامی کے سامنے حاضر تھے۔

حضرت سیدی واستاذی شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہٗ نے یہ واقعہ خود راقم الحروف سے بیان فرمایا کہ طلبار اس سے پہلے کہ مسائل فقہ میں کچھ کہتے، شرح و متن میں الجھتے اعتراضات کرتے آپنے فقہ اور اصول فقہ سے متعلق چند سوالات ارشاد فرمائے۔ ہدایہ اخیرین کے طلبہ دم بخود لاجواب تھے۔ فقہ دانی کا سارا نشہ ہرن تھا۔ اور انہیں یہ شعور ہو چلا تھا کہ آج قطرے نے بحر علم کے ساحل کو پالیا ہے۔

ادھر یہ لطف چھیڑ چھاڑ تھی اور ادھر حضرت شیخ الحدیث کا مرکز آرزو مرجع خواص وعوام حضرت حجۃ الاسلام مولانا شاہ محمد حامد رضا خاں اس علمی منظر سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔ فرط مسرت سے آپ کی باچھیں کھلی تھیں — اپنے صاحبزادے جیلانی میاں سے بار بار ارشاد فرما رہے تھے، دیکھو! کل کی بات ہے یہ مولانا نے اسی مدرسہ میں میزان شروع کی تھی۔ اور آج خود علم کے میزان دکھائی دے رہے ہیں۔ ادھر مسلسل داد تحسین تھی اور ادھر شیخ الحدیث کی تقریر

ہدایہ اخیرین میں فقہ اور موضوع فقہ پر سیر حاصل گفتگو فرمارہے تھے۔

تدریس کا یہ اتنا حسین آغاز تھا کہ منظر اسلام بریلی کے در و دیوار آباد از طلباء رشاد تھے۔ فیضان رضا کا دریا موج پر تھا۔ پھر اسی فیضان نے جب حضرت موصوف کو جامعہ رضویہ منظر اسلام مسجد بی بی جی صاحبہ بریلی شریف میں شیخ الحدیث کی مسند پر فائز کیا تو برمائے افغانستان تک کے طلباء آپکے ارد گرد جمع ہو گئے۔ ہر طرف قال اللہ وقال الرسول کا غلغلہ بلند تھا۔ منظر اسلام میں دورۂ حدیث کا یہ مبارک دور برصغیر کی تقسیم تک رہا۔

قیام پاکستان کے بعد حضرت شیخ الحدیث نے مفتی اعظم ہند کے اشارے کے مطابق لائلپور پنجاب کو اپنا مستقر بنالیا۔ اور اس طرح پاکستان شیخ الحدیث کی ذات میں محدث اعظم پاکستان میسر آگیا۔

بریلی سے لائلپور

خالق کائنات کو یہ منظور تھا کہ لائلپور کی زرخیز زمین خدام دین وملت علمائے اہل سنّت سے آباد ہو۔ چناں چہ محدث اعظم پاکستان نے جھنگ بازار کے گول میں نماز جمعہ کا آغاز فرمایا۔ مخلوق خدا دور دور سے آپ کا وعظ سننے کے لئے ٹوٹ پڑی۔ آپ کی گفتار نے ہزاروں باکردار افراد پیدا کئے۔ اور مذہب حق اہلسنت وجماعت کی وہ حمایت فرمائی، کہ نہ صرف لائلپور بلکہ پاکستان کا ہر شہر دین حجازی کا مرکز بن گیا۔ مساجد و مدارس وخانقاہ قیل وقال محمد سے گونجنے لگے۔

نظامی درس، خیرآبادی حکمت اور رضوی مسلک اہل سنّت کی نشر واشاعت کے لئے جامعہ رضویہ مظہر اسلام کی بنیاد رکھی۔ دورۂ حدیث شریف آپ نے خود پڑھانا شروع کر دیا۔ آپکے علم وفضل کی آواز اس قدر بلند ہوئی کہ نہ صرف طلباً بلکہ علماء نے آپکے چاروں طرف ڈیرے ڈالدیئے۔ تا آنکہ جامعہ رضویہ کے فارغ

التحصیل علماء نہ صرف پاک وہند بلکہ سری لنکا، ماریشس، جنوبی افریقہ اور برطانیہ خدمت دین کے لئے پھیل گئے۔ اور جہاں جہاں پہونچے فتح ونصرت نے اُن کے قدم چوم لئے۔

معمولات

سنت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا عامل اہل سنّت وجماعت کا حامی اور پاکستان کا محدث اعظم، یہی اوصاف آپکے معمولات کا بھی عنوان ہیں۔ بصورت دیگر سیرت میں کوئی بات خلاف شرع پاتے تو سخت برہم ہوتے۔ مسئلہ شرعیہ سے آگاہ فرماتے، توبہ کراتے اور آئندہ شریعت کے مطابق عمل کرنے کی تلقین کرتے۔

وظیفۂ شب وروز

طلوع صبح سے پہلے بیدار ہونا، ضروریات سے فارغ ہوکر ذکر ومناجات کرنا۔ شاہی مسجد میں نماز پنجگانہ کی جماعت میں تکبیر اولیٰ سے پہلے حاضر ہونا، درس وتدریس کی مسلسل مصروفیات کے باوجود اشاعت مسلک اہل سنّت کے لئے جلسوں میں شرکت بھی فرماتے۔ خدام ومریدین کی درخواست رد نہیں فرماتے۔ سب کی سنتے اور سب کو سناتے، مگر اپنے معمولات میں فرق نہیں آنے دیتے جو کام جس وقت اور جس مقام کے لئے متعین ہوتا اُسی وقت اور اسی مقام میں اُسے ادا فرماتے۔ نماز جمعہ کے لئے اگرچہ کراچی جاکر عرس قادری رضوی میں شرکت کرتے ہی کیوں نہ واپس آنا پڑے، لائلپور ہی آتے۔ ان شب وروز کی مصروفیات کے باوجود تدریس کے اوقات میں بروقت تشریف فرما ہوتے۔ حدیث پڑھاتے ہوئے کوئی صاحب کیوں نہ آجائیں توجہ نہیں فرماتے۔ ان اوقات میں دست بوسی اور گفتگو سخت ناپسند فرماتے۔ قصیدہ بردہ اور امام اہل سنّت

اعلیٰحضرت مجدد دین وملت مولانا شاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی کے اشعار جو وقت
جہاں بھی میسر آجاتا اکثر اپنے تلامذہ اور نعت خواں سے سُنتے اور شاد شاد ہوتے۔ بایں
ہمہ عصر ومغرب کے درمیان استفتاء اور خطوط کے جوابات عطا فرماتے۔ مہمانوں سے
ملاقات، آنے والوں کی پذیرائی، بعد عشاء اہم معاملات پر غور۔ خدام دین، خدام رضا
کو دینی مشورے، مسجد و مدرسے کے تعمیری منصوبے۔ یہاں تک کہ چادر شب ہر
کس وناکس پہ تن جاتی، طلبہ دن کے تھکے ہارے مطالعہ کرتے کرتے سو جاتے مگر
جامعہ رضویہ مظہر اسلام کی چار دیواری میں دین کا درد پہلو میں اور ملت اسلامیہ اہلسنت
وجماعت کا غم دماغ میں لئے ایک شیخ الحدیث کی ذات ہوتی جو بیدار نظر آتی۔

مختصر یہ کہ آپ کے لیل ونہار خدمت دین اور خدمت خلق سے ہمیشہ روشن
رہتے۔ اور آپ کی خلوت وجلوت سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا آئینہ نظر آتی۔

یہ مشاہدہ تو برسوں کا ہے کہ کھانے پینے لینے دینے میں سنت کے مطابق
ہمیشہ الایمن پیش نظر ہوتا۔ چائے پینے میں یہ اہتمام ہوتا کہ داہنے ہاتھ سے فرش
پہ رکھی ہوئی پرچ اٹھا کر چائے نوش فرماتے۔ اسی طرح مسجد کی حاضری میں جوتے
سے بایاں پاؤں پہلے اور دایاں بعد میں نکالتے، اور مسجد میں دایاں پاؤں پہلے
اور بایاں بعد میں داخل فرماتے۔ اسی طرح مسجد سے نکلتے ہوئے بایاں پاؤں پہلے
اور دایاں بعد میں نکالتے اس طرح کہ بایاں پاؤں جوتہ پر رکھتے اور دایاں پہلے
جوتے میں داخل فرماتے پھر بایاں۔

محدث اعظم پاکستان علیہ الرحمہ کے شب و روز کی یہ ادائیں یعنی جنبش سنت
اور سنت پر عمل کی کرامت کا صدور ہر وقت نظر آتا تھا۔

حج وزیارت کیلئے دوبارہ حاضری

حرمین طیبین میں پہلی حاضری کا شرف حضرت شیخ الحدیث بریلی شریف سے

مفتی اعظم ہند کے ساتھ ۱۹۴۵ء میں حاصل کرچکے تھے۔ اور بقول حضرت جامی ؂

مشرف گرچہ شد بے چارہ جامی ٭ خدایا ایں کرم بار دگر کن

دس سال ۱۹۵۵ء تک حج وزیارت کی دوبارہ حاضری کے لئے بے چین رہے کہ
مدنی سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کا بلاوا ۱۹۵۶ء میں آگیا۔

اس سفر وسیلۂ ظفر کیلئے کئی درخواستیں لائلپور سے دی گئیں۔ جو
نامنظور ہوئیں۔ اور راقم الحروف کا نام قرعہ اندازی میں نکل آیا۔ اور "قرعۂ فال بنام
من دیوانہ زدند" مجھے اس سفر حج وزیارت میں کراچی سے مکہ ومدینہ جاتے آتے
حضرت کی معیت وخدمت کا شرف حاصل رہا۔ ؂

داد او را قابلیت شرط نیست ٭ بلکہ شرط قابلیت داد اوست

انداز سفر یہ رہا کہ اس کی پہلی منزل (قبل حج) مدینہ رہا۔ اور آخری منزل (بعد حج)
بھی مدینہ رہا۔ آپ کا کل قیام مدینہ میں ۴۵ یوم رہا۔ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم
میں سُنّی صحیح العقیدہ افراد کے ساتھ نماز باجماعت ادا فرماتے رہے۔ گنبد خضریٰ
کی چھاؤں میں قیام کا شرف حاصل رہا۔ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں خصائص کبریٰ
کا مطالعہ فرماتے۔ اور نگاہیں گنبد خضریٰ پر ہوتیں۔ "کعبہ کے بدرالدجیٰ تم پہ
کروڑوں درود" اور "مصطفےٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام" کا نذرانہ صبح وشام
پیش کرتے۔

حرمین طیبین میں آپ نے مسلک حق اہل سنت وجماعت پر جس استقامت
اور بارگاہ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں جس محبت وارادت کا مظاہرہ فرمایا، وہ
آپ کی سیرت کا بڑا درخشاں باب ہے۔ جو آپ کی مستقل سوانح میں زیب عنوان ہوگا۔

اس دور میں استقامت علی الشریعت کی یہ بڑی روشن مثال ہے کہ
آپ نے فوٹو سے مستثنیٰ پاسپورٹ پر حج وزیارت کا سفر کیا۔

تلامذہ

عالم الغیب والشہادۃ نے آپکے درس میں بڑی برکت عطا فرمائی تھی۔ علوم وفنون کے علاوہ حدیث میں آپکے تلامذہ کی تعداد برکوچک ہند وپاک میں سیکڑوں سے متجاوز ہے۔ چند مشاہیر تلامذہ کے نام یہ ہیں۔

- علامہ عبد المصطفیٰ ازہری ایم این اے شیخ الحدیث دار العلوم امجدیہ کراچی۔
- مولانا وقار الدین ناظم تعلیمات نائب شیخ الحدیث دار العلوم امجدیہ کراچی۔
- مولانا غلام رسول لائلپوری شیخ الحدیث جامعہ رضویہ مظہر اسلام لائلپور۔
- مولانا مفتی محمد شریف الحق امجدی مفتی دار العلوم اشرفیہ مصباح العلوم مبارکپور۔
- مولانا تحسین رضا خانصاحب سابق صدر المدرسین مدرسہ منظر اسلام بریلی شریف
- مولانا مفتی عبد القیوم ہزاروی، ناظم اعلیٰ جامعہ رضویہ لاہور۔
- مولینا الحاج ابو داؤد محمد صادق، مدیر ماہنامہ رضائے مصطفےٰ گوجرانوالہ
- مولانا الحاج محمد صابر القادری نسیم بستوی، مدیر ماہنامہ فیض الرسول براؤں شریف بستی ہند
- مولانا مفتی مجیب الاسلام اعظمی ہند۔
- مولانا عبد الرشید شیخ الحدیث جھنگ۔
- مولانا ابو الحسنات محمد اشرف چشتی سیالوی شیخ الحدیث سیال شریف۔
- مولانا حافظ اللہ بخش رحمۃ اللہ علیہ، واں بھچراں۔
- مولانا سید جلال الدین شاہ بھکی شریف۔
- مولانا عنایت اللہ رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ مناظر اہلسنت سانگلہ ہل۔
- مولانا ابو المعالی محمد معین الدین شافعی، ناظم اعلیٰ جامعہ قادریہ لائلپور
- مولانا ابو الشاہ محمد عبد القادر شہید لائلپوری قدس سرہٗ لائلپور۔
- مولانا سید زاہد علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ، جامعہ نوریہ رضویہ لائلپور۔

- مولانا مفتی محمد امین مہتمم جامعہ امینیہ لائلپور
- مولانا ابو الانوار محمد مختار احمد لائلپوری
- مولانا حافظ احسان الحق صدر مدرس جامعہ امینیہ لائلپور
- مولانا مفتی محمد حسین سکھروی جامعہ غوثیہ رضویہ سکھر
- مولانا سید حسین الدین شاہ ناظم اعلیٰ جامعہ رضویہ ضیاء العلوم راولپنڈی
- مولانا فیض احمد اویسی شیخ الحدیث جامعہ اویسیہ بہاول پور [1]
- مولانا عبد المصطفےٰ اعظمی شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ گھوسی ضلع اعظم گڈھ [2]
- راقم الحروف محمد ابراہیم خوشتر صدیقی قادری رضوی جنوبی افریقہ

نائب اعلیحضرت کی رحلت

مختصر یہ کہ آفتاب علم وفضل ساٹھ سال تک اپنی کرنوں سے بے شمار عوام وا خواص طلباء علماء ملت اسلامیہ اہلسنت کو اپنے فیضان سے تابدار کرتا ہوا یکم شعبان ۱۳۸۲ھ ۲۹ دسمبر ۱۹۶۲ء کی درمیانی رات کو کراچی میں غروب ہوگیا۔ آپ کا جسد مبارک شاہین ایکسپریس کے ذریعے کراچی سے لائل پور لایا گیا۔ اسٹیشن سے جامعہ رضویہ تک علماء مشائخ عوام کے بے پناہ ہجوم نے ایمان افروز نظارہ بھی دیکھا کہ آپکے جنازہ پر نور کی پھوار پڑ رہی تھی۔ اور ابر کا نام ونشان نہ تھا۔ نماز جنازہ مولانا ابو الشاہ محمد عبد القادر احمد آبادی شہید اہلسنت قدس سرہٗ نے آپکی وصیت کے مطابق پڑھائی۔ نماز جنازہ میں تین لاکھ فرزندان توحید ورسالت کی شرکت علماء ومشائخ کے سفر آخرت کی آخری تقریب میں فقید المثال ہے۔ آپ کا مزار آپ ہی کی بنائی ہوئی سنی رضوی جامع مسجد لائل پور میں زیارت گاہ خاص وعام ہے۔

---

[1] محمد عبد الحکیم شرف قادری مولانا، تذکرہ اکابر اہلسنت ص ۱۵۲، ۱۵۳

[2] تذکرہ علمائے اہل سنت مولانا ص ۱۵۶، ۱۵۷

مفتی اعظم ہند مولانا شاہ مصطفےٰ رضا خاں قدس سرہ العزیز نے خود اپنے اعظم خلفاء اور تلمیذ جلیل کی تاریخ وصال اپنے اشعار میں ارشاد فرمائی ؎

مرگیا فیضان جس کی موت سے ؛ ہائے وہ فیض اتمّ جاتا رہا
"یا مجیب اغفر لہ" تاریخ ہے ؛ کس برس وہ رہنما جاتا رہا
دیو کا سر کاٹ کر نوری کہو ؛ چاند روشن علم کا جاتا رہا

باقیات صالحات

آپکی باقیات صالحات میں تین صاحبزادے اپنے والد گرامی وقار کے مسند کے امین اور حامی دین متین ہیں۔ آپ کی کنیت ابو الفضل کی رعایت سے تینوں کے نام مندرجہ ذیل ہیں۔

صاحبزادہ قاضی محمد فضل رسول حیدر رضوی سجادہ نشین

صاحبزادہ غازی فضل احمد رضا

صاحبزادہ حاجی فضل کریم دامت برکاتہم العالیہ

مندرجہ بالا سطور صاف بتا رہے ہیں کہ "محدث اعظم پاکستان" کی تابندہ زندگی کا مرقع ابھی نامکمل اور راقم الحروف کی سعی ناتمام ہے ؎

یہ محمد ارباب میکدہ سے یہ جام کیا تم سبو لنڈھا دو
وہ سیر کیا ہو سکے گا جو تشنہ کام شیخ الحدیث آیا

حضرت حجۃ الاسلام کے سلاسل طریقت

آپکے مرشد گرامی وقار حضرت نور العارفین مولانا سید ابو الحسین احمد نوری (م ۱۳۲۴ھ ۱۹۰۶ء) اور مرشد گرامی ہی کے حکم سے آپکے والد نامدار امام احمد رضا قادری برکاتی نے آپکو تمام سلاسل عالیہ اور تمام علوم عقلیہ نقلیہ جملہ وظائف اوراد و اشغال میں ماذون و مجاز فرمایا۔

امام احمد رضا نے اس کا ذکر سند مسند جانشینی میں ۱۰ر ذی الحجہ ۱۳۲۳ھ ۱۹۱۵ء کو اپنے مرشد سراپا فضل و کمال سید آل رسول (م ۱۲۹۶ھ ۱۸۷۹ء) کے روز عرس سراپا قدس اس طرح کیا۔

"بلاشک میں اپنے عزیز تر بیٹے محمد معروف بمولوی حامد رضا خاں کو تمام سلاسل اور تمام علوم اور سارے اذکار و اشغال اور اوراد و اعمال اور ہر اس چیز کی جسکی مجھے اپنے برگزیدہ مشائخ کرام سے اجازت پہنچی اجازت دے چکا تھا اور میرا اجازت دینا اس کے مرشد برحق شیخ طریقت نور الکاملین خلاصۃ الواصلین سیدنا شاہ ابو الحسین احمد نوری کا میاں صاحب قدس سرہ النوری کے حکم سے تھا۔"[1] اردو ترجمہ مختصراً

طریقت و معرفت کے جن تیرہ سلاسل میں آپکو اجازت و خلافت حاصل تھی وہ یہ ہیں۔ (۱) قادریہ برکاتیہ جدیدہ (۲) قادریہ آبائیہ قدیمہ (۳) قادریہ اہدائیہ (۴) قادریہ رزاقیہ (۵) قادریہ منوریہ (۶) چشتیہ نظامیہ قدیمہ (۷) چشتیہ جدیدہ (۸) سہروردیہ قدیمہ (۹) سہروردیہ جدیدہ (۱۰) نقشبندیہ علائیہ صدیقیہ (۱۱) نقشبندیہ علائیہ علویہ (۱۲) بدیعیہ (۱۳) علویہ منامیہ

---

[1] سند مسند جانشینی، ص ۸، مرتبہ عنایت محمد خاں غوری

ان میں افضل سلاسل سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ جدیدہ مندرجہ ذیل ہے۔

حضرت حجۃ الاسلام کا شجرۂ طریقت

شجرۂ عالیہ قادریہ برکاتیہ نوریہ رضویہ

سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم
۱۲ ربیع الاول سنہ ۱۱ھ مدینہ طیبہ

مولائے کائنات — ۲۱ رمضان سنہ ۴۰ھ نجف اشرف
سیدنا امام حسین — ۱۰ محرم سنہ ۶۱ھ کربلا
سیدنا امام زین العابدین — ۱۸ محرم سنہ ۹۴ھ مدینہ طیبہ

سیدنا امام موسیٰ کاظم — ۵ رجب ۱۸۳ھ بغداد شریف
سیدنا امام جعفر — ۱۵ رجب ۱۴۸ھ مدینہ طیبہ
سیدنا امام باقر — ۷ ذی الحجہ ۱۱۴ھ مدینہ طیبہ

سیدنا امام علی رضا — ۲۱ رمضان ۲۰۲ھ مشہد مقدس
سیدنا شیخ معروف کرخی — ۲ محرم ۲۰۰ھ بغداد شریف
سیدنا شیخ سری سقطی — ۱۳ رمضان ۲۵۳ھ بغداد شریف

سیدنا عبدالواحد تمیمی — ۲۶ جمادی الآخری ۴۲۵ھ بغداد شریف
سیدنا ابوبکر شبلی — ۲۷ ذی الحجہ ۳۳۴ھ بغداد شریف
سیدنا جنید بغدادی — ۲۷ رجب ۲۹۷ یا ۲۹۸ یا ۲۹۹ بغداد شریف

سیدنا ابوالفرح طرطوسی — ۳ شعبان ۴۴۷ھ بغداد شریف
سیدنا ابوالحسن علی ہکاری — یکم محرم ۴۸۶ھ بغداد شریف
سیدنا ابوسعید مخزومی — ۷ شعبان ۵۱۳ھ بغداد شریف

سیدنا غوث اعظم جیلانی بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۱۱، ۱۷ ربیع الآخر سنہ ۵۶۱ھ بغداد شریف

سیدنا عبدالرزاق — ۶ شوال ۶۰۳ھ بغداد شریف
سیدنا ابوصالح نصر — ۲۷ رجب ۶۳۲ھ بغداد شریف
سیدنا محی الدین ابونصر — ۲۷ ربیع الاول سنہ ۶۵۶ھ بغداد شریف

سیدنا سید علی — ۲۶ صفر ۷۰۳ھ بغداد شریف
سیدنا سید موسیٰ — ۱۳ رجب ۷۶۳ھ بغداد شریف
سیدنا سید حسن — ۲۶ شوال ۷۸۱ھ بغداد شریف

سیدنا سید احمد جیلانی — ۱۹ محرم ۸۵۳ھ بغداد شریف
سیدنا بہاؤالدین — ۱۱ ذی الحجہ سنہ ۹۲۱ھ دولت آباد دکن
سیدنا ابراہیم ایرجی — ۵ ربیع الآخر ۹۵۳ھ دہلی

سیدنا شیخ جمال الاولیاء — شب عید الفطر ۱۰۴۷ھ کوڑا جہان آباد
سیدنا قاضی ضیاء الدین — ۲۲ رجب ۹۸۹ھ قصبہ نیوتنی لکھنؤ
سیدنا محمد بھکاری بادشاہ — ۹ ذی قعدہ ۹۸۱ھ کاکوری لکھنؤ

سیدنا سید محمد — ۶ شعبان ۱۰۷۱ھ کالپی شریف
سیدنا سید احمد — ۱۹ صفر ۱۰۸۴ھ کالپی شریف
سیدنا فضل اللہ — ۱۴ ذی قعدہ ۱۱۱۱ھ کالپی شریف

سیدنا شاہ حمزہ — ۱۴ محرم ۱۱۹۸ھ مارہرہ شریف
سیدنا شاہ آل محمد — ۱۶ رمضان ۱۱۶۴ھ مارہرہ شریف
سیدنا شاہ برکت اللہ — ۱۰ محرم ۱۱۴۲ھ مارہرہ شریف

سیدنا شاہ آل احمد اچھے میاں — ۱۷ ربیع الاول ۱۲۳۵ھ مارہرہ شریف
سیدنا شاہ آل رسول — ۱۸ ذی الحجہ ۱۲۹۶ھ مارہرہ شریف
سیدنا ابوالحسین احمد نوری — ۱۱ رجب ۱۳۲۴ھ مارہرہ شریف

مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا — ۲۵ صفر ۱۳۴۰ھ بریلی شریف
حجۃ الاسلام مولانا محمد حامد رضا خاں — ۱۷ جمادی الاولیٰ ۱۳۶۲ھ بریلی شریف

سلسلہ چشتیہ نظامیہ قدیمہ کے مشائخ کرام مندرجہ ذیل ہیں

سلسلہ چشتیہ نظامیہ قدیمہ

نمبر	اسمائے گرامی	وصال	مدفن
۱	سید المرسلین صلے اللہ علیہ وسلم	۱۲ ربیع الاول سنہ ۱۱ھ	مدینہ منورہ
۲	حضرت امیر المومنین علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ	۲۱ رمضان سنہ ۴۰ھ	نجف اشرف
۳	خواجہ حسن بصری	۴ محرم سنہ ۱۱۱ھ	بصرہ
۴	خواجہ عبدالواحد بن زید	۲۷ صفر سنہ ۱۷۷ھ	بصرہ
۵	خواجہ فضیل بن عیاض	۲۶ ربیع الاول سنہ ۱۸۱ھ	مکہ معظمہ
۶	خواجہ خذیفہ مرعشی	۲۴ شوال سنہ ۲۵۲ھ	مرعش شام
۷	خواجہ ہبیرہ بصری	۷ شوال سنہ ۲۷۹ھ	بصرہ
۸	خواجہ ممشاد علی دینوری	۱۴ محرم سنہ ۲۹۹ھ	دینور عراق
۹	خواجہ ابواسحٰق شامی چشتی	۱۴ ربیع الثانی سنہ ۳۲۹ھ	عکہ شام
۱۰	خواجہ ابواحمد ابدال چشتی	۱ جمادی الثانی سنہ ۳۵۵ھ	چشت
۱۱	خواجہ محمد بن احمد چشتی	ربیع الثانی سنہ ۴۱۱ھ	〃
۱۲	خواجہ ناصرالدین ابویوسف بن محمد چشتی	۳ ربیع الاول سنہ ۴۵۹ھ	〃

۱۳	سلطان الہند خواجہ معین الدین حسن چشتی	۶ر رجب ۶۳۳ھ	اجمیر شریف
۱۴	حضرت قطب الدین بختیار کاکی	۱۴ر ربیع الاول ۶۳۴ھ	دہلی
۱۵	حضرت فرید الحق والدین گنج شکر	۵ر محرم ۶۶۴ھ	پاکپٹن
۱۶	حضرت خواجہ نظام الدین بدایونی	۱۷ر ربیع الثانی ۷۲۵ھ	دہلی
۱۷	حضرت نصیر الدین چراغ دہلوی	۱۸ر رمضان ۷۵۷ھ	
۱۸	حضرت سید جلال بخاری مخدوم جہانیاں	۷۸۵ھ	
۱۹	میر سید راجو قتال		
۲۰	مخدوم شیخ سارنگ	۸۵۵ھ	لکھنؤ
۲۱	حضرت شاہ مینا	۴ر صفر ۸۷۴ھ	"
۲۲	شیخ سعد بڈھن خیرآبادی	۹۲۲ھ	خیرآباد
۲۳	شاہ صفی	۱۴ر محرم ۹۳۳ھ	سائی پور
۲۴	شاہ حسین	۹۷۶ھ	سکندرہ
۲۵	میر عبدالواحد	۳۰ر رمضان ۱۰۱۷ھ	بلگرام
۲۶	شاہ عبدالجلیل	۸ر صفر ۱۰۵۷ھ	مارہرہ شریف
۲۷	شاہ اویس	۲۰ر رجب ۱۰۹۷ھ	"
۲۸	شاہ برکت اللہ	۱۰ر محرم ۱۱۴۲ھ	"
۲۹	آل محمد	۱۶ر رمضان ۱۱۶۴ھ	"
۳۰	سید شاہ حمزہ	۱۴ر رمضان ۱۱۹۸ھ	"
۳۱	سید آل احمد اچھے میاں	۱۷ر ربیع الاول ۱۲۳۵ھ	"
۳۲	سید شاہ آل رسول	۱۸ر ذی الحجہ ۱۲۹۶ھ	"
۳۳	شاہ ابوالحسین احمد نوری	۱۱ر رجب ۱۳۲۴ھ	"
۳۴	شاہ امام احمد رضا قادری برکاتی	۲۵ر صفر ۱۳۴۰ھ	بریلی شریف
۳۵	مولانا شاہ محمد حامد رضا خاں	۱۷ر جمادی الاولیٰ ۱۳۶۲ھ بریلی شریف قدست اسرارہم	

حضرت حجۃ الاسلام کا شجرۂ سہروردیہ مندرجہ ذیل ہے۔

سلسلۂ سہروردیہ

۱	سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم	۱۲ر ربیع الاول ۱۱ھ	مدینہ طیبہ
۲	حضرت مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ	۲۱ر رمضان ۴۰ھ	نجف اشرف
۳	خواجہ حسن بصری	۴ر محرم ۱۱۱ھ	بصرہ
۴	شیخ حبیب عجمی	۱۵۶ھ	
۵	شیخ داؤد طائی	۱۶۳ھ	
۶	خواجہ معروف کرخی	۲ر محرم ۲۰۰ھ	بغداد شریف
۷	خواجہ سری سقطی	۱۳ر رمضان ۲۵۳ھ	"
۸	خواجہ جنید بغدادی	۲۷ر رجب ۲۹۷ھ ۲۹۸ھ ۲۹۹ھ	"
۹	خواجہ ممشاد علو دینوری	۴ر محرم ۲۹۹ھ	دینور
۱۰	خواجہ ابو احمد اسود دینوری		"
۱۱	خواجہ محمد المعروف بعمویہ		
۱۲	خواجہ وجیہ الدین ابو حفص		
۱۳	شیخ ضیاء الدین ابو النجیب سہروردی		
۱۴	شیخ شہاب الدین سہروردی	۶۳۲ھ	بغداد
۱۵	شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی	۶۶۱ھ	ملتان
۱۶	شیخ صدر الدین		"
۱۷	شیخ رکن الدین	۷۹۶ھ	"
۱۸	مخدوم جہانیاں	۷۸۵ھ	
۱۹	سید راجو		

۲۰	شیخ سارنگ	سنہ ۸۵۵ھ	لکھنؤ
۲۱	حضرت مخدوم شاہ مینا	۴ر صفر سنہ ۸۸۴ھ	″
۲۲	شیخ سعد بڈھن خیرآبادی	سنہ ۸۸۲ھ	خیرآباد
۲۳	شاہ صفی	۱۹ر محرم سنہ ۹۴۵ھ	سائی پور
۲۴	شاہ حسین	سنہ ۹۷۶ھ	سکندرہ آباد
۲۵	میر عبد الواحد	۳ر رمضان سنہ ۱۰۱۷ھ	بلگرام
۲۶	شاہ عبد الجلیل	۸ر صفر سنہ ۱۰۵۷ھ	مارہرہ
۲۷	شاہ اویس	۲۰ر رجب سنہ ۱۰۹۷ھ	″
۲۸	شاہ برکت اللہ	۱۰ر محرم سنہ ۱۱۴۲ھ	″
۲۹	شاہ آل محمد	۱۶ر رمضان سنہ ۱۱۶۴ھ	″
۳۰	سید شاہ حمزہ	۱۴ر رمضان سنہ ۱۱۹۸ھ	″
۳۱	شاہ آل احمد اچھے میاں	۱۷ر ربیع الاول سنہ ۱۲۳۵ھ	″
۳۲	سید شاہ آل رسول	۱۸ر ذی الحجہ سنہ ۱۲۹۶ھ	″
۳۳	شاہ ابو الحسین احمد نوری	۱۱ر رجب سنہ ۱۳۲۴ھ	″
۳۴	شاہ امام احمد رضا قادری برکاتی	۲۵ر صفر سنہ ۱۳۴۰ھ	بریلی
۳۵	شاہ محمد حامد رضا نوری بریلوی	۱۷ر جمادی الاولےٰ سنہ ۱۳۶۲ھ	″

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

سلسلہ نقشبندیہ ابو العلائیہ علویہ صدیقیہ کے مشائخ کے اسمائے گرامی مندرجہ ذیل ہیں:-

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ علویہ

۱	حضور پر نور سید المرسلین صلے اللہ علیہ وسلم	۱۲ر ربیع الاول سنہ ۱۱ھ	مدینہ منورہ
۲	حضرت مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ	۲۱ر رمضان سنہ ۴۰ھ	نجف اشرف
۳	حضرت امام حسین ″ ″	۱۰ر محرم سنہ ۶۱ھ	کربلا
۴	حضرت امام زین العابدین	۱۸ر محرم سنہ ۹۴ھ	مدینہ منورہ
۵	حضرت امام محمد باقر	۷ر ذی الحجہ سنہ ۱۱۴ھ	″
۶	حضرت امام جعفر صادق	۱۵ر رجب المرجب سنہ ۱۴۸ھ	″
۷	حضرت بایزید بسطامی	۱۵ر ۱۴ر شعبان سنہ ۲۶۱ھ	بسطام
۸	خواجہ ابو الحسن خرقانی	۱۰ر محرم ۴۲۴ھ ۴۲۵ھ	خرقان نزد شہر قزوین
۹	شیخ ابو القاسم گرگانی	سنہ ۴۵۰ھ	گرگان
۱۰	شیخ ابو علی فارمدی طوسی	۴ر ربیع الاول سنہ ۴۷۷ھ	طوس
۱۱	شیخ ابو یوسف ہمدانی	۲۷ر رجب سنہ ۵۳۵ھ	مرو
۱۲	خواجہ عبد الخالق غجدوانی	۱۲ر ربیع الاول سنہ ۵۷۵ھ	غجدوان نزد شہر بخارا
۱۳	خواجہ محمد عارف ریوگری	یکم شوال سنہ ۶۱۵ھ سنہ ۶۱۶ھ	موضع ریوگر نزد بخارا
۱۴	خواجہ محمود انجیر فغنوی	۱۷ر ربیع الاول سنہ ۷۱۵ھ	وابکنی
۱۵	خواجہ عزیزان علی رامتینی	۲۷ر رمضان ۲۸ ذیقعدہ سنہ ۷۲۱ھ	خوارزم
۱۶	خواجہ محمد بابا سماسی	۱۰ر جمادی الاولیٰ سنہ ۷۵۵ھ	سماس
۱۷	خواجہ سید امیر کلال	۸ر جمادی الاولیٰ ۸ر جمادی الآخری ۷۷۲ھ	موضع سوخار مضافات بخارا
۱۸	حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند	۳ر ربیع الاول سنہ ۷۹۱ھ	بخارا
۱۹	حضرت خواجہ یعقوب چرخی	۵ر صفر سنہ ۸۵۱ھ	موضع ہلغتو مضافات حصار

۲۰	حضرت خواجہ عبید اللہ احرار	۲۹ ربیع الاول ۸۹۵ھ	سمرقند
۲۱	خواجہ عبد الحق		
۲۲	خواجہ یحییٰ		
۲۳	حضرت شیخ ابو العلاء سید عبد اللہ		آگرہ
۲۴	سید محمد کالپوی	۶ شعبان ۱۰۷۱ھ	کالپی
۲۵	میر سید احمد کالپوی	۱۰ صفر سنہ ۱۰۸۴ھ	کالپی
۲۶	میر سید شاہ فضل اللہ	۱۴ ذیقعدہ سنہ ۱۱۱۱ھ	کالپی
۲۷	حضرت شاہ برکت اللہ	۱۰ محرم سنہ ۱۱۴۲ھ	مارہرہ
۲۸	حضرت شاہ آل محمد	۱۶ رمضان سنہ ۱۱۶۴ھ	مارہرہ
۲۹	سید شاہ حمزہ	۱۴ رمضان سنہ ۱۱۹۸ھ	مارہرہ
۳۰	سید آل احمد اچھے میاں	۱۷ ربیع الاول سنہ ۱۲۳۵ھ	مارہرہ
۳۱	سید شاہ آل رسول	۱۸ ذی الحجہ سنہ ۱۲۹۶ھ	مارہرہ
۳۲	سید شاہ ابو الحسین احمد نوری	۱۱ رجب سنہ ۱۳۲۴ھ	مارہرہ
۳۳	شاہ امام احمد رضا قادری برکاتی	۲۵ صفر سنہ ۱۳۴۰ھ	بریلی
۳۴	شاہ محمد حامد رضا	۱۷ جمادی الاولیٰ سنہ ۱۳۶۲ھ	"

سلسلہ نقشبندیہ علائیہ صدیقیہ کی ترتیب مندرجہ ذیل ہے۔

سلسلہ نقشبندیہ علائیہ صدیقیہ

۱	سید دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم	۱۲ ربیع الاول سنہ ۱۱ھ	مدینہ منورہ
۲	حضرت ابو بکر صدیق	۲۲ جمادی الاخریٰ سنہ ۱۳ھ	مدینہ منورہ
۳	حضرت سلیمان فارسی	۱۰ رجب ۳۳ھ ۳۴ھ	مدائن
۴	حضرت قاسم بن محمد بن ابو بکر	۱۴ جمادی الاخریٰ سنہ ۱۰۱ یا ۱۰۶ھ	مدینہ منورہ
۵	حضرت امام جعفر صادق	۱۵ رجب سنہ ۱۴۸ھ	مدینہ منورہ
۶	حضرت خواجہ بایزید بسطامی	۱۵، ۱۷ شعبان سنہ ۲۶۱ھ	بسطام

بقیہ ترتیب سلسلۂ مندرجہ بالا کے مطابق ہے۔

رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

مندرجہ بالا سلاسل میں آخری سلسلہ بیعت، علویہ منامیہ، رسول گرامی وقار صلے اللہ علیہ وسلم سے زیادہ قریب ہے کیونکہ حضرت حجۃ الاسلام نے اپنے شیخ طریقت حضرت شاہ ابو الحسین احمد نوری اور اپنے والد امام احمد رضا قادری برکاتی کے ہاتھ پر بیعت کی اور اُن دونوں نے اپنے مرشد سید آل رسول احمدی کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اور انھوں نے صرف اس سلسلے میں شاہ عبد العزیز دہلوی کے ہاتھ پر بیعت کی، اور انہوں نے اپنے خواب میں امیر المومنین سیدنا علی المرتضیٰ کے ہاتھ پر بیعت کی اور انہوں نے آپکے ہاتھ پر بیعت کی جنکا ہاتھ اللہ کا ہاتھ اور جنکی بیعت اللہ کی بیعت ہے۔ یعنی ہم سب کے آقا ہم سب کے مولےٰ حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے دست حق پرست پر۔ تو بحمدہ تعالےٰ یہ سند شاہ محمد حامد رضا سے جلیل الشان آقا تک صحیح مسلم کی اعلیٰ سند رباعی کیطرح صرف چار واسطوں سے پہنچتی ہے۔
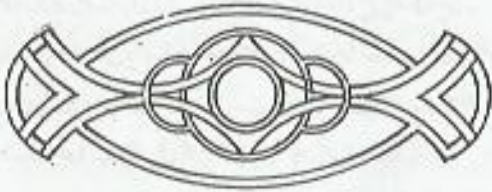
حضرت حجۃ الاسلام جامع السلاسل بزرگ تھے۔ انھوں نے براہ راست اپنے مرشد برحق نور العارفین شاہ ابو الحسین احمد نوری اور اپنے والد ذیشان امام احمد رضا خاں قادری برکاتی سے استفادہ کیا تھا۔ آپکو سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ نوریہ رضویہ میں اجازت مطلقہ وخلافت کاملہ حاصل تھی۔ آپ اُن تمام سلاسل واسناد کے حامل تھے جن کا بیان "النور والبہاء فی اسانید الحدیث وسلاسل الاولیاء"[1] اور "الاجازۃ المتینہ لعلماء بکۃ والمدینۃ"[2] میں موجود ہے۔ اسکی تفصیل مندرجہ ذیل ہے۔

قرآن مجید۔ کتب احادیث صحاح، سنن۔ مسانید۔ جوامع۔ معاجم۔ اجزاء۔ شروح کتب اصول حدیث۔ کتب اسماء الرجال۔ فقہ۔ تفسیر۔ قرأت۔ تجوید۔ کلام۔ اصول فقہ۔ سیر۔ تواریخ۔ ادب۔ نحو۔ صرف۔ لغت۔ معانی۔ بیان۔ بدیع۔ منطق۔ حکمت۔ ہندسہ۔ ہیئات۔ زیجات اور مقاصد وآلات کی بقیہ کتابیں۔

ان کے علاوہ مندرجہ ذیل تمام اذکار واشغال اور اعمال کی بھی آپکو اجازت حاصل تھی۔ وہ یہ

---

[1] یہ عربی کا رسالہ حضرت شاہ ابو الحسین احمد نوری کا مصنفہ ہے۔ سلاسل طریقت واسناد احادیث صحاح "مسلسل بالاولیۃ" حصن حصین، دلائل الخیرات، حزب البحر، اذکار واشغال واعمال وغیرہ پر نہایت مفید ہے۔ عموماً خلفاء سلسلہ کو دیا جاتا تھا۔ فقیر قادری سگ بارگاہ رضوی اقم الحروف کو حضرت مفتی اعظم ہند نور اللہ مرقدہ کی بارگاہ سے ١٣٩٦ء میں عطا ہوا۔

[2] یہ عربی کا رسالہ بھی سلاسل واسناد علوم وفنون اذکار واشغال واعمال وغیرہ پر مشتمل خاصانِ خدا کے لئے امام احمد رضا کے فیضان کا شاہکار ہے۔ پھر اس پر حضرت حجۃ الاسلام کی تمہید امام احمد رضا کے حالات وواقعات پر عربی تحریر کا بڑا نادر نمونہ ہے۔

ہیں۔ قرآن عظیم کے خواص۔ اسماء الہیہ۔ دلائل الخیرات۔ حصن حصین۔ قصیدہ شیشن۔ اسماء اربعینیہ۔ حزب البحر۔ حزب البر۔ حزب النصر۔ سلسلہ شاذلیہ کے تمام احزاب۔ ایک لاکھ چار ولیوں کا حرز۔ حرز الامیرین۔ حرز یمانی۔ دعاء المغنی۔ دعاء حیدری۔ دعاء عزرائیلی۔ دعاء سریانی۔ قصیدہ خمریہ جسکا مشہور نام قصیدہ غوثیہ ہے۔ صلوٰۃ غوثیہ (صلوٰۃ الاسرار) قصیدہ بردہ۔ دعاء البشخ۔ تکبیر عاشقاں۔ نیم تکبیر۔ ہار سال آتواتف۔

حدیث "مسلسل بالاولیت"[1] کی سند

یہ حدیث حجۃ الاسلام کو اپنے مرشد گرامی کیطرف سے تین سندوں کیساتھ حاصل ہوئی ہے۔ پہلی سند شیخ محقق عبد الحق محدث دہلوی کی طرف سے، دوسری شاہ عبد العزیز دہلوی کی طرف سے اور تیسری مولانا صوفی احمد حسن مراد آبادی کیطرف سے ہے۔

شیخ محقق عبد الحق محدث دہلوی کی سند

حجۃ الاسلام

١. شاہ ابو الحسین احمد نوری امام احمد رضا
٢. سید شاہ آل رسول
٣. سید آل احمد اچھے میاں
٤. سید شاہ حمزہ بن سید آل محمد بلگرامی
٥. سید طفیل محمد اترولی
٦. سید مبارک فخر الدین بلگرامی
٧. شیخ ابو الرضا ابن اسمٰعیل دہلوی نواسہ حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی
٨. شیخ عبد الحق محدث دہلوی
٩. شیخ عبد الوہاب بن فتح اللہ بروجی
١٠. شیخ محمد بن افلح الیمنی
١١. شیخ وجیہ الدین عبد الرحمٰن بن ابراہیم علوی
١٢. شیخ شمس الدین سخاوی

---

[1] اگر ہر راوی "ھو اول حدیث سمعتہ منہ" (اور وہ پہلی حدیث ہے جو میں نے اُن سے سنی) پر متفق ہو تو اس کو "مسلسل بالاولیت" کہتے ہیں۔

۱۳ شیخ الشہاب ابوالفضل احمد بن علی العسقلانی علامہ ابن حجر	۲۰ ابوصالح احمد ابن عبدالملک المؤذن
۱۴ ابوالفضل عبدالرحیم بن حسین العراقی	۲۱ ابوطاہر محمد بن محمد محمش الزیادی
۱۵ شیخ شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن احمد التدمیری	۲۲ ابوحامد احمد بن محمد بن یحییٰ بن بلال البزاز
۱۶ ابوالفتح محمد بن محمد بن ابراہیم المیدومی	۲۳ عبدالرحمن بن بشیر بن الحکم
۱۷ ابوالفرج عبداللطیف بن عبدالمنعم الحرانی	۲۴ سفیان بن عیینہ
۱۸ حافظ ابوالفرج عبدالرحمن بن علی الجوزی	۲۵ سفیان بن عمر بن دینار
۱۹ ابوسعید اسمٰعیل بن ابی صالح احمد بن عبدالملک نیشاپوری	۲۶ ابوقابوس مولیٰ عبداللہ بن عمرو بن العاص
	۲۷ عبداللہ بن عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہم

ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال الراحمون یرحمہم الرحمن وتبارک وتعالیٰ ارحموا من فی الارض یرحمکم من فی السماء

انہوں نے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ رحم کرنے والوں پر رب رحمان تبارک وتعالیٰ رحم فرماتا ہے تم ان پر رحم کرو جو زمین پر ہیں تو تم پر وہ رحم کرے گا جو آسمان پر ہے۔

شاہ عبدالعزیز دہلوی کی سند

○ حجۃ الاسلام ○ شاہ ابوالحسین احمد نوری امام احمد رضا ○ سید شاہ آل رسول ○ شاہ عبدالعزیز دہلوی ○ شاہ ولی اللہ دہلوی ○ سید عمر ○ شیخ عبداللہ بن سالم البصری ○ شیخ یحییٰ بن محمد شاوی ○ شیخ سعید بن ابراہیم الجزائری المفتی قدورہ ○ شیخ محقق سعید بن محمد المقری ○ شیخ محمد حجی الوہرانی ○ شیخ سید ابراہیم التازی ○ شیخ ابوالفتح محمد بن ابوبکر بن الحسین

المراغی ○ شیخ زین الدین عبدالرحیم بن الحسین العراقی ○ ابوالفتح محمد بن محمد بن ابراہیم البکری المیدومی۔

اس کے بعد سند اور متن وہی ہے جس کا ذکر سند شیخ عبدالحق محدث دہلوی میں ہوا۔

مولانا صوفی احمد حسن مرادآبادی کی سند

○ حجۃ الاسلام ○ شاہ ابوالحسین احمد نوری ○ مولانا احمد حسن صوفی مرادآبادی ○ شیخ احمد بن محمد الدمیاطی ○ شیخ محمد بن عبدالعزیز ○ شیخ ابوالخیر بن عموس الرشیدی ○ شیخ الاسلام اشرف زکریا بن محمد الانصاری۔

اس کے بعد شیخ الشہاب ابوالفضل احمد بن حجر عسقلانی سے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم تک سند اور متن وہی ہے جس کا پہلے ذکر ہوا۔

اس سند کو حضرت شاہ ابوالحسین احمد نوری نے عالی قرار دیا اور تحریر فرمایا کہ میرے اور شیخ حافظ زین الدین عراقی کے درمیان اس میں صرف چھ واسطے ہیں۔ اور پہلی سند میں بارہ اور دوسری میں گیارہ ہیں۔

الحدیث المسلسل بالاضافة (ضیافت الاسودین)

اس حدیث کی خصوصیت یہ ہے کہ ہر راوی بیان کرتا ہے کہ میرے شیخ نے یہ حدیث روایت کرتے ہوئے پانی اور کھجور کی ضیافت سے بھی نوازا۔ پانی اور کھجور کو اہل عرب "اسودین" کہتے ہیں۔ اس حدیث میں ضیافت کی یہ فضیلت بیان کی گئی ہے کہ جس نے ایک مومن کی ضیافت کی اس نے گویا حضرت آدم کی ضیافت کی۔ جس نے دو کی ضیافت کی اس نے گویا حضرت آدم وحوا کی ضیافت کی۔ جس نے تین مسلمانوں کی ضیافت کی اس نے گویا حضرت جبرائیل، میکائیل، اسرافیل کی ضیافت کی۔ چار کی صورت میں

توراۃ، انجیل، زبور اور قرآن پڑھنے کا ثواب حاصل کیا۔ اور پانچ کی صورت میں گویا پیدائش عالم سے قیامت تک پانچوں نمازیں باجماعت ادا کیں۔ اور چھ کی حالت میں گویا اولادِ اسمٰعیل سے ساٹھ غلام آزاد کئے۔ سات کی صورت میں اُس پر جہنم کے ساتوں دروازے بند کئے گئے اور آٹھ میں جنت کے آٹھوں دروازے اس پر کھول دیئے گئے۔ نو کی حالت میں اللہ تعالےٰ اُس کیلئے تمام گنہگاروں کے عدد کے برابر نیکیاں تحریر فرماتا ہے۔ اور جس نے دس مومنوں کی ضیافت کی اللہ تعالےٰ اُس شخص کو نماز پڑھنے والے روزہ رکھنے والے اور قیامت تک حج کرنے والے کے ثواب کے برابر ثواب عطا فرماتا ہے۔

شیخ شمس الدین بن الجزری نے اس حدیث کو غریب قرار دیا۔ مگر اُس کی سند میں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور شاہ عبدالعزیز۔ شاہ ولی اللہ جیسے محدثین کا پایا جانا اس حدیث کی صحت پر دلالت کرتا ہے۔

اس حدیث کی سند بھی حجۃ الاسلام کو دونوں طریقوں سے (شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور شاہ عبدالعزیز دہلوی سے) حاصل ہے۔

الحدیث المسلسل بالمصافحہ

اس حدیث میں ہر راوی اپنے مروی عنہٗ (جس سے وہ روایت کر رہا ہے) سے مصافحہ کرتا ہے۔ اور یہ مبارک سلسلہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ تک پہونچتا ہے کہ انہوں نے ریشم سے زیادہ نرم ہاتھ والے رسول صلے اللہ علیہ وسلم سے مصافحہ کا شرف حاصل کیا۔

اس روشن حدیث کی سند بھی حجۃ الاسلام کو دونوں طریقوں سے (طریق شیخ عبدالحق محدث دہلوی، طریق شیخ شاہ عبدالعزیز دہلوی) حاصل ہے۔ اُس کے علاوہ آپکو اپنے مرشد برحق حضرت ابوالحسین احمد نوری مارہروی سے "مصافحہ جنیہ، مصافحہ

خضریہ، مصافحہ معمریہ اور مصافحہ منامیہ کے اسناد کی اجازت بھی حاصل ہے۔ یہ اجازت آپ کو اپنے والد گرامی وقار امام احمد رضا فاضل بریلوی سے بھی حاصل ہے۔

سند فقہ حنفی

حجۃ الاسلام کی یہ سند عالی آپکے والد ماجد امام احمد رضا کے ذریعے ۲۰ واسطوں سے امام اعظم ابوحنیفہ تک پھر امام اعظم سے حضرت امام حماد بن سلیمان، امام ابراہیم نخعی، حضرت علقمہ حضرت اسود، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالےٰ عنہم کے واسطوں سے حضرت سید المرسلین شارع شرع مبین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہونچتی ہے ——

اس سند کی خوبی یہ ہے کہ اس میں تمام اساتذہ ومشائخ حنفی ہیں۔ فتاویٰ رضویہ جلد اوّل ص ۵

سلاسل علوم

سلسلۂ تلمذ خیرآبادی حجۃ الاسلام۔ امام احمد رضا۔ مولانا عبدالعلی رامپوری۔ مولانا محمد فضل حق خیرآبادی

سلسلۂ تلمذ دہلوی وبریلوی حجۃ الاسلام۔ امام احمد رضا۔ سید آل رسول۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی۔

حجۃ الاسلام امام احمد رضا۔ مولانا نقی علیخاں بریلوی۔ مولانا رضا علیخاں بریلوی۔ مولانا خلیل الرحمٰن محمد آبادی۔ فاضل محمد سندی۔ ابوالعیاش محمد عبدالعلی لکھنوی

حجۃ الاسلام امام احمد رضا فاضل بریلوی۔ سید احمد بن زین دحلان مکی۔ شیخ عثمان دمیاطی۔

حجۃ الاسلام امام احمد رضا فاضل بریلوی۔ عبدالرحمٰن بن عبداللہ السراج مکی۔ جمال بن عبداللہ حنفی مکی

حجۃ الاسلام امام احمد رضا فاضل بریلوی۔ حسین بن صالح جمال اللیل۔ عابد سندی المدنی۔

حجۃ الاسلام امام احمد رضا فاضل بریلوی۔ سید شاہ ابوالحسین احمد نوری۔ شاہ صوفی علی حسین مرادآبادی

[1] تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو "الاجازات المتینہ لعلماء بکۃ والمدینہ"

[2] اس سند کی بڑی خوبی یہ ہے کہ حجۃ الاسلام سے امام بخاری تک صرف بارہ واسطے ہیں (حیات اعلیحضرت)

مرشدِ گرامی

نورالعارفین ابوالحسین احمد نوری حضرت میاں صاحب کی ولادت باسعادت مارہرہ مقدسہ میں اپنے والد ماجد حضرت سید شاہ ظہور حسن کے گھر ۱۹ر شوال ۱۲۵۵ھ ۲۶ر دسمبر ۱۸۳۹ء کو ہوئی۔ آپ صرف ڈھائی سال کے تھے کہ والدہ ماجدہ نے رحلت فرمائی۔ اور آپ جب گیارہ سال کے ہوئے تو والد ماجد نے بھی انتقال فرمایا۔ اس طرح آپ کی پوری پوری کفالت و تربیت جدہ کریمہ اور حضرت جد کریم خاتم الاکابر سید شاہ آل رسول احمدی نے کی۔ آپ ہی کی نگرانی میں آپ نے تعلیم و تربیت عبادت و ریاضت کے تمام مراحل طے کئے اپنے جد کریم ہی کے دست اقدس پر ۱۲ر ربیع الاول ۱۲۶۷ھ فروری ۱۸۵۱ء بیعت کرکے تمام سلاسل طریقت جملہ اذکار و اشغال اور اوراد و معمولاتِ خاندان برکات کی اجازت و خلافت سے سرفراز ہوئے [1]

امام احمد رضا ان کے خلیفہ اعظم تھے [2] ان کے اساتذہ میں آپ کا شمار ہوتا ہے [3] آپ خانوادۂ امام احمد رضا کے شیخ تھے۔ آپ ہی کے گیسوئے طریقت کے اسیر حضرت حسن رضا خاں، مولانا محمد رضا خاں، مولینا شاہ محمد حامد رضا خاں، مولانا حسنین رضا خاں، مولانا شاہ مصطفیٰ رضا خاں وغیرہم برادران

[1] مولانا غلام شبیر قادری نوری بدایونی تذکرہ نوری ص ۵۴، ۵۵، ۵۶

[2] ؍ ؍ ؍ ؍ ؍ ؍ ۱۵۹

[3] مولانا ظفر الدین فاضل بہاری حیات اعلیٰحضرت ص ۳۵

و صاحبزادگان اہل خاندان امام احمد رضا تھے۔

آپکے خلفاء میں حضرت حجۃ الاسلام مولانا محمد رضا خاں، مولانا علامہ محمد حسنین رضا خاں اور خاتم الخلفاء مولانا شاہ محمد مصطفیٰ رضا خاں کا نام نامی نمایاں نظر آتا ہے۔

آپ اپنے جدِ کریم حضرت سید شاہ آل رسول احمدی برکاتی کے وصال ۱۲۹۶ھ پر سلسلۂ قادریہ برکاتیہ احمدیہ کے وارث و امین اور سجادہ نشین ہوئے۔ امام احمد رضا نے ۱۲۹۷ھ میں مسند نشینی کے موقعہ پر آپکی خدمت میں ایک شاہکار منقبت پیش کی تھی۔ جس کا پہلا شعر ہے

"برتر قیاس سے ہے مقام ابوالحسین ؎ سدرہ سے پوچھو رفعت بام ابوالحسین" [1]

آپکے بلند و بالا مقامات کو ظاہر کرتا ہے۔

آپ پورے اکتالیس سال اپنے جدِ امجد کی صحبت و خدمت میں گذار کر مزید ۲۸ رسال ۱۳۲۴ھ تک تادم اخیر اپنے آباء کرام کے مسلک اہلسنت کے مطابق اپنے مریدین خلفاء کی تعلیم و تربیت اور رشد و ہدایت میں مشغول رہے۔

آپنے ۱۱ر رجب ۱۳۲۴ھ/ ۳۱ر اگست ۱۹۰۶ء کو وصال فرمایا۔ "خاتم اکابر ہند" (۱۳۲۴ھ) تاریخ وصال ہے۔ آپ کا مزار مارہرہ مقدسہ بڑی سرکار میں زیارت گاہ خاص و عام ہے۔

مخدوم زمن حضرت سید شاہ مہدی حسن صاحب سجادہ برکاتیہ احمدیہ نوریہ مارہرہ مطہرہ میں اپنے والد ماجد حضرت سید شاہ ظہور حسین کے گھر ۱۲۸۷ھ، ۱۸۷۰ء کو پیدا ہوئے۔

آپ حضرت ابوالحسین احمد نوری کے حقیقی چچازاد بھائی و خلیفۂ اعظم اور سجادہ نشین تھے۔ آپ اپنے جدِ امجد سید شاہ آل رسول احمدی قدس سرہٗ کے مرید اور خلیفہ

[1] حدائق بخشش حصہ دوم

تھے۔ آپ کو اپنے والد ماجد سے بھی خلافت واجازت تھی۔ آپکے دور میں مارہرہ مقدسہ کا عرس سراپا قدس اجمیر مقدس کے بعد عظیم ترین عرس میں شمار کیا جاتا رہا۔ ایسا کہ بعض امور میں حضرت سید شاہ آل محمد و حضرت سید شاہ حمزہ قدس سرہم العزیز کے عہد کی یا تازہ ہوتی رہتی۔ [۱]

آپ ہر کہ خدمت کرد او مخدوم شد، کے مظہر تھے۔ آپ اپنے مریدین و متوسلین کی پشت پر ہاتھ رکھکر وقت رخصت فرماتے۔

"تیرے پشت پر تین۔ اللہ محمد محی الدین" [۲]

آپ کا وصال ۱۸ ذیقعدہ ۱۳۶۱ھ ۱۸ نومبر ۱۹۴۲ء کو مارہرہ مطہرہ میں ہوا۔ "مغفور لہٗ" مادہ تاریخ ہے (۱۳۶۱ھ)

شرف بیعت

امام احمد رضا کا پورا خانوادہ مارہرہ مقدسہ سے نسبت بیعت رکھتا تھا وہ خود اپنے والد خاتم اجلۃ الفقہاء حضرت مولانا نقی علی خاں کے ساتھ تاجدار مارہرہ حضرت سید آل رسول سے ۱۲۹۴ھ ۱۸۷۷ء میں بیعت سے مشرف ہو چکے تھے۔ حضرت سید آل رسول نے اپنے وصال ۱۲۹۶ھ ۱۸۷۹ء سے قبل امام احمد رضا کو اپنے ابن الابن (پوتے) حضرت شاہ ابوالحسین احمد نوری میاں کے سپرد فرما دیا۔ [۳]

حضرت نوری میاں کو امام احمد رضا پر کس درجہ اعتماد تھا، اس کا اندازہ فتاویٰ رضویہ میں حضرت کے استفتاء سے کیا جا سکتا ہے۔ نیز امام احمد رضا کو اپنے مرکز عقیدت نوری میاں سے کتنی محبت تھی اس پر آپ کے قصائد اور

[۱] مولانا غلام شبر قادری نوری بدایونی تذکرہ نوری ص ۱۷۰ - ۱۹۰

[۲] احسن العلماء حضرت حسن میاں مارہروی دامت برکاتہم کا زقم الحروف سے بمبئی میں ارشاد۔

[۳] حیات اعلیٰحضرت ص ۳۵ مولانا ظفر الدین فاضل بہاری۔

منقبتیں شاہد ہیں۔

ان قرائن اور امام احمد رضا کی اپنے مشائخ کرام سے روحانی وابستگی سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپکے صاحبزادہ اکبر حضرت حجۃ الاسلام کو حضرت نور العارفین شاہ ابوالحسین احمد نوری صاحب سجادہ سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ سے بچپن ہی میں بیعت کا شرف حاصل ہو چکا تھا۔ جیسا کہ آپکے صاحبزادہ اصغر حضرت مفتی اعظم ہند کو یہ شرف صرف چھ ماہ کی عمر میں حاصل ہوا۔ [۱]

اجازت وخلافت

یہ امام احمد رضا کی تعلیم و تربیت کا شاندار نتیجہ تھا کہ حجۃ الاسلام چودھویں صدی کے شروع ہی میں علوم متداولہ سے فارغ التحصیل ہو گئے، اور علمی حلقوں میں آپکو فاضل نوجوان کہکر پکارا جانے لگا۔ چودھویں صدی کی ہر اٹھتی ہوئی باطل تحریک کی بیخ کنی میں آپ اپنے والد ماجد امام احمد رضا کے ساتھ ساتھ رہے۔ پھر حضرت شاہ ابوالحسین احمد نوری میاں کی سرپرستی انھیں ہر طرح حاصل رہی۔ انھیں کے حکم سے امام احمد رضا نے اپنے عزیز تر صاحبزادے حجۃ الاسلام کے تمام سلاسل عالیہ و علوم و فنون، اذکار و اشغال اور اوراد و اعمال کی اجازت مرحمت فرمائی۔ اس کا ذکر سند مسند جانشینی میں اس طرح کیا۔

وقد کنت اجزت ولدی الاعز محمد ن المعروف بالمولوی حامد رضا خاں سلمہ الرحمٰن عن طوارق الحدثان ونوازغ الشیطان وجعلہ خیر خلف بسلفہ الصالحین ووفقہ مذ؟ عمرہ لحمایۃ الدین ونکایۃ المفسدین وانہ ولی ذالک وخیر مالک والحمد للہ رب العالمین بجمیع السلاسل

[۱] سامان بخشش، ص ۹، ادارہ اشاعت تصنیفات رضا بریلی شریف۔

والعلوم والاذکار والاشغال والاوراد والاعمال وسائر ماوصلت الی اجازتہ من مشائخی الاجلاء اولی الافضال وکان ذالک بامر شیخہ نور الکاملین خلاصۃ الواصلین سیدنا السید الشاہ ابی الحسین احمد النوری میاں صاحب المارھروی قدس سرہٗ النوری۔

ترجمہ: بلاشک میں اپنے بیٹے محمد معروف بمولوی حامد رضا خاں کو (اللہ تعالےٰ اُسے اچانک حادثوں شیطان کے کوچوں سے محفوظ رکھے۔ اور مولائے کریم اُسے سلف صالحین کا بہترین جانشین بنائے اور تمام عمر اُسے حمایت دین ورد مفسدین کی توفیق عطا فرمائے۔ بلاشبہ وہی مولا تعالےٰ اس کا مددگار اور بہتر مالک ہے۔ پروردگار عالم ہی کیلئے حمد ہے) تمام سلسلوں اور تمام علوم اور سارے اذکار و اشغال اور اوراد و اعمال کی اور ہر اس چیز کی جسکی مجھے اپنے برگزیدہ مشائخ کرام سے اجازت پہنچی۔ اجازت دے چکا تھا۔ اور میرا اجازت دینا اس کے مرشد برحق و شیخ طریقت نور الکاملین خلاصۃ الواصلین سیدنا شاہ ابوالحسین احمد نوری میاں صاحب قدس سرہٗ النوری کے حکم سے تھا۔ [1]

اس نعمت جلیلہ کا ذکر کرتے ہوئے حضرت حجۃ الاسلام نے بھی اپنے مرید و خلیفہ مولانا سید ریاض الحسن شاہ صاحب جودھپوری (مفتی اعظم حیدرآباد سندھ پاکستان) ۱۳۹۰ھ، ۱۹۷۰ء کے خلافت نامے میں تحریر فرمایا۔

"امابعد می گوید فقیر ناسزا سر بگریبان فکر جزا محمد ن المدعو بحامد رضا عفا اللہ عنہٗ ماجنی کہ حضور پرنور دریائے رحمت آقائے نعمت قدوۃ الواصلین سراج السالکین نور العارفین حضرت سیدنا مولانا سید شاہ ابوالحسین احمد نوری میاں صاحب قبلہ و کعبہ افاض اللہ علینا من

[1] سند مسند جانشینی ص ۶۔۸ عنایت محمد خاں غوری۔

شابیب فیضہ النوری و نیز اشارت سراپا بشارت حضور ممدوح حضرت سیدی و والدی واستاذی و ملاذی امام اہلسنت مجدد الماۃ الحاضرہ مؤید الملۃ الطاہرہ سیدنا و مولانا شاہ محمد احمد رضا خاں صاحب قبلہ و کعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ بالرضا السرمدی۔ ایں نااہل سراپا ظلم و جہل را ماذون و مجاز ساخت۔ [1]

حضرت ابوالحسین شاہ احمد نوری قدس سرہٗ النورانی کا وصال ۱۳۲۴ھ، ۱۹۰۶ء میں ہوا۔ حضرت حجۃ الاسلام نے حج و زیارت کا شرف اپنے والد گرامی وقار کے ساتھ ۱۳۲۳ھ ۱۹۰۵ء حاصل کیا۔

مندرجہ بالا حقائق کی روشنی میں بیا ندازہ صحیح معلوم ہوتا ہے کہ پہلے حضرت شاہ ابوالحسین احمد نوری نے حجۃ الاسلام کو تمام سلاسل اور علوم و اذکار وغیرہم سے ماذون و مجاز فرمایا۔ پھر امام احمد رضا نے بھی انھیں کے مرشد گرامی کے حکم سے اپنے عزیز تر بیٹے کو اجازت و خلافت دیدی۔

یہ یقینی طور پر تو نہیں کہا جاسکتا کہ حجۃ الاسلام کو اجازت و خلافت کب حاصل ہوئی، اِن قرائن بتا رہے ہیں کہ ان نعمتوں (اجازت و خلافت) کا حصول چودہویں صدی کے دوسرے عشرے میں ہوا۔

چار یار

حضرت حجۃ الاسلام کا حسن خداداد پھر اس پر علم و فضل سونے پہ سہاگہ تھا۔ آپ کا حلقۂ ارادت ہندوستان کے ہر صوبے میں تھا۔ لاہور سے کلکتہ تک جودھپور سے مظفرپور نیپال کی سرحد تک آپ کے مریدین خلفاء ہر ہر مقام پر پائے جاتے تھے۔ آپ کا سلسلۂ طریقت (قادری رضوی نوری) بر کوچک میں ہر جگہ

[1] نقل خلافت نامہ مولانا سید ریاض الحسن شاہ صاحب جودھپوری مرحوم

پھیلا ہوا تھا۔

جودھپور جہاں امام احمد رضا کے صرف گیارہ مرید تھے، وہاں جوق در جوق لوگ آتے، عمامہ کھول دیا جاتا۔ ہاتھوں میں لیتے اور بیک وقت سیکڑوں افراد حلقۂ ارادت میں داخل ہوتے۔ اور یہ تعداد ہزاروں سے متجاوز ہوجاتی۔ اس انداز بیعت کا مظاہرہ صرف جودھپور یا اودے پور ہی میں نہیں ہوتا بلکہ آپ جہاں جہاں تشریف لے جاتے، ارادت وعقیدت کا یہی نظارہ دیکھنے میں آتا۔

ان سطور میں آپ کے مریدین اور خلفاء کا جائزہ مقصود نہیں، ہاں راقم الحروف کی نظر میں اس وقت وہ چار نفوس قدسیہ ہیں جو حضرت حجۃ الاسلام کی خلوت وجلوت میں شریک ورفیق اور سب سے زیادہ قریب رہے ہیں۔ ان میں سب سے پہلا نام منشی فدا یار خاں رضوی مرحوم ومغفور نائب مہتمم جامعہ رضویہ منظر اسلام کا آتا ہے۔ آپ اسم بامسمّیٰ تھے۔ ہر طرح اپنے شیخ (یار) پر اور شیخ کے صاحبزادگان پر فدا تھے۔ حضرت حجۃ الاسلام کے ندیم خاص اور خادم عام تھے۔ پھر منظر اسلام کی ذمہ داری مزید برآں تھی۔ پوری زندگی اپنے شیخ کی کے آثار کی جاروب کشی اور صاحبزادگان کی خدمت میں گذار دی۔

دوسرا نام بلا اختلاف حضرت مولانا تقدس علیخاں رضوی مہتمم جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی کا آتا ہے۔ حضرت حجۃ الاسلام کے سفر وحضر میں ساتھ، معاملات میں امین، دینی اور دنیوی ذمہ داریوں میں شریک ومعین رہے۔ آپ فرزند نسبتی تھے۔ مگر زندگی بھر حق فرزندی ادا کرتے رہے۔ جامعہ رضویہ منظر اسلام کے انتظام وانصرام میں اور سلسلۂ حامدیہ رضویہ کی ترویج واشاعت میں آپ حضرت حجۃ الاسلام کے ماذون ومجاز اور خلیفۂ برحق تھے۔

تیسرا نام حضرت ابوالمعانی مولانا مفتی ابرار حسن صدیقی تلہری مدیر شہیر

ماہنامہ یادگار رضا بریلی کا سامنے آتا ہے۔

آپ سراپا حامدی اور سلسلۂ حامدیہ رضویہ میں ماذون ومجاز نیز حضرت حجۃ الاسلام کے معتمد ومستند تھے۔ آپ عربی اور اردو کے ادیب اور صاحب طرز مفتی تھے۔ آپ کی شخصیت میں علم وفضل کا وقار مجسم ہوکر چلتا پھرتا نظر آیا۔ آپ گفتگو فرماتے تو منھ سے پھول جھڑتے۔ آپنے اپنی پوری زندگی عالمانہ شان اور شریفانہ آن وبان میں خموشی کے ساتھ گذار دی۔

ع "خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را"

چوتھا اور آخری نام جو ہمارے لئے سراپا احترام ہے، وہ ادیب لبیب مترجم نبیل مصنف بے عدیل، محقق بے مثیل حضرت علامہ شمس الحسن شمس صدیقی بریلوی فاضل مشرقیات سابق سربراہ شعبہ فارسی جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی کا ہے۔ آپ حضرت حجۃ الاسلام کے نہ صرف ہمنشین بلکہ مزاج میں دخیل تھے حضرت موصوف جامعہ رضویہ کے تنظیمی معاملات میں آپ سے مشورت فرماتے۔ اور آپکی رائے کی بڑی قدرو منزلت فرماتے۔ آپکے دور میں الہٰ آباد بورڈ کے امتحانات منشی کامل کو جامعہ میں بڑا فروغ حاصل ہوا۔ طلباء میں فارسی کا عام مذاق پیدا ہوا۔ آپ اُبّا عن جدٍّ ادیب اور شاعر ہیں۔ اس کا مشاہدہ آپ کی تصنیف ہو یا تالیف، تحقیق ہو یا تدقیق، تدوین ہو یا ترتیب، مقدمہ نگاری ہو یا شعروشاعری، ہر جگہ بخوبی کیا جاسکتا ہے۔ اس عمر میں آپکی محنت کی علامت اور تحقیق وجستجو کا نشان ہیں۔ آپ کی ذات قوم کا بہترین سرمایہ اور اہل قلم کی عزت وآبرو ہے آپ حضرت حجۃ الاسلام کے مذکورہ الصدر چار یار میں تنہا یار ایک صاحب اسرار بقید حیات ہیں۔ رب کریم آپکو عمر خضر عطا فرمائے۔ اور آپکی علمی تحقیقی فیضان کو "شمس تاباں کیطرح" جاری وساری رکھے۔ آمین ے

تم سلامت رہو ہزار برس ٭ ہر برس کے ہوں دن پچاس ہزار

بیاض پاک حجۃ الاسلام

۱۳۱۰ ھ ـــــــ ۱۴

حضرت حجۃ الاسلام مولانا شاہ محمد حامد رضا خاں قادری رضوی نوری بریلوی کی پوری زندگی امام احمد رضا فاضل بریلوی کے لیل و نہار کی عکاسی تھی۔ علم و فن ہو یا تصنیف و تالیف، مصروفیات خانقاہی ہوں یا آداب سحر گاہی۔ ہر جگہ آپکو حامد رضا کی صورت میں احمد رضا کی سیرت نظر آئے گی۔ وقت کا یہ بڑا عظیم المیہ ہے کہ حجۃ الاسلام کے یہ روشن نقوش بھی آہستہ آہستہ مدھم پڑتے چلے جا رہے ہیں۔

جن لوگوں نے آپکے شب و روز کو دیکھا ہے وہ گواہی دیں گے کہ آپ کے اذواق و اشواق میں نعت گوئی کا بھی بڑا حصہ رہا ہے۔ آپ ہی کی سرپرستی میں نعتیہ مشاعرہ جس کا آغاز عرس قادری رضوی کی دوسری شب میں ہوا۔ اور بریلی کا ہر ہر علاقہ اس سے گونج اٹھا۔ پورے شہر میں ادبی انجمنیں قائم ہوئیں، اور ایک بار پھر بریلی مرکز اہل سنت کے علاوہ مرکز نعت بھی قرار پایا۔

نعتیہ مشاعروں میں مقامی شعراء شیدا، حیرت، شمس الحسن شمس، راقم، ضمیر، امید۔ عبرت اور بیرونی شعراء میں روش صدیقی، شفیق صدیقی، جونپوری، ضیاء القادری، جامی بدایونی وغیرہم نظر آنے لگے۔

عرس قادری رضوی بریلی کا نعتیہ مشاعرہ نہ صرف شرعی بلکہ ادبی حیثیت سے بھی معیاری سمجھا جاتا تھا۔ اس مشاعرہ میں نعتیہ کلام کا پڑھ لینا بھی شعر اور شاعری کیلئے استاد کا درجہ رکھتا تھا۔ اور یہ سب کچھ حضرت

حجۃ الاسلام کی خصوصی توجہ کا نتیجہ تھا۔

آپ نے اپنے والد گرامی وقار امام احمد رضا کی روش کے مطابق بہت سی نعتیں کہیں۔ جن میں کچھ ماہنامہ یادگار رضا بریلی میں چھپیں اور کچھ عدم تحفظ کی نذر ہو گئیں۔

"تذکرہ جمیل" کی ترتیب میں راقم الحروف مرتب نے "بیاض پاک حجۃ الاسلام (۱۳۱۰ھ)" کے تاریخی عنوان کے ذیل میں منتشر نعتوں کو یکجا کرنے کی سعی کی ہے۔ اور ان میں کم از کم ایک نعت اور ایک پوری منقبت "ذریعۂ النجا" (۱۳۱۰ھ) غیر مطبوعہ کو پہلی بار شامل اشاعت کیا جا رہا ہے۔

حمدِ باری

کون میں کون ہے تو ہی تو، تو ہی تو ہے یا مَن ہُو
تو ہی تو ہے تو ہر سو، یا من لَیسَ اِلاّ ہو
لا اِلٰہ الا ہو لا اِلٰہ اِلّا ہو لا الٰہ الا ہو یا من لیس اِلّا ہو

ذرے میں نور ہے گل میں بو، کوئل کو ہے کو کو کو
پی کہاں پپیہا کہے ہر سو، اللہ اللہ اللہ
لا اِلٰہ الا ہو ـــــــــــ یا من لیس الا ہو

کثرت میں ہے کیسی وحدت، وحدت میں پھر کیسی کثرت
چشم مست میں تیری رنگت، پھولوں میں تیری خوشبو
لا اِلٰہ الا ہو ـــــــــــ یا من لیس الا ہو

طور بنا ہے ذرہ ذرہ، نور بنا ہے قطرہ قطرہ
تیرا ثنا گر بُت کا بندہ، سجدہ بتوں کا تیری سو
لا اِلٰہ الا ہو ـــــــــــ یا من لیس الا ہو

روح میں تو ہے دلیں تو، میری آب وگل میں تو
اصل میں تو ہے ظل میں تو حق حق ھو ھو ھو

لا الہ الا ھو............... یا من لیس الا ھو

لا معبود الا اللہ لا مشہود الا اللہ
لا موجود الا لہ لا مقصود الا لہ

لا الہ الا ھو............... یا من لیس الا ھو

روح و دل سراور خفی، اخفیٰ میں بھی ہے تو ہی
قلب صنوبر نیل و مری، جاری ساری سب میں تو

لا الہ الا ھو............... یا من لیس الا ھو

حسبی ربی جل اللہ ما فی قلبی غیر اللہ
نور محمد صلی اللہ، اللہ اللہ اللہ

لا الہ الا ھو............... یا من لیس الا ھو

اول تو ہے آخر تو، باطن تو ہے ظاہر تو
قادر قادر قادر تو، اللہ اللہ اللہ

لا الہ الا ھو............... یا من لیس الا ھو

تو میرا آقا میں تیرا بندہ، بندہ بھی کیسا گھنونا بندہ
رشِ معاصی سے اگندہ، کر اپنے کرم سے عفو عفو

لا الہ الا ھو———— یا من لیس الا ھو

تحریر ہے آب زر سے ورق، ہے دلیں لکھا حامد کے سبق
انت الھادی انت الحق، لیث الھادی الا ھو

لا الہ الا ھو———— یا من لیس الا ھو

نغمۂ توحید

دل میرا گداگر رہی آرزو آنکھ پھر پھر کے کرتی رہی جستجو
عرش تا فرش ڈھونڈ آیا میں تجھ کو تو نکلا اقرب ز حبلِ ورید گلو
اللہ اللہ اللہ اللہ

طائران چمن کی چہک وحدہٗ نغمہ بلبل کا ہے لا شریک لہٗ
قمریوں کا ترانہ ہے لا غیرہٗ زمزمہ طوطی کا ھو کا ھو کا
اللہ اللہ اللہ اللہ

بلبلوں کو چمن میں رہی جستجو پپیا کہتا پھرا "پی کہاں" سو بسو
پر نہ چٹکا کہیں غنچۂ آرزو ہاں ملا تو ملا میرے دل ہی میں تو
اللہ اللہ اللہ اللہ

شاہدان چمن نے لب آب جو آب گل سے نہا کر کے تازہ وضو
حلقۂ ذکر گل کے کیا رو برو اور لگانے لگے دم بدم ضرب ھو
اللہ اللہ اللہ اللہ

رہ کے پردوں میں تو جلوہ آرا ہوا بس کے آنکھوں میں آنکھوں پہ پردہ کیا
آنکھ کا پردہ، پردہ ہوا آنکھ کا بند آنکھیں ہوئیں تو نظر آیا تو
اللہ اللہ اللہ اللہ

کعبہ کعبہ ہے کعبہ دل میرا کعبہ پتھر کا دل جلوہ گاہ خدا
ایک دل پر ہزاروں ہی کعبے فدا کعبۂ جان و دل کعبے کی آبرو
اللہ اللہ اللہ اللہ

طور سینا پہ تو جلوہ آرا ہوا صاف موسیٰ سے فرما دیا لن ترانی
اِنِّی اَنَا اللہ شجر بول اٹھا تیرے جلوؤں کی نیرنگیاں سو بسو

اللہ اللہ اللہ اللہ

مجھکو در در پھراتی رہی جستجو
ڈھونڈتا میں پھرا کو بکو چار سو
لوٹے پائے طلب تھک رہی آرزو
تھا رگِ جاں سے نزدیک تر وہیں تو

اللہ اللہ اللہ اللہ

کون تھا جس نے سبحانی فرما دیا
بایزید اور بسطام میں کون تھا
اور ما اعظم شانی کس نے کہا
کب انا الحق تھی منصور کی گفتگو

اللہ اللہ اللہ اللہ

یا الٰہی دکھا ہم کو وہ دن بھی تو
باادب شوق سے بیٹھ کے قبلہ رو
آبِ زمزم سے کر کے حرم میں وضو
مل کے ہم سب کہیں یک زباں ہو بہو

اللہ اللہ اللہ اللہ

میں نے مانا کہ حامد گنہگار ہے
میرے مولیٰ مگر تو تو غفار ہے
معصیت کیش ہے اور خطاکار ہے
کہتی رحمت ہے مجرم سے لا تقنطوا

اللہ اللہ اللہ اللہ

محمد مصطفیٰ نورِ خدا نامِ خدا تم ہو
شہِ خیر الوریٰ شانِ خدا اصل علی تم ہو

شکیبِ دل قرارِ جاں محمد مصطفیٰ تم ہو
طبیبِ دردِ دل تم ہو مرے دل کی دوا تم ہو

غریبوں دردمندوں کی دوا تم ہو دعا تم ہو
فقیروں بینواؤں کی صدا تم ہو ندا تم ہو

حبیبِ کبریا تم ہو امام الانبیاء تم ہو
محمد مصطفیٰ تم ہو محمد مجتبیٰ تم ہو

ہمارے ملجا و ماویٰ ہمارا آسرا تم ہو
ٹھکانا بے ٹھکانوں کا شہِ ہر دوسرا تم ہو

غریبوں کی مدد بے کسوں کا بس روحی فدا تم ہو
سہارا بے سہاروں کا ہمارا آسرا تم ہو

نہ کوئی ماہ وش تم سا نہ کوئی مہ جبیں تم سا
حسینوں میں ہو تم ایسے کہ محبوبِ خدا تم ہو

حسیں صدقے انبیاء کے یوں تو محبوب ہیں لیکن
جو سب پیاروں کے پیارے ہے وہ محبوبِ خدا تم ہو

حسینوں میں تمہیں تم ہو نبیوں میں تمہیں تم ہو
کہ محبوبِ خدا تم ہو نبی الانبیاء تم ہو

تمہارے حسنِ رنگیں کی جھلک ہے سب حسینوں میں
بہاروں کی بہاروں میں بہارِ جانفزا تم ہو

زمیں میں ہے چمک کس کی فلک پہ ہے جھلک کس کی
مہ و خورشید سیاروں ستاروں کی ضیا تم ہو

وہ لا ثانی ہو تم آقا نہیں ثانی کوئی جس کا
اگر ہے دوسرا کوئی تو اپنا دوسرا تم ہو

ہو الاول ہو الآخر ہو الظاہر ہو الباطن
بکل شیء علیم لوحِ محفوظِ خدا تم ہو

نہ ہو سکتے ہیں دو اول نہ ہو سکتے ہیں دو آخر
تم اول اور آخر ابتدا تم انتہا تم ہو

خدا کہتے نہیں بنتی جدا کہتے نہیں بنتی
خدا پر اسکو چھوڑا ہے وہی جانے کہ کیا تم ہو

انا من حامد و حامد رضا منی کے جلووں سے
بحمد اللہ رضا حامد ہیں اور حامد رضا تم ہو

گنہگاروں کا روزِ محشر شفیع خیر الانام ہوگا
دلہن شفاعت بنے گی دولہا نبی علیہ السلام ہوگا

کبھی تو چمکے گا نجمِ قسمت ہلالِ ماہِ تمام ہوگا
کبھی تو ذرے پہ مہر ہوگی وہ مہر ادھر خوش خرام ہوگا

پڑا ہوں میں انکی رہگذر میں پڑے ہی رہنے سے کام ہوگا
دل و جگر فرشِ رہ بنیں گے یہ دیدہ مشقِ خرام ہوگا

وہی ہے شافع وہی مشفع اسی شفاعت سے کام ہوگا
ہماری بگڑی بنے گی اس دن وہی مدار المہام ہوگا

انہیں کا منہ سب تکیں گے اسدن جو وہ کرینگے وہ کام ہوگا
دہائی سب انکی دیتے ہونگے انہیں کا ہر لب پہ نام ہوگا

انا لہا کہہ کے عاصیوں کو وہ لیں گے آغوشِ رحمت میں
عزیز اکلوتا جیسے ماں کو انہیں ہر ایک یوں غلام ہوگا

ادھر وہ گرتوں کو تھام لیں گے ادھر پیاسوں کو جام دینگے
صراط و میزان و حوضِ کوثر یہیں وہ عالی مقام ہوگا

کہیں وہ جلتے بجھاتے ہونگے کہیں وہ روتے ہنساتے ہونگے

وہ پائے نازک پہ دوڑنا اور جبینِ سر ایک مقام ہوگا
ہوئی جو مجرم کو باز یابی تو خوفِ عصیاں کے رنج پہ ہوگی

خمیدہ سر آبدیدہ آنکھیں لرزتا ہندی غلام ہوگا
حضور مرشد کھڑا رہوں گا کھڑے ہی رہنے سے کام ہوگا

نگاہِ لطف و کرم اٹھے گی تو جھک کے میرا سلام ہوگا
خدا کی مرضی ہے انکی مرضی ہے انکی مرضی خدا کی مرضی

انہیں کی مرضی پہ ہو رہا ہے انہیں کی مرضی پہ کام ہوگا
جدھر خدا ہے اُدھر نبی ہے، جدھر نبی ہے اُدھر خدا ہے

خدائی بھر سب اُدھر پھرے گی جدھر وہ عالی مقام ہوگا
اسی تمنا میں دم پڑا ہے یہی سہارا ہے زندگی کا

بلا لو مجھ کو مدینے سرور نہیں تو جینا حرام ہوگا
حضور روضہ ہوا جو حاضر تو اپنی سج دھج یہ ہوگی حامد
خمیدہ سر آنکھ بند لب پہ مرے دُرود و سلام ہوگا

چاند سے اُن کے چہرے پہ گیسوئے مشک فام دو
دن ہے کھلا ہوا مگر وقتِ سحر ہے شام دو

روئے صبیح اک سحر زلف دوتا ہے شام دو
پھول سے گال صبح دم مہر ہیں لالہ فام دو

عارضِ نور بار سے بکھری ہوئی ہٹی جو زلف
ایک اندھیری رات میں نکلے مہِ تمام دو

اُن کی جبینِ نور پہ زلفِ سیہ بکھر گئی
جمع ہیں ایک وقت میں ضدّین صباح و شام دو

خیر سے دن خدا وہ لائے دونوں حرم ہمیں دکھائے
زمزم و بیرِ فاطمہ کے پئیں چل کے جام دو

ذاتِ حسن حسین ہے عین شبیہِ مصطفےٰ
ذات ہے اک نبی کی ذات ہیں اسی کے نام دو

پی کے پلا کے میکشو! ہم کو بچی کھچی ہی دو
قطرہ دو قطرہ ہی سہی، کچھ تو برائے نام دو

ہاتھ سے چار یار کے ہم کو ملیں گے چار جام
دستِ حسن حسین سے اور ملیں گے جام دو

ایک نگاہِ ناز پر سیکڑوں جام مے نثار
گردشِ چشمِ مست سے ہم نے پیے ہیں جام دو

وسطِ جبیں پہ سر، رکھئے انگوٹھے کا اگر
نام اللہ ہے لکھا ہوا اور الف ہے اسم دو

ہاتھ کو کان پر رکھو پا با ادب سمیٹ لو
دال ہو ایک حے ہو ایک آخرِ حرف لام دو

نام خدا ہے ہاتھ میں، نام نبی ہے ذات میں
مہرِ غلامی ہے پڑی، لکھے ہوئے ہیں نام دو

نامِ حبیب کی ادا جاگتے ہوتے ہو ادا
نامِ محمدی بنے جسم کو یہ نظام دو

نامِ خدا مرقعہ، نامِ خدا رخِ حبیب
یعنی الف ہے ہ دہن زلف دوتا ہے لام دو

وحشی ہے ایک دل مرا زلف سیاہ فام کا
بندشِ عشق سخت تر صید ہے ایک دام دو

تلووں سے اُن کے چار چاند لگ گئے مہر و ماہ کو
ہیں یہ انھیں کی تابشیں ، ہیں یہ انھیں کے نام دو

گاہ وہ آفتاب ہیں گاہ وہ ماہتاب ہیں
جمع ہیں اُن کے گالوں میں مہر و مہ تمام دو

بازئ زیست مات ہے موت کو بھی ممات ہے
موت کو بھی ہے ایکدن موت پہ اذنِ عام دو

اب تو دیئے لے لا گنبدِ سبز دے دکھا
حامدؔ و مصطفےٰ ترے ، ہند میں ہیں غلام دو

شاہدِ گل ہے مست ناز حجلۂ نو بہار میں
ناز و ادا کے پھول ہیں پھولے گلے کے ہار میں

آئیں گھٹائیں ہجوم کر عشق کے کوہسار میں
بارشِ غم ہے اشکبار گریۂ بے قرار میں

عشق نے چھوڑی پھلجڑی دل کی لگی بھڑک اٹھی
آتشِ گل کے پھول سے آگ لگی بہار میں

آنکھوں سے لگ گئی جھڑی بحر میں موج آ گئی
سیلِ سرشک اُبل پڑا نالۂ قلب زار میں

شوق کی چیرہ دستیاں دل کی اڑائیں دھجیاں
وحشتِ عشق کا سماں دامنِ تار تار میں

بجلی سی اک تڑپ گئی خرمنِ ہوش اڑ گیا
برق شرارہ بار تھی جلوۂ نورِ یار میں

تابشِ رخ سے چار چاند لگ گئے مہر و ماہ کو

حُسنِ ازل ہے جلوہ ریز آئینۂ عذار میں
کعبۂ ابرو دیکھ کر سجدے جبیں میں مضطرب
دل کی تڑپ کو چین کیا تاب کہاں قرار میں

شاہدِ گل ہے مصطفےٰ طیبہ چمن ہے جاں فزا
گلشنِ قدس ہے کھلا صحنِ حریمِ یار میں

سوسن و یاسمن ، سمن ، سنبل و لالہ نسترن
سارا ہرا بھرا چمن پھولا اسی بہار میں

باغِ جناں لہک اُٹھا ، قصرِ جناں مہک اُٹھا
سیکڑوں ہیں چمن کھلے پھول کی اک بہار میں

سارے بہاروں کی دلہن ہے مرے پھول کا چمن
گلشنِ ناز کی پھبن طیبہ کے خار خار میں

تم ہو حبیبِ کبریا پیاری تمہاری ہر ادا
تم سا کوئی حسیں بھی ہے گلشنِ روزگار میں

نکلی نہ کوئی آرزو دل کی ہی دل میں رہ گئی
حسرتیں ہیں ہزار دفن قلب کے اک مزار میں

خارِ مدینہ دیکھ کر وحشتِ دل ہے زور پر
دستِ جنوں اُلجھ گیا دامنِ دل کے تار میں

ماہ تری رکاب میں ، نور ہے آفتاب میں
بو ہے تری گلاب میں رنگ ترا انار میں

غنچۂ دل مہک اٹھا موجِ نسیمِ طیبہ سے
روحِ شمیم تھی بسی گیسوئے مشکبار میں

شوق کی ناشکیبیاں سوز کی دل گدازیاں

وصل کی نامرادیاں عاشق دلفگار ہیں
گردش چشم ناز سے حامد میگسار مست
رنگِ سرور کیف ہے چشم خمار دار میں

"ذریعۂ التجا"

۱۰ ـــــ ۱۲

مادمن سے بچائے آلِ رسول   من عن ہوں رضائے آلِ رسول
حق میں مجھکو گمائے آلِ رسول   مجھکو حق سے ملائے آلِ رسول
میری آنکھوں میں آئے آلِ رسول   میرے دل میں سمائے آلِ رسول
تو ہی جانے فدائے آلِ رسول   قدر سمو سمائے آلِ رسول
سات افلاک زینے پھر کرسی   عرش رفعت سرائے آلِ رسول
چاند نا چاند کا مدینے کے   لمۂ حق نمائے آلِ رسول
ہے ارادہ ترا ارادۂ حق   حق کی مرضی رضائے آلِ رسول
بعد جسکے نہ ہوگا فقر کبھی   وہ غنا ہے غنائے آلِ رسول
صبغۃ اللہ کی چڑھی ایسی   حق کی رنگت رچائے آلِ رسول
اسکی نیرنگیوں میں ہوں یکرنگ   رنگ وحدت جمائے آلِ رسول
ہو خودی دور اور خدا باقی   ہو خدا ہی خدائے آلِ رسول
موت سے پہلے مجھکو موت آئے   میری ہستی مٹائے آلِ رسول
یوں مٹوں میں کہ مجھ میں مٹ جائے   مجھکو مجھ سے گمائے آلِ رسول
جیتے جی جی میں میں گذر جاؤں   پھول میری اٹھائے آلِ رسول
بیڑی کٹ جائے ہر تشخص کی   قید سے یوں چھڑائے آلِ رسول
یہ خودی بھی فدائے دعویٰ ہے   کرکے بیخود خدائے آلِ رسول

صورت شیخ کا تصور ہو   ہوں میں محو لقائے آلِ رسول
سرتا پایم فدا سرو پایت   وہ چہ نور و ضیائے آلِ رسول
دل و جانم فدا سرت گردم   لمۂ حق نمائے آلِ رسول
بھر دے قطرے کے سینے میں قلزم   نم میں یم کو سمائے آلِ رسول
حقۂ حق ہو ظاہر و باطن   حق کے جلوے دکھائے آلِ رسول
دل میں حق حق زباں پہ حق حق ہو   دید حق کی کرائے آلِ رسول
حق کا دیوانہ ہادیٔ حق ہے   حق کی دھومیں مچائے آلِ رسول
فانی ہو جاؤں شیخ میں اپنے   ہو بہو ہو ادائے آلِ رسول
فانی فی اللہ باقی باللہ ہوں   تو ہی تو ہے خدائے آلِ رسول
یہ تقرب لے نوافل سے   ہوں حبیب فدائے آلِ رسول
ہاتھ پاؤں ہو آنکھ کان ہو وہ   عقل بھی ہو فدائے آلِ رسول
میرے اعضا بنے مرا مولےٰ   مجھ پہ پیار آئے، کئے آلِ رسول
اُس سے دیکھوں سنوں چلوں پکڑوں   مولیٰ سے بندہ پائے آلِ رسول
میری ہستی حجاب ہے میرا   تو ہی پردہ اُٹھائے آلِ رسول
قرب حاصل ہو پھر فرائض کا   صوفی کامل بنائے آلِ رسول
ملک لاہوت سے الی الناسوت   ہونے رجعت نہ پائے آلِ رسول
سیر فی اللہ اور من اللہ ہو   درجے سب طے کرائے آلِ رسول
پھر الی اللہ فنائے مطلق سے   پورا سالک بنائے آلِ رسول
قید ناسوت سے رہائی ہو   پھیرے سیر بڑھائے آلِ رسول

شاخ لاہوت پہ بسیرا ہو
ہو یہ طائر ہمائے آلِ رسول

یاالٰہی برائے آلِ رسول / دل میں بھر دے ولائے آلِ رسول

سوکھے دھانوں پہ بھی برس جائے / ابرِ جود و سخائے آلِ رسول

سر سے قربان تجھ پہ آنکھوں سے / آنکھیں سر سے فدائے آلِ رسول

سحقِ نعلیں رگڑا آنکھوں کا / طوطیا خاکپائے آلِ رسول

میری بگڑی بنی ہے تیرے ہاتھ / تو ہی بگڑی بنائے آلِ رسول

تجھ سے جسکو ملا ملے پیارے / تجھ سے جو پائے پائے آلِ رسول

تیزیٔ مہرِ حشر کا کیا خوف / میں ہوں زیرِ لوائے آلِ رسول

بادشاہ ہیں گدا ترے در کے / ہوں گدائے گدائے آلِ رسول

تاج والوں کا تاج عزت ہے / کہنہ نعلین پائے آلِ رسول

ٹھنڈی ٹھنڈی نسیم مارہرہ / دل کی کلیاں کھلائے آلِ رسول

بھینی بھینی سی مست خوشبو سے / دل کی کلیاں بسائے آلِ رسول

طیبہ طیبہ میں ہیں بسی کلیاں / مہکی گلگوں قبائے آلِ رسول

بھولے بھٹکوں کا خضر ہی تو ہے / راستہ پر لگائے آلِ رسول

سبز گنبد پہ اڑ کے جا بیٹھوں / شوق کے پر لگائے آلِ رسول

خاک میری اڑے جو بعدِ فنا / مدنی ہو ہوائے آلِ رسول

اب تو گدیہ گروں کی چاندی ہے / ہیں کھرے سکہائے آلِ رسول

خم سے آس جمائے در پہ گدا
کوئی پیالہ پلائے آلِ رسول

پار بیڑا لگائے آلِ رسول / ڈوبے بجرے ترائے آلِ رسول

جو ہیں اپنے پرائے آلِ رسول / سب کو اپنا بنائے آلِ رسول

ٹھوکروں پہ نہ ڈال غیروں کی / ہم ہیں قدموں میں آئے آلِ رسول

تیرا باڑا لیے بٹ رہا جگ میں / تو ہی دے یا دلائے آلِ رسول

جھولی پھیلائے ہے ترا منگتا / بھر دے داتا برائے آلِ رسول

دیدے چمکار کر کوئی ٹکڑا / سگِ در کو رضائے آلِ رسول

در سے اپنے نہ کر اسے در در / در دے در کی رضائے آلِ رسول

دور دوری کا دور دورا ہو / دور پھیرے نہ آئے آلِ رسول

نگھرے در بدر بھٹکتے ہیں / دے ٹھکانہ برائے آلِ رسول

تلخیاں ساری دور ہو جائیں / مے شربت پلائے آلِ رسول

ہیں رضا غوث کے قدم بقدم / ہیں قدم ان کے پائے آلِ رسول

جس نے پایہ تمہارا پایا ہے / کہ اٹھا ہیں نے پائے آلِ رسول

انہی قدموں کے نیچے ہے جنت / اور قدم ہیں یہ پائے آلِ رسول

ان کی سیرت ہے سیرتِ نبوی / ان کی صورت لقائے آلِ رسول

ان کے جلووں میں انکے جلوے ہیں / ہر ادا ہے ادائے آلِ رسول

آتے دیکھیں جو اعلیٰحضرت کو / آنکھیں کہہ دیں وہ آئے آلِ رسول

ہے بریلی میں آج مارہرہ / اعلیٰحضرت ہے جائے آلِ رسول

قادریوں کا ہے لگا میلہ / ہے تماشا ضیائے آلِ رسول

نوری مسند پہ نوری پتلا ہے / اچھا ستھرا رضائے آلِ رسول

چھتر رحمت کا شامیانہ ہے / سر پہ ہے یار دلائے آلِ رسول

ہیں پروں سے کئے ہوئے سایہ — پرے قدسی جائے آل رسول
ہیں گھٹا ٹوپ رحمتیں چھائیں — پانچ ظل ہمائے آل رسول
غوث کا ہاتھ ہے مریدوں پر — برزمیں کالسماء آل رسول
برکاتی برکات کا دولہا — شاہ احمد رضائے آل رسول
برکاتی پیار کا سہرا — تیرے سر ہے رضائے آل رسول
قادریت دلہن بنی ۔ نوشہ — شاہ احمد رضائے آل رسول
نور کا حلہ جوڑا شاہانہ — نوری جامہ عبائے آل رسول
نور کی چہرے پر نچھاور ہے — صدقے ہم سب گدائے آل رسول

بیل میری بھی اب منڈھے چڑھ جائے
صدقہ حامد رضائے آل رسول

تتمۂ رسالت

(از برکات حضرت حجۃ الاسلام قدس سرہ العزیز)

ہو عرش بریں پر جلوہ نگن محبوب خدا سبحان اللہ — اک بار ہوا دیدار جسے سو بار کہا سبحان اللہ
حیران ہوئے برق اور نظر اک آن ہے اور سارا سفر — واللہ بنے کیا اللہ غنی مرگ نے کہا سبحان اللہ
طالب کا پتہ مطلوب کو ہے مطلوب ہے طالب سے واقف — پردے میں بلا کر مل بھی لئے پردہ بھی رہا سبحان اللہ
ہے عبد کہاں معبود کہاں معراج کی شب ہے راز نہاں — دو نور حجاب نور میں تھے خود رب نے کہا سبحان اللہ
جب سجدوں کی آخری منزل تک پہنچا محبوب خدا — تاثیر تھی کیا ماشاء اللہ حضرت نے کہا سبحان اللہ

سمجھے حامد انسان ہی کیا یہ راز ہیں حسن والفت کے
خالق کا حبیبی کہنا تھا خلقت نے کہا سبحان اللہ

امام اہل سنت مجدد دین وملت اعلیحضرت مولانا شاہ احمد رضا خان قادری فاضل بریلوی قدس سرہ کی بارگاہ میں

نذرانۂ عقیدت

اے رضا مرتبہ کتنا ہوا بالا تیرا — ہند تو ہند عرب میں ہوا شہرہ تیرا
نام اعلیٰ ہے ترا حضرت اعلیٰ تیرا — کام اولیٰ ہے ترا اے شہ والا تیرا
کوئی کیا جانے بڑا کتنا ہے رتبہ تیرا — اصفیا چومتے ہیں وہ ہے تلوا تیرا
کار تجدید ادا کرتا تھا خامہ تیرا — سر باطل کا اڑا کرتا تھا تیغا تیرا
کتنا اونچا کیا اللہ نے رتبہ تیرا — غوث اعظم کو کیا آقا و مولے تیرا
تیرے اچھوں نے کیا ہے بڑا اچھا تیرا — پھر بھلا کیا کوئی بدخواہ کریگا تیرا
نسبت آل رسولی بھی عجب نسبت ہے — نوشہ تک لے گیا تجھکو یہ وسیلہ تیرا
عمر کا تیرھواں سن اور وہ [illegible] — اتنی مدت میں ہوا علم کا چرچا تیرا
اس صدی کا تو مجدد تو زمانے کا امام — اہل حق چلتے ہیں جس پر وہ ہے رستہ تیرا
تجھکو اللہ نے ہر فضل عطا فرمایا — کون سا علم کہ جس میں نہیں حصہ تیرا
تجھ پہ ہے اک تن بے سایہ کا ایسا سایہ — پھیلتا جاتا ہے ہر سمت اجالا تیرا
اس زمانے میں کوئی تجھ سا نہ دیکھا نہ سنا — غوث اعظم کی کرامت تھی سراپا تیرا
ہر جگہ منظر اسلام نظر آتا ہے — تیرا گھر کوچہ و بازار محلہ تیرا
آج تک بھی ترے شاگرد کے شاگردوں سے — قصر باطل میں بلند ہوتا ہے نعرہ تیرا
مسلک حق کی ضمانت ہے ترا نام رضا — شان تحقیق ادا کرتا تھا خامہ تیرا
تیری ہر بات ہے آئینہ حق و باطل — تیرے ہر کام میں ہے رنگ نرالا تیرا

فاضل ایسا کہ دیا رب نے تجھے فضل کثیر
عالم ایسا کہ ہر عالم ہوا شیدا تیرا

ہر ورق تیرا شریعت کی دلیلِ روشن
ایک قانون مکمل ہے فتاویٰ تیرا

تیری تحریر پہ انگشت بدنداں تھا عرب
تیری تقریر تھی کہ قادری تیغا تیرا

ترجمہ وہ کیا قرآن کا کنز الایمان
حشر تک جاری یہ فیضان رہیگا تیرا

تو نے عنوان یہ ایمان کا دنیا کو دیا
عشق سرکارِ دو عالم تھا وظیفہ تیرا

میں رضا کار رہا تیرا سفر ہو کہ حضر
نام ہر بار میں لیتا رہا آقا تیرا

کالامر تری تجدید کا اللہ اللہ
مسلکِ اہلِ سنن بن گیا رستہ تیرا

تو نے ایمان دیا تو نے جماعت دیدی
اہلسنت پہ ہے احسان یہ آقا تیرا

مصطفیٰ[۱] کا ترے خادم ترے حامد[۲] کا غلام
خوشتر بندۂ دربار ہے تیرا تیرا

معروضہ

فقیر قادری سگِ بارگاہ رضوی محمد ابراہیم خوشتر صدیقی
غفرلہ المولی القوی

خانقاہ قادریہ رضویہ ڈربن جنوبی افریقہ

۱۔ حضرت مفتی اعظم مولانا شاہ محمد مصطفیٰ رضا خاں قادری رضوی نوری قدس سرہ النورانی

۲۔ حضرت حجۃ الاسلام مولانا شاہ محمد حامد رضا خاں قادری رضوی نوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ